گناہوں کی بخشش کے موضوع پر

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف کا

اردو ترجمہ

بخشش کی راہیں

مترجم

حافظ محمد منشا بن جمال الدین شہید

ناشر

فاروقی کتب خانہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

محدث شہیر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی

مایۂ ناز تالیف

الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتأخرۃ

کا

اردو ترجمہ و توضیح

بخشش کی راہیں

ملنے کا پتہ

حافظ محمد منشا بن جمال الدین شہید

چک ۱۴۹ ای۔بی۔ عارف والا (ساہیوال)

نام کتاب ــــــــــ الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ و المتأخرۃ
مصنّف ــــــــــ علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
اردو ترجمہ ــــــــــ بخشش کی راہیں
مترجم ــــــــــ حافظ محمد منشاء
اشاعت دوم ــــــــــ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
تعداد ــــــــــ گیارہ سو ۔ (۱۱۰۰)
قیمت مجلد ڈائی دار ــــــــــ ۸۱ روپے

ملنے کے پتے

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی
مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
محمدی کتب خانہ جامع مسجد اہلحدیث بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ
سورہ ہود : ۱۱۴

آئینۂ کتاب

عنوان	ص	عنوان	ص
اظہارِ تشکر	۱۳	لفظ عتیا کی تشریح	۴۴
تقریظ	۱۴	دعاء کرنے کا طریق کار	۴۵
مقدمہ	۲۰	کتاب کے اندرونی مضامین اور انکی ترتیب	۴۶
فوائد نافع	۲۳	صلح حدیبیہ کیوقت عروہ کا حیران ہونا	۴۸
اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو خوشخبری	"	ایک عفیفہ کی آپ سے عقیدت	۴۹
صبر کرنے والوں کو خوشخبری	"	ایک اعتراض اور اسکا جواب	۵۳
وہ عمل جس کے ذریعہ چار قسم کے اعلیٰ	۲۳	کتاب ہذا کا خلاصہ	۵۶
لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔	"	استدعا	۶۲
اللہ تعالیٰ پر راضی ہونے کا صلہ	"	حافظ ابن حجرؒ کے حالاتِ زندگی	۶۳
برائی کی نحوست اور اسکے اثرات	۳۰	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۶۴
حضرت عیسیٰؑ کی قوم کی ناشکری	"	صلہ بھی بقدر قربانی کے ہوتا ہے۔	۶۶
تمام قوموں کی تباہی اور بربادی کا واحد سبب	۳۱	حضرت موسیٰؑ کا اپنے والدین سے جدا ہونا	"
توبہ کرتے اور ڈر جانے کا صلہ	۳۲	نبی کریمؐ کا اپنے والدین سے جدا ہونا	۶۷
حضرت یعقوبؑ کی وصیت	۳۵	حضرت اسماعیلؑ کا اپنے والدین سے جدا ہونا	۶۹
توحید کی برکتیں	۳۶	آپ کے شیوخ	۷۱
وہ اوصاف جو ہر نبی میں نمایاں ہوتے ہیں۔	۳۸	آپکا زہد و تقویٰ اور علمی وسعت	۷۵
لفظِ عجوز کی لغوی تشریح	۴۱	خطبہ	۸۰
لفظِ عقیم کی لغوی تشریح	"	سب سے بڑا اعزاز	۸۳
حضرت زکریاؑ کی دعائیں	۴۳	ان روایات کا حل	"
آدمی کسی وقت بھی مایوس نہ ہو۔	۴۴	قانون کی اہمیت	۸۴

عنوان	ص
یومِ عرفہ کی فضیلت	۸۵
آپؐ کی شفقت کی ایک جھلک	۸۷
اللہ تعالیٰ کا بے نیاز ہونا۔	۸۸
پہلا باب	۹۰
کتاب الطہارت	"
وضو کی فضیلت	"
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۹۱
وضو سوچ سمجھ کر کیا جائے	۹۲
صحیح وضو بنانے کا طریقہ	۹۳
مولانا حالیؒ کے چند اشعار	۹۹
حُسنِ ادب کا صلہ	۱۰۰
نماز میں حصولِ زینت کا حکم	۱۰۱
گستاخِ الٰہی کی سزا	۱۰۳
حضرت خضرؑ کا مثالی ادب	۱۰۴
حضرت ابراہیمؑ کا مثالی ادب	۱۰۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثالی ادب	۱۰۶
حسنِ ادب کا آخری درجہ	۱۰۸
مولانا رومؒ کے چند اشعار	۱۱۱
دوسرا باب	۱۱۵
اذان کا جواب دینے کی فضیلت کے بارے میں	"
اذان کے کلمات کی اہمیت	۱۱۹
درود شریف کی فضیلت کی وجہ	۱۲۰

عنوان	ص
راستہ صاف کرنے کا ثواب	۱۲۵
جمعہ پڑھنے کی فضیلت	۱۲۶
مسجد کو صاف رکھنے کی فضیلت	۱۲۸
اللہ کے لیے محبت کرنا۔	۱۲۹
ایک دوسرے سے ملاقات کرنا	۱۳۲
دل کے اخلاص اور پختہ ارادے کی اہمیت	۱۳۳
استغفار کی اہمیت	۱۳۵
سب لوگوں سے کمتر پر اللہ کے انعامات	۱۳۷
اللہ کے خاص بندوں کی علامات	۱۴۳
مثالی آدمیوں کے کام بھی مثالی ہوتے ہیں	۱۴۷
اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔	۱۵۱
سالارِ انبیاءؐ کی پیش گوئی	۱۵۵
مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت	۱۵۶
والدین کی طرف دیکھنے کی فضیلت	۱۵۷
ایثار کا ایک عجیب واقعہ	۱۵۸
حضرت اُمِّ سُلیمؓ کا ایک عجیب واقعہ	۱۶۰
استرجع کا صلہ	۱۶۴
ایک صحابی کا یقینِ قلبی	۱۶۵
جنت میں ایک تمنا کا بھڑک اٹھنا	۱۶۹
وہ لوگ جو بغیر لڑائی کے بھی شہید ہیں	۱۷۰
نزولِ رحمت کے مقامات	۱۷۴

عنوان	صفحہ
تیسرا باب	۱۷۶
نمازِ تسبیح	۱۷۶
ایک اعتراض کا جواب	۱۷۸
نمازِ تسبیح کا مسنون وقت	۱۷۹
چوتھا باب	۱۸۰
بلند آواز سے آمین کہنے کی فضیلت	۱۸۰
ایک عجیب استنباط	۱۸۲
نظم ونسق کی برکت	۱۸۲
بلند آواز سے آمین کہنے کے دلائل	۱۸۳
فرشتوں کی موافقت	۱۸۵
آمین کہنے کا وقت	۱۸۶
پانچواں باب	۱۸۷
نمازِ ضحیٰ کی فضیلت	۱۸۷
ضحیٰ کی چار رکعتیں	۱۸۸
ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں	۱۸۸
ضحیٰ کی دو رکعتیں	۱۸۹
نمازِ ضحیٰ کا وقت	۱۸۹
چھٹا باب	۱۹۱
نماز جمعہ کے بعد ذکر کرنے کی فضیلت	۱۹۱
سورۃ فاتحہ کی فضیلت	۱۹۳
مترجم کا خود اپنا ایک واقعہ	۱۹۵
سورۃ اخلاص کی فضیلت	۱۹۷
غربت کا دور ہونا	۱۹۷
سورۃ اخلاص سے محبت رکھنے کا صلہ	۱۹۸
سورۃ اخلاص اور معوذتین سے دم کرنا	۱۹۹
ساتواں باب	۲۰۲
ماہِ رمضان کا بیان	۲۰۲
لیلۃ القدر کا قیام کرنا	۲۰۵
لیلۃ القدر کی دعا	۲۰۷
لفظِ قدر کے معانی	۲۰۷
لیلۃ القدر کی علامات	۲۰۸
ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا	۲۰۹
فرائض کو ادا کرنے کا اجر	۲۱۱
دو پیاری چیزوں کے خرچ کرنے کا صلہ	۲۱۳
صرف ایک روزے کا ثواب	۲۱۴
ماہِ رمضان کا قیام کرنا	۲۱۵
آپ کی کثرتِ عبادت	۲۱۶
قربت کی راہیں	۲۱۹
آٹھواں باب	۲۲۲
عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت	۲۲۲
ایک سوال اور اس کا جواب	۲۲۳
نواں باب	۲۲۵
حج اور عمرہ کرنے کی فضیلت	۲۲۵
رسول اللہ ﷺ کی دعا	۲۳۱
آخری عمل کی اہمیت	۲۳۳

عنوان	ص
شہداء کا اٹھنا	۲۳۴
دنیا کے لمحات کی قدر	۲۳۷
صدق کی برکت	۲۳۸
دسواں باب	۲۳۹
اپنی اولاد کو قرآن پاک پڑھانے کی فضیلت	۲۳۹
بہتر کون لوگ ہیں	۲۴۱
آدمی کا بہتر سہارا	〃
قرآن کے ماہر کا مقام	〃
وہ آدمی جو قابل رشک ہے ۔	۲۴۲
مومن کے تاج اور لباس کا حسن	۲۴۳
قوموں کی ترقی و تنزل کا ذریعہ	۲۴۵
عالم کی عابد پر فضیلت	〃
عالم بے عمل کی سزا	۲۴۶
سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت	۲۴۷
گیارھواں باب	۲۴۹
تسبیح وتہلیل اور تکبیر کہنے کی فضیلت	〃
کھانا کھانے کے بعد کی دعا	۲۵۰
نماز کے بعد پڑھنے کا وظیفہ	۲۵۳
سوتے وقت پڑھنے کا وظیفہ	۲۵۵
بہت اونچے درجے کا وظیفہ	۲۵۶
ایک اور وظیفہ	〃

عنوان	ص
مدینہ کی فضیلت	۲۵۷
بارھواں باب	۲۵۹
زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ دینا	〃
سابقہ آیت کے ایک جزء کی توضیح	۲۶۱
بغض وکینہ کے نقصانات	۲۶۴
مسلمان کو مارنے اور گالی دینے کی سزا	۲۶۵
غلام پر تہمت لگانے کی سزا	〃
حسد رکھنے کے نقصانات	〃
کبر کی توضیح	۲۶۶
اللہ تعالٰی کی غیرت	〃
مسلم اور مہاجر کی تعریف	۲۶۷
کلمہ ہلاک کہنے کی ممانعت	〃
آپس میں غصہ رکھنے کی حد	۲۶۸
بے گناہ خادم کو مارنے کی سزا	۲۶۹
لوگوں سے غریب تر لوگ	۲۷۱
حیوان پر ظلم کرنے کی سزا	۲۷۲
غدر اور دھوکے کی سزا	〃
شیطان ایک چیز میں مایوس نہیں ہے ۔	۲۷۴
تیرھواں باب	۲۷۸
نابینے کو چالیس قدم لے جانے کی فضیلت	〃
ضعیفوں کی مدد کرنے کا صلہ	۲۷۹

عنوان	ص
نماز میں ضعیفوں کا خیال رکھنا	۲۸۰
بچوں کی آواز سن کر نماز ہلکی کرنا	۲۸۲
نماز میں بچے کو اٹھانا	۲۸۳
آپ کا وصال سے روکنا	۲۸۴
مسلمان کی تکلیف دور کرنا	۲۸۵
بیمار پرسی کرنے کا ثواب	۲۸۶
یہودی لڑکے کی تیمارداری کرنا	〃
کھانا کھلانے اور عیادت کرنے کی اہمیت	۲۸۷
گمنام اور ناتواں کی فضیلت	۲۸۹
مومن جسدِ واحد کی طرح ہیں	۲۹۰
ہتھیار پکڑ کر چلنے کا طریق کار	۲۹۱
راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنا	۲۹۲
جنت میں پرندہ دل لوگوں کا جانا	۲۹۳
نرمی کی فضیلت	۲۹۴
چودھواں باب	۲۹۶
مسلمان کا کام کرنے کی فضیلت	〃
سوچ کر فیصلہ کرنے کا اجر	۲۹۹
غصہ میں فیصلہ کرنے کی ممانعت	۳۰۰
نیت کے صحیح ہونے کا اجر	〃
کم وقت میں جنت کا پالینا	۳۰۲
فکرمند کرنے والی حدیث	۳۰۴

عنوان	ص
جنت کی خوشبو سے محرومی	۳۰۶
بغیر ارادے کے غیر شرعی کلمے کا حکم	〃
پندرھواں باب	۳۰۹
مصافحہ کرنے کی فضیلت	〃
غلیل دیکھ کر بنانا چاہیے	۳۱۱
جس سے محبت ہو اسی کے ساتھ ہونا	۳۱۱
نبی علیہ السلام کا کسی کو دعا کیلئے کہنا	۳۱۲
ایمان کی حلاوت	۳۱۳
جن لوگوں پر اللہ کا سایہ ہوگا۔	〃
انبیاء و شہداء کا رشک کرنا۔	۳۱۵
جنت میں پہنچانے والا عمل	〃
جس سے محبت ہو اسے مطلع کرنا	۳۱۶
رسول اللہ کی وصیت	۳۱۷
ابوادریس خولانی کا واقعہ	〃
اللہ تعالٰی کیلئے محبت کرنا	۳۱۸
اللہ کیوجہ سے ناراض ہونا	۳۱۹
سولھواں باب	۳۲۰
عمر کے لمبا ہونے کی فضیلت	〃
ابن حجرؒ کے اشعار	۳۳۰
دخول جہنم کا سبب	۳۳۵
بہت بڑی بشارت	〃
ایک ابہام کی توضیح	۳۳۶

عنوان	ص
اخلاص میں توبہ کا صلہ	۳۳۹
اسلام میں مایوسی کفر ہے۔	؍؍
اللہ سے امیدیں وابستہ رکھنا	۳۴۰
غارِ ثور کا واقعہ	۳۴۲
حسنِ ظن کی فضیلت	؍؍
دعا اور رجاء کی فضیلت	۳۴۳
اللہ کی رحمت کا غالب ہونا	۳۴۴
اللہ کا بندے پر مہربان ہونا	۳۴۶
اللہ تعالیٰ کا خوش ہونا	۳۴۷
اللہ تعالیٰ کا دو آدمیوں پر ہنسنا	؍؍
ہندہؓ کا مسلمان ہونا	۳۵۰
ابوسفیانؓ کا مسلمان ہونا	۳۵۱
ایک اشکال کا حل	۳۵۳
ازواج مطہرات کا امتحان	؍؍
اسلام قبول کرنے کی فضیلت	۳۵۶
حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت	۳۶۰
حضرت عمرؓ کی فضیلت	۳۶۵
آپ کا عمرؓ کو خوشخبری سنانا	۳۶۶
امت کے پہلے محدث	۳۶۷
حضرت عمرؓ کی فتوحات کی تمثیل	؍؍
حضرت عمرؓ کا سراپا دیندار ہونا	۳۶۹
حضرت عمرؓ کا سراپا حق بولنا	۳۷۰
حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا	۳۷۰
حضرت ابوبکر و عمر کا باہم ذکر کرنا	؍؍
حضرت عثمانؓ کی فضیلت	۳۷۳
حضرت عثمان کو بشارت سنانا	۳۷۵
ایک اور بشارت	۳۷۶
حضرت علیؓ کی فضیلت	۳۷۷
حضرت علیؓ کو علم دینا	۳۷۸
علیؓ مجھ سے اور میں علی سے	۳۸۱
سعد بن ابی وقاص کی فضیلت	؍؍
جنگ اُحد میں آپ کا مسکرانا	۳۸۲
زبیر بن عوامؓ کی فضیلت	۳۸۳
طلحہ بن عبید کی فضیلت	۳۸۴
جبل حراء کا حرکت میں آنا	۳۸۵
ابوعبیدہ بن جراح کی فضیلت	؍؍
؍؍ ؍؍ ؍؍ کو نجران بھیجنا	۳۸۶
؍؍ ؍؍ ؍؍ کو یمن بھیجنا	۳۸۷
عشرۂ مبشرہ	۳۸۷
بیعت رضوان والوں کی فضیلت	۳۸۸
حضرت ابوہریرہؓ کی فضیلت	۳۸۹
آپ کا دعا کرنا۔	۳۹۰
سلمانؓ بلالؓ اور صہیبؓ کی فضیلت	۳۹۱
حسان بن ثابتؓ کی فضیلت	۳۹۲

عنوان	ص
حضرت حسانؓ کے اشعار	۳۹۵
سعد بن معاذؓ کی فضیلت	۳۹۷
جعفرؓ بن ابی طالب کی فضیلت	۳۹۸
حسنؓ اور حسینؓ کی فضیلت	"
بدر والوں کی فضیلت	۳۹۹
بدری فرشتوں کی فضیلت	۴۰۳
ابو دجانہؓ کی فضیلت	"
حضرت عباسؓ کی فضیلت	۴۰۴
عمرو بن جموحؓ اور عبداللہ بن عمروؓ بن الحرام کی فضیلت	۴۰۵
مصعب بن عمیرؓ کی فضیلت	۴۰۶
سید الشہداء حمزہؓ کی فضیلت	"
جابر بن عبداللہؓ کی "	۴۰۷
دلہن کی آغوش سے شمشیر کی دھار پر	۴۰۸
فاطمۃ الزہراؓ کی فضیلت	۴۰۹
ام المومنین خدیجہؓ کی فضیلت	۴۱۳
جبریلؑ کا صدیقہؓ کو سلام کہنا	۴۱۷
صدیقہؓ کا افصح ہونا	"
آپؐ کا صدیقہؓ کی خوشی معلوم کرنا	"
آپؐ کا صدیقہؓ کی گود میں فوت ہونا	۴۱۸
ام المومنین صفیہؓ کی فضیلت	۴۱۹
صحابہ کی مدح اشعار کی صورت میں	۴۲۰

عنوان	ص
تمت بالخیر	۴۲۳
صحابہؓ کے مختصر حالات	
حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ	۴۲۴
حضرت عمرؓ "	۴۲۷
حضرت عثمانؓ "	۴۳۰
حضرت علیؓ "	۴۳۴
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۴۳۷
حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ	۴۳۸
عبداللہ بن عباسؓ	۴۳۹
حضرت ابوہریرہؓ	"
حضرت انس بن مالکؓ	۴۴۰
حضرت عبادہ بن صامتؓ	"
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	"
جابر بن عبداللہ بن حرامؓ	۴۴۱
حضرت انس الجہنیؓ	"
شداد بن اوس بن ثابتؓ	"
ام المومنین عائشہؓ	۴۴۲
ام المومنین ام سلمہؓ	۴۴۳
حضرت ام ہانیؓ	۴۴۴
اسماء بنت ابی بکرؓ	"
آئمہ و محدثین کرام	۴۴۶
امام مالک بن انسؒ	"

عنوان	ص
امام ابوحنیفہؒ	۴۴۸
امام شافعیؒ	۴۵۰
امام احمد بن حنبلؒ	۴۵۲
امام بخاریؒ	۴۶۰
امام مسلمؒ	۴۶۳
سلیمان بن اشعث سجستانیؒ	۴۶۵
محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	۴۶۷
احمد بن شعیب نسائیؒ	۴۶۸
ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہؒ	۴۶۹
امام بیہقیؒ	۴۷۰
عبداللہ بن عبدالرحمن دارمیؒ	۴۷۱
امام دارقطنیؒ	۴۷۲
امام ابونعیمؒ	۴۷۳
الاسماعیلیؒ	//
امام بغویؒ	۴۷۴
امام طبرانیؒ	۴۷۵
امام ابویعلیٰ موصلیؒ	//
ابن حبانؒ	۴۷۶
امام حاکمؒ	۴۷۷
خطیب بغدادیؒ	//
ابوبکر ابن ابی شیبہؒ	۴۸۰
ابوبکر احمد بن علی المروزیؒ	//

عنوان	ص
احمد بن عمرو بن عبدالخالقؒ	۴۸۰
ابوعوانہؒ	//
ابوداود الطیالسیؒ	۴۸۱
عبداللہ بن مبارکؒ	//
محمد بن عامر الانطاکیؒ	۴۸۵
ابن وہبؒ	//
عبداللہ بن یوسف الجرجانی	//
آدم بن ایاسؒ	//
عبدالرحمن السلمیؒ	//
حامد بن یحییٰ بلخیؒ	۴۸۶
ابوسعید نقاشؒ	//
ابوعبداللہ بن مندہؒ	//
ابن معینؒ	۴۱۷
ابوالحسن بن سفیانؒ	//
سہل بن معاذؒ	//
ابن مردویہؒ	//
حسن بن ضحاکؒ	//
استدعا	۴۸۸

محترم قارئین کتاب ھذا میں اس چیز کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ اور دوسری کتابوں کی جو جو عبارتیں کسی عنوان کی توضیح میں ذکر ہوئی ہیں ان سب کے حوالاجات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ جو آدمی ان حوالاجات کے دیکھنے کا متمنی ہو وہ باآسانی انہیں وہاں دیکھ سکے نیز آیاتِ کریمہ اور چھوٹی احادیث شریفہ کے اعراب کا بھی خاص کر اہتمام کیا گیا ہے تاکہ جو آدمی انہیں یاد کرنے کا خواہشمند ہو وہ بھی باآسانی انہیں یاد کر سکے اور اعراب کی غلطی سے بچ جائے۔ نیز کتاب کی عمدگی اور مضامین کی حسنِ ترتیب میں بھی بندہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے اور اپنے دن رات کے اوقات میں بار بار پڑھا، تاکہ کوئی ایسی کمی اور اعراب کی غلطی نہ رہ جائے جو بندہ اور قارئین کے لئے نقصان دہ ہو اور پھر اس کے ساتھ ساتھ فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی فاضل جامعۃ الامام ریاض فضیلۃ الشیخ شبیر احمد نورانی فاضل جامعۃ الامام ریاض حافظ مسعود عالم فاضل مدینہ یونیورسٹی شیخ عطاء اللہ ساجد فاضل مدینہ یونیورسٹی اور محمد سرور گوہر ایم۔ اے نے بھی اپنے قیمتی اوقات میں بعض نے بعض اوراق پر نظرِ ثانی کی ہے محترم بشیر احمد اور محمد یوسف صاحب نے بھی بعض اوراق کو دیکھا ہے پھر بھی آدمی غلطی کا پتلہ ہے لہذا اگر کہیں ایسا جملہ جو راہِ صواب سے ہٹا ہوا لکھا گیا یا اعراب کی غلطی رہ گئی ہو تو بندہ اس سے خود بھی بیزار اور اللہ تعالیٰ سے معذرت خواہ ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے کیونکہ اس کا شعار ہی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کرنا ہے۔ محترم جناب سیف اللہ خالد فاضل جامعہ ابی بکر الاسلامیہ نے بھی کتابت کے معاملہ

میں کافی تعاون کیا ہے۔ انکے علاوہ اور بھی جنہوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے بندہ ان تمام کا بیحد مشکور اور ته دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انکے علم و عمل میں برکت فرمائے۔ (آمین)

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز
وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر

راجی شفاعت و غفران

محمد منشا بن جمال الدین شہید
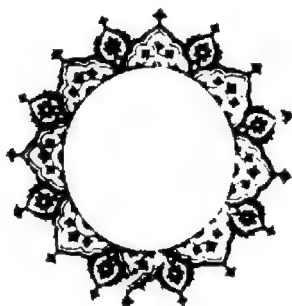
تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ و
السلام علی أشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ
واھل طاعتہ إلی یوم الدین اما بعد

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر بے شمار انعامات و احسانات فرمائے ہیں،
ان احسانات کی فہرست مرتب کرنے کے لئے پوری کائنات کے درختوں کی قلمیں
اور تمام سمندروں کے پانی کی روشنائی بھی ناکافی ہے۔

"وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا"،

پھر اسکی ہر نعمت اتنی بیش قیمت ہے کہ پوری عمر کے سجدے بھی حق شکر ادا کرنے
سے قاصر ہیں اس لئے کوئی آدمی اپنے عمل سے جنت کا استحقاق حاصل نہیں کر سکتا یہ سعادت
تو صرف اسے ہی حاصل ہو سکتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے سرتاپا ڈھانپ لے
چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ
اس نے ہمارے گناہوں کی بخشش و مغفرت کے اسباب بھی خود ہی مہیا فرما دیئے
اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو آخرت کی بربادی سے کوئی شخص بھی نہ بچ سکتا
الا ماشاء اللہ کیونکہ گناہوں کے نتائج بھیانک اور خوفناک ہیں۔ کثرت ذنوب سے
دل سخت اور سیاہ ہو جاتے ہیں گناہوں سے انسان اپنے پروردگار کے غضب کو دعوت
دیتا ہے چنانچہ سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کی داستانوں کا محور یہی گناہ ہیں۔
ارشاد فرمایا۔

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ
أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ
أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (عنکبوت ۴۰)

ہم نے ہرایک کو انکے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا چنانچہ کسی پر تیز آندھی جس میں پتھر بھی شامل تھے مسلط کر دی کسی کو خوفناک کڑک نے جا لیا اور کسی کو ہم نے زمین کے اندر دھنسا دیا۔ اور کسی کو پانی میں غرق کر دیا اللہ تعالےٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو د اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ (سورہ عنکبوت ۴۰)

گناہوں کی بناء پر عذاب کا یہ سلسلہ آخرت میں بھی قائم رہے گا۔

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(آل عمران / ۱۱)

پس اللہ نے انہیں انکے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور اللہ (روز قیامت بھی) شدید عذاب کا مالک ہے۔

ان وحشناک سزاؤں کو پڑھنے کے بعد نیز اس حقیقت کے ادراک کے بعد کہ یہ سزائیں ہماری بداعمالیوں ہی کا نتیجہ ہیں۔ مغفرت کی اہمیت و ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے عفو و مغفرت کے وعدے بھی ہماری تسلی وتشفی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے کہیں اپنا تعارف غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ کہہ کر کروایا یعنی میں گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ کہیں فرمایا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ بلاشبہ تیرا پروردگار وسیع مغفرت فرمانے والا ہے۔ کہیں بندوں کو یہ بشارت سنائی کہ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بے شک اللہ تعالےٰ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ لیکن یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مغفرتِ ذنوب کے کچھ اسباب و وسائل ہیں جنہیں اختیار کرنا ضروری ہے ان وسائل میں توبہ ہے چنانچہ انسان اگر تمام شرائطِ توبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے توبہ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:-

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (النساء / ۱۷)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو انجانے میں گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ بھی کر لیتے ہیں۔

یہاں ہم نے شرائط توبہ کی طرف اشارہ کیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کی شرائط بھی بیان کر دیں۔ اس سلسلہ میں امام نووی ؒ نے ریاض الصالحین میں انتہائی تفصیل کے ساتھ ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ انکی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے۔

اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ اگر گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے اس میں کسی بندے کی حق تلفی نہیں تو اس گناہ سے توبہ کی تین شرائط ہیں۔

(۱) اس گناہ سے یکسر باز آجانا۔

(۲) اس گناہ کے ارتکاب پر نادم و پشیمان ہونا۔

(۳) آئندہ کے لئے اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ عزم کرنا۔

اگر تین شرائط میں سے کوئی شرط بھی مفقود ہو گئی تو توبہ صحیح نہیں ہے۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کی حق تلفی سے ہے تو اس سے توبہ کی چار شرائط ہیں۔ تین شرائط تو یہی ہیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور چوتھی شرط یہ ہے۔ کہ حق والے کا حق ادا کرے۔ مثلاً اسکا مال غصب کیا ہے تو اسے واپس کر دے اور اگر کوئی زبانی دکھ پہنچایا ہو تو معافی طلب کرے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ریاض الصالحین ص ۱۲، ۱۳)

قارئین کرام! مغفرت ذنوب کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ بکثرت نیک کام انجام دیئے جائیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

"إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ"

بے شک نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔

نیز فرمایا:۔

وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ○

اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور پرہیزگار بن جاؤ تو بے شک اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نیز فرمایا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (المائدہ / ۹)

اللہ تعالےٰ نے ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔

قارئین کرام :-

زیر مطالعہ کتاب " بخشش کی راہیں "، کا موضوع بھی یہی ہے یعنی ایسے نیک اعمال کا بیان جو گناہوں کی بخشش کا سبب بنتے ہیں بلکہ موضوعاتی اعتبار سے اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں صرف ایسے اعمال کی نشاندھی کی گئی ہے جو اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی بخشش کا سبب بنتے ہیں۔

دراصل محدثِ دیارِ مصر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ایک مختصر مگر انتہائی جامع اور قیم رسالہ تصنیف فرمایا تھا جس کا نام " اَلْخِصَالُ الْمُكَفِّرَةُ لِلذُّنُوْبِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَالْمُتَاَخِّرَةِ "، رکھا تھا۔ یعنی ایسے نیک اعمال اور فضائل جنہیں کرنے سے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس مختصر رسالہ میں حافظ صاحب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صرف وہ احادیث مبارکہ جمع فرمائی ہیں جن میں بطور خاص کسی نیک عمل کے انجام دینے پر اگلے اور پچھلے گناہوں کی بخشش کا ذکر ہے۔ کتاب کے موضوع سے ظاہر ہے کہ یہ انتہائی مفید اور منفعت بخش کتاب ہے جس پر عمل پیرا ہونے میں دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی مضمر ہے۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی جسکی وجہ سے اردو دان طبقہ اس بیش قیمت سرمایہ سے محروم تھا۔ اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کے انتہائی محترم اور فاضل عالم دین

مولانا حافظ محمد منشاء صاحب کو اجر جزیل سے نوازے کہ انہوں نے اس کتاب کی ضرورت واہمیت کو محسوس کر لیا اور نہ صرف یہ کہ کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا بلکہ موقع بموقع انتہائی مفید توضیحات وتشریحات کے ساتھ کتاب کی عظمت وافادیت میں مزید اضافہ کر دیا اور سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اول سے آخر تک انتہائی سادہ انداز اختیار کئے رکھا بے مقصد قسم کے تکلفات اور بے تکی فصاحت سے یکسر گریز کیا گیا ہے مقصد صرف یہی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اس کتاب سے مستفید ہو سکیں۔ کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے والے اسے اصل موضوع کے علاوہ دیگر بہت سے موضوعات مثلاً توحید، اتباع سنت، فکر آخرت، احوال علماء و محدثین وغیرہ کا مرقع اور ہر مسئلہ پہ کتاب وسنت سے استدلال کا اعلیٰ نمونہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا محترم کی اس نیکی کو اپنی رضا کے لئے خالص بنا لے وجعله فی سجل حسناته لیوم لا ینفع فیه مال ولا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم

مولانا محترم کے اخلاص وتقویٰ کو دیکھتے ہوئے ہمیں قوی امید ہے کہ یہ کتاب یقینی طور پر افادۂ عوام وخواص کا باعث بنے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ،

یہاں ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اس کتاب کی کسی حدیث پر عمل کر کے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اب میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ لہذا اب مجھے مزید نیکیاں سمیٹنے یا توبہ کی ضرورت نہیں رہی بلکہ یہ تو ایک ایسا سلسلہ ہے کہ پوری عمر نیک راہ پر لگانی پڑے گی اور مسلسل توبہ و استغفار کا دامن تھامے رکھنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے لئے اس حقیقت کو شرط کے طور پر پیش کیا۔ فرمایا:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ

اور میں خوب بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے، ایمان دار ہو نیک عمل کرے اور پھر ہمیشہ ہدایت کے راستہ پر چلتا رہے۔

یعنی اس کی نیک روش میں کوئی انقطاع نہ آنے پائے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ توبہ و استغفار کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بلند و بالا مقام پر فائز ہونے کے باوجود ہر روز سو بار یا اس سے بھی زائد استغفار کیا کرتے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ہمیشہ یہی نہج رہا۔ یہی سلف صالحین کی راہ تھی اور ہم بھی اس راستہ کو اپنا کر دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

آخر میں پھر مولانا محترم نیز ان تمام احباب کے لئے دعاگو ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح اس کتاب کی تیاری میں مساہمت و معاونت کی ہے اللہ تعالٰے ان کی اس کوشش کو ذخیرہ آخرت بنائے اور مزید ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن میں مسلک اہلحدیث کی ترقی و تقدم کے اسباب موجود ہوں۔

اللہم وفقنا لما تحب وترضى وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد أشرف الخلائق وعلى آله وصحبه ولمن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ۔ آمین؛

کتبہ / العبد المفتقر إلى عفو ربه وفضله وكرمه

عبداللہ ناصر رحمانی

مرکزی جامع مسجد اہلحدیث کورٹ روڈ کراچی

۲ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرۡهُ تَکۡبِیۡرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الرَّسُوۡلِ مُحَمَّدِ نِ الۡمَبۡعُوۡثِ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَهۡلِ بَیۡتِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ

مقدمہ

فوائد نافعہ

امام الحفاظ شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۸۵۲ کی مایۂ ناز تالیف (اَلۡخِصَالُ الۡمُکَفِّرَةُ لِلذُّنُوۡبِ الۡمُتَقَدِّمَةِ وَالۡمُتَأَخِّرَةِ) کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے ہمارے رفیق فضیلۃ الشیخ مولانا شبیر احمد نورانی صاحب فاضل جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سعودی عرب نے بندہ خاکسار کو کہا تاکہ عوام کے پڑھنے کے لئے زیادہ سہولت ہو اور وہ صحیح معنوں میں اس سے استفادہ کر سکیں۔ اللہ تعالے موصوف کو بھی اس کار خیر میں شریک کرے کیوں کہ انہوں نے اس کام کے کرنے کو کہا اور پورے اخلاص سے کہا ورنہ بندہ کا ابھی تک کوئی ارادہ ہی نہ تھا اور نہ ہی اسکا اہل سمجھتا تھا کہ کتاب ہذا کو اردو میں منتقل کر کے کچھ قدر اس کی توضیح بھی کر دے تو یہ امر بھی واقعہ ہے کہ وہ شخص بھی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہوتا ہے جو کسی شخص کو کسی اچھے کام پر آمادہ کرتا ہے اور پھر اسکی اسمیں حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ؕ

"جو کسی کو نیک کام پر آمادہ کرتا ہے تو یقیناً اسکا بھی اس میں حصہ ہے"
چنانچہ پھر بندہ نے بھی اس کتاب کے مرکزی فوائد دیکھ کر اس کو اردو میں منتقل کرنے کو ضروری سمجھا کیونکہ کتاب ہذا کا نام ہی ایسا جامع اور مانع ہے کہ وہی اس کے مرکزی فوائد اور مضامین نافع کی نشاندہی کر رہا ہے ورنہ ہو سکتا تھا کہ بندہ اسکی طرف قدم نہ اٹھاتا دوسرا یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہر کتاب کے مضامین نافع سے وہ شخص ہی مستفید ہو سکتا ہے جسکا دل حاضر اور بیدار ہو۔ اور وہ طلبِ حق کا صحیح ذوق رکھتا ہو۔

۔ سورۃ النساء آیۃ ۸۵

فوائد نافع

پہلا فائدہ

ہر شخص چاہتا ہے کہ میں آخرت میں خوشحال اور سرخرو ہوں اور دنیا سے اس حال میں رخصت ہوں کہ میرے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو اور فرشتے میری آمد و ملاقات کے منتظر ہوں تو ایسا ضرور ہو گا بشرطیکہ وہ اس کتاب کو پڑھے اور اس میں مذکورہ ہدایات کا عملی نمونہ بن جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو خوشخبری

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ[1]

وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے جب جماعتوں کی صورت میں انہیں جنت کی طرف چلایا جائے گا یونہی پہنچیں گے تو اسی وقت انکے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو یہی نہیں بلکہ انہیں سلامتی اور خوش آمدید کہنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ رہنے کی بھی خبر دیں گے۔

صبر کرنے والوں کو خوشخبری

وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ[2]

فرشتے ہر دروازے سے نیک لوگوں کو سلام کریں گے اور انہیں انکے

---

[1] سورۃ زمر آیۃ ۷۳ [2] سورہ رعد آیۃ ۲۳

صبر و استقامت کی داد دیں گے اور کہیں گے کیا ہی خوب ملا ہے تمہیں گھر آخرت کا۔

دوسرا فائدہ

اور یہ بھی انسان کی خواہش اور حسرت ہے کہ میرا مقام انبیاء صدیقین شہداء اور صالح لوگوں کے ساتھ ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی کو حاصل کرنے کی بے حد کوششیں کیں اور ہر کار خیر میں پیش پیش رہے تو یقیناً آپ بھی ان لوگوں میں داخل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ آپ بھی طالب حق ہوں اور آپکی محنتیں اور کوششیں مخلصانہ ہوں۔

وہ عمل جس کے ذریعے چار قسم کے اعلیٰ لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا [۱]

جو لوگ اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ ہی لوگ انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر وہاں اللہ کا خصوصی انعام ہے اور کیا ہی یہ خوب ساتھی ہیں۔

اللہ پر راضی ہونے کا صلہ

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

---

[۱] سورہ نساء ایۃ ۶۹

مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي [۱]

اے نفس اطمینان والے تو اب اپنے رب کی طرف لوٹ
جوکہ تو اس پر راضی تھا اور اب تم کو بھی راضی کر دیا گیا چنانچہ
اب میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا۔

توضیح :۔ ان بندوں سے مراد وہی چار قسم کے اعلیٰ لوگ ہیں جنکا کہ پہلی آیتِ کریمہ میں ذکر ہو چکا ہے۔

تیسرا فائدہ

اور یہ بھی انسان خواہش اور تڑپ رکھتا ہے کہ میرا دل اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کی محبت سے مہک اٹھے اور اس میں وہ لطافتیں اور نزاکتیں ہوں جو ایک مومن کے دل میں ہونی چاہییں اور پھر اس کو وہ نور و جمال اور حیاتِ جاودانی ملے گویا کہ اس پر موت واقع ہی نہیں ہوئی اور کوئی شیطان اس کے قریب تک نہیں آیا تو یہ امر بھی بعید نہیں بشرطیکہ تیرا ولولہ اور ذوق صحیح ہو اور انتھک محنت ہو۔ جیساکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

(۱) اَللّٰهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ [۲]

اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنا بنالیتا ہے اور ہدایت اسے دیتا ہے جو اسکی طرف لپکتا ہے۔

(۲) قُلْ إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ [۳]

اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ اعلان کر دیں کہ یقیناً اللہ جن

---

[۱] سورہ الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰

[۲] سورۃ شوریٰ آیت ۱۳ [۳] سورہ الرعد آیت ۲۷

بے ذوق لوگوں کو چاہتا ہے راہِ حق سے ہٹا دیتا ہے اور جو اسکی طرف لپکتے ہیں انہیں ہدایت دیتا ہے۔

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ [1]

پس جس کی طلب دیکھ کر اللہ تعالٰے چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے تو اسکا ظرف وسیع کر دیتا ہے۔

توضیح

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالٰے کا انتخاب کرنا دو طرح کا ذکر ہوا ہے چنانچہ ایک اسکا انتخاب یہ ہے جس کو اجتباء کہتے ہیں کہ وہ بغیر کسی شخص کی عملی کوشش اور جدوجہد کے اسے چن لیتا ہے اور اس کو اس مقام پر فائز کرتا ہے۔ کہ جہاں کسی ستارے کی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔

چنانچہ اسی زمرہ میں وہ انبیاء اور اولیاء آتے ہیں۔ جو پیدائشی طور پر ہی نیکی اور راستی کا پیکر ہوتے ہیں اور قدرتی طور پر ہی انکی طبعیت بدی اور برائی سے بھاگتی اور متنفر ہوتی ہے۔

دوسرا اسکا انتخاب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت دیتا ہے تو اس زمرہ میں وہ لوگ آتے ہیں جو پیدائشی طور پر ہی نیکی اور اچھائی سے بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ اور قدرتی طور پر ہی انکا نیکی کی طرف کوئی میلان نہیں ہوتا تو یہ لوگ بھی اگر ہمت اور جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ بھی اللہ تعالٰے کے اولیاء اور مقرب نہ بن سکیں اور اسکی بھیجی ہوئی ہدایت سے مستفید نہ ہو سکیں۔

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے۔ طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوہ ساقی

---

[1] سورۃ انعام آیت ۱۲۵

چوتھا فائدہ

یہ بھی انسان کی تمنا اور خواہش ہے کہ مجھے شرح صدر حاصل ہو اور ہر طرح کی لایعنی اور فضول خواب و خیال کی دنیا سے پاک وصاف ہو جاؤں اور دل میں وہ فہم و فراست اور علم و حکمت کی قوتیں جاگزیں ہوں۔ جو کبھی نکلنے نہ پائیں تو انکا حصول بھی ممکن ہے۔ کیونکہ یہ بھی جد و جہد اور صحیح ذوق کا نتیجہ ہیں ۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے ۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؁

راہ حق کی تلاش میں جو لوگ انتھک ہمت اور کوشش کرتے ہیں تو ضرور ہم انکو اپنی سیدھی راہیں دکھا دیتے ہیں اور یقیناً اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

اس مقام پر مجھے وہ مکالمہ یاد آیا جو امام شافعی اور انکے استاذ حضرت وکیع کے درمیان ہوا تھا امام شافعی فرماتے ہیں۔

شَكَوْتُ إِلٰى وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ ۔ وَأَرْشَدَنِيْ إِلٰى تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

میں نے اپنے شیخ حضرت وکیع کی طرف اپنے کند ذہن ہونے کی شکایت کی کہ مجھے کوئی ایسا نسخہ بتائیں جسکے استعمال سے میری طرف علوم نافعہ سمٹتے ہوئے چلے آئیں

امام وکیع رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا

وَاعْلَمْ أَنَّ الْعِلْمَ فَضْلُ اللّٰهِ ۔ وَفَضْلُ اللّٰهِ لَا يُؤْتٰى لِلْعَاصِيْ

تو انہوں نے فرمایا کہ اس بات کو غور سے سن لینا کہ نور نے گناہوں کے قریب تک نہیں جانا کیونکہ علم اللہ کا فضل ہوتا ہے اور یہ وہ

؁ سورۃ روم آیت ۵۹ ؁ العنکبوت آیت ۶۹

اپنے نافرمانوں کو کب دیتا ہے۔

توضیح

اب ان اشعار کا پس منظر واضح ہے کہ جس شخص کی تمنا اور خواہش ہے کہ مجھے شرح صدر حاصل ہو اور ہر بھلائی میری طرف سمٹ ہوئی چلی آئے تو اگر اس نے گناہوں سے اجتناب کیا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان نعمتوں سے سرشار نہ ہو کیونکہ معلوم ہے کہ پہلی نیکی دوسری کا سبب ہوتی ہے اور اسی طرح پہلی برائی دوسری کا سبب بنتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمین زرخیز ہو اور پھر پیداوار نہ دے۔

پانچواں فائدہ

اور یہ بھی انسان کی تمنا اور آرزو ہے کہ خود اللہ تعالےٰ مجھ سے محبت کرے اور میں اسکی نظر میں محبوب تر ہو جاؤں اور ملأ الاعلیٰ جو اللہ کے خاص مقرب ہیں ان سے بھی اس باب میں آگے نکل جاؤں تو یہ عزت یہ مقام اور شرف مل سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ غلامی میں مخلص اور ذوق صحیح رکھتا ہو۔

جیسا ارشاد باری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا [1]

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن انکی محبت ہر چیز میں ڈال دیتا ہے۔

---

[1] سورۃ مریم آیت ۹۶

توضیح

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مومن جب اللہ کا فرمانبردار ہو جاتا ہے تو پھر ہر چیز اسکی خادم بن جاتی ہے اور دنیا کی ہر چھوٹی بڑی بزم میں اسکا چرچا شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی محفل کوئی انجمن ایسی نہیں ہوتی جہاں اسکی آؤ بھگت اور تواضع نہ ہوتی کہ قدسی جو انتہائی پاکیزہ اور صاف ستھری مخلوق ہے وہاں تک رسائی ہو جاتی ہے اور آسمان کے ہر افق پر اسکی بزمیں قائم ہوتی ہیں تو یہ مقام یہ شرف اسی وقت مل سکتا ہے جب کہ تیرا قلب سلیم ہو اور اس میں کفر و شرک اور نفاق کی میل تک نہ ہو۔

تنبیہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پستی ناکامی، ذلت، اور رسوائی اسی وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے اصل راستہ سے بھٹک جائے۔ شیطان اور اسکے چیلوں کی ہر محفل کو ٹھنڈ کرتا ہے لیکن پھر بھی اگر سنبھل گیا اور اپنی روش کو بدل لیا تو دامن میں بہت کچھ سمٹ سکتا ہے ورنہ اگر احساسِ گناہ تک ہی ختم ہو گیا تو پھر اسکی خود اپنی تباہی اور بربادی نہیں بلکہ پوری دنیا اسکی نحوست کا شکار ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ[۱]

نحوست جو تری اور خشکی میں پھیلی ہوئی ہے اسکا سبب صرف

---

[۱] سورہ روم آیت ۴۱

یہ ہی ہے کہ جو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے کمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بعض انکے بُرے اعمال کی سزا اسلئے دیتا ہے کہ شاید وہ اپنی اس روش سے پلٹ آئیں۔

تنبیہ در تنبیہ

ارتکابِ معاصی کا اثر صرف زمین تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات سمندر کی تہہ اور تحت الثریٰ تک پہنچ جاتے ہیں اور ایسے ابھرتے اور پھیلتے ہیں کہ کوئی مخلوق ان جراثیم سے نہیں بچ سکتی حتیٰ کہ آسمانی اُفق پر بھی اسکے اثرات جا پہنچتے ہیں بارش کی بوند تک نہیں ٹپکتی۔ جو خوشحالی اور رحمت کا پیغام لائے اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق اس سے مستفید ہو سکے۔

جیسکہ ارشاد باری ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ[1]

اللہ تعالےٰ نے وادی مکۃ المکرمہ کی مثال بیان کی ہے کہ وہاں کے لوگ ہر اعتبار سے امن و اطمینان میں تھے۔ اور ہر طرف سے ان کی روزی فراغت سے چلی آتی تھی پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اسکی نشانیوں اور اسکے پیغمبر کو ستایا، تو اللہ تعالیٰ

---

[1] سورہ نحل آیت ۱۱۲ ۱۱۳

نے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب لازم کر دیا کیونکہ ان لوگوں کے پاس انہیں میں سے ایک رسول آچکا تھا جس کی انہوں نے تکذیب کی تو پھر اللہ تعالےٰ نے انکو پکڑ لیا کیونکہ وہ واقعۃً قصوروار تھے۔

برائی کی نحوست اور اسکے اثرات

آپ ذرا غور کریں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے من سلویٰ جیسی اللہ تعالےٰ کی نعمت کی ناشکری کی اور کم تر کو اعلیٰ کے مقابلے میں پسند کیا تو انکی ناشکری صرف انہیں پر اثر پذیر نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک آنے والی پوری انسانیت اس معجزانہ نعمت سے محروم ہوگئی۔ ورنہ بعید نہ تھا اگر وہ اسکی قدر کرتے تو پوری انسانیت تا قیامت اس سے مستفید ہوتی۔

حضرت عیسیٰ ؑ کی قوم کی ناشکری

پھر کچھ مدت بعد چند افراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پڑ گئے اور مطالبہ کیا کہ کیا آپ کا رب اس چیز پر قادر ہے کہ وہ آسمان سے دسترخوان نازل کرے اور ہم کھائیں جب ایسا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہماری اس بات کو نہ ملنے اور ہماری یہ خواہش پوری نہ کرے تو آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اسی وقت کھانوں سے بھرا ہوا دسترخوان آسمان سے اتر آیا پھر ایسا ہوا کہ بڑے اور طاقت ور لوگ کھا جاتے اور کمزور اور محتاج لوگوں کو محروم رکھتے۔ جو بچ جاتا وہ کل کے لیئے بچا رکھتے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں ذخیرہ کرنے سے بڑی سختی سے منع کیا تھا۔ لیکن باوجود

اس کے انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی اسی بُری عادت پر کاربند رہے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ دسترخوان اترنا بند ہوا اور جس حال میں پہلے تھے۔ اس سے بھی زیادہ اللہ کے ہاں بے ادب اور مغضوب قرار پائے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ[1]

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا کہ کیا آپ کا رب یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ آسمان سے ہم پر دسترخوان نازل کرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم مومن ہو تو ایسے سوالات کرنے سے اللہ سے ڈرو تو انہوں نے کہا کوئی اور بات نہیں ہم نے تو صرف اس لئے مطالبہ کیا ہے تاکہ ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور یہ بھی جان لیں کہ تو نے ہماری اس بات کو سچ کر دکھایا ہے اور ہم اس پر گواہ ہو نگے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ آسمان سے دسترخوان نازل کر تاکہ ہمارے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو اور دوسرا تیری طرف سے ایک نشان قدرت بھی ہو اور تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اچھا میں دسترخوان ضرور نازل کر دیتا ہوں لیکن اس کے بعد پھر اگر کوئی میری نافرمانی پر اتر آیا تو پھر اسکو عذاب بھی وہ دونگا جو آج تک ایسا دنیا میں کسی قوم کے حصہ میں نہیں آیا۔

تمام قوموں کی تباہی اور بربادی کا واحد سبب

ان آیات اور گذشتہ آیات کا پس منظر واضح ہے مزید آپ حدیث اور تاریخ انبیاء

[1] سورہ مائدہ آیت ۱۱۲ تا ۱۱۵

کا گہرا مطالعہ کریں تو قوموں کی ہلاکت اور انکی تباہی کا سبب سوا اس کے کچھ نہیں ملے گا کہ انہوں نے صرف اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلایا، مارا، اور انکا مذاق اڑایا حتی کہ مجنون تک کہا تو پھر ہی ان پر اللہ کا عذاب امنڈ آیا ورنہ اگر وہ قومیں مانتیں ادب کرتیں اور گناہوں سے بچتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ عزت واحترام کے عظیم درجات پر فائز نہ ہوتیں اسکی جتنی تفصیل چاہیے خلاصہ یہ ہی ہے کہ انبیاء کی نافرمانی زہر سے بھی زیادہ مہلک اور تباہ کن ہے جسکا بارہا قومیں تجربہ کر چکی ہیں۔ تو اب جسطرح زہر استعمال کرنے والا ہلاکت سے نہیں بچ سکتا تو اسی طرح انبیاء کا نافرمان اور ان کا مذاق کرنے والا بھی غلط حرف کی طرح مٹ جاتا ہے۔ اور سوا اسکی داستان اور کہاوت کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

ارشاد باری ہے۔

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ [۱]

ہم نے انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور سوا انکی داستانوں کے اور کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ تو یقیناً اس میں ہر صابر اور شکر کے لئے عبرتیں پنہاں ہیں۔

توبہ کرنے اور ڈر جانے کا صلہ

اب یہ صحیح ہے کہ انسان سے غلطی ہو جاتی ہے بھول جاتا ہے اور نفس امارہ کی پیروی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن اس کے اثرات اسی وقت بڑھتے اور پھیلتے ہیں جب تکبر اور انانیت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور نکلنے کا نام تک نہیں لیتی، ورنہ اگر قبر، حشر اور موت کی سختیاں یاد کر کے چلا اٹھے اور خوف الٰہی سے ابر رحمت کی طرح آنسو ٹپکنے لگیں تو بعید نہیں کہ اس

---

[۱] سورہ سبا آیت ۱۹

کے غضب کی آگ بجھ جائے۔ اور ایسا ایک ہی آنسو اسکی زندگی کی سیاہ کاریوں اور برائیوں کو دھو ڈالے۔ لیکن ایسا آنسو ہر شخص کو کہاں نصیب ہوتا ہے البتہ جو ذوق اور جستجو کرے۔ تو اسکے لیئے یہ منزل دور بھی نہیں۔

جیساکہ ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا[1]

اور رحمان کے وہ بندے ہیں جو اللہ تعالٰے کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے، اور نہ ہی کوئی جان جو اللہ تعالٰے نے ان پر حرام کی ہے بغیر حق کے قتل کرتے ہیں اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں۔ تو یقیناً جس شخص نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا تو ضرور وہ بہت بڑے وبال کو پہنچ کر رہے گا۔ اور پھر ـــــ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا کہ جہاں وہ ہمیشہ رسوا ہو کر رہے گا۔ مگر وہ شخص جس نے توبہ کی اور پھر اچھے عمل کئے۔ تو ایسے شخص کی اللہ تعالٰے برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیتا ہے کیونکہ وہ بے حد بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سورہ طٰہٰ میں یہی مضمون اور زیادہ پختگی سے ذکر ہوا ہے کہ جو آدمی دل کی سچائی اور اخلاص سے توبہ کرتا ہے تو پھر ایسا کوئی گناہ نہیں جو اس کا معاف نہ ہو۔

جیساکہ ارشادِ باری ہے۔

---

[1] سورہ الفرقان آیت ۶۸ تا ۷۰

وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی[1]

یقین جانو میں اس شخص کو ضرور معاف کرنے والا ہوں جو ایمان لایا اور عمل صالح کئے اور پھر سیدھی راہ پائی۔

تو ان آیات میں بے حد انسان کو سمجھایا اور خبردار کیا گیا ہے کہ مایوسی اور ہمت ہار بیٹھنا تو کافر اور گمراہ لوگوں کی عادت ہے۔ نہ کہ ایک مسلمان اور موحد آدمی بھی اس جال میں پھنس جائے۔ اور وہ اپنی ایک قیمتی متاع حیات ضائع کر بیٹھے تو ایسی خصلت ذمیمہ اور قبیحہ سے تو ہر وقت آدمی کو سمٹ کر رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسی حالت میں ہی اس پر موت واقع ہو جائے اور وہ اپنی قیمتی متاع کھو بیٹھے آپ کو معلوم ہے کہ جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور بیٹے کی خوشخبری دی تو ساتھ یہ بھی کہا تھا ذرا غور کرنا کہ خواہ ظاہری اسباب کتنے ہی آپ کو کمزور نظر آرہے ہوں لیکن پھر بھی آپ کو مایوس نہ ہونا چاہیے کیونکہ موحد کا بھروسہ اسباب پر نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف اپنے اللہ پر ہوتا ہے اور مایوسیوں میں پھنس جانا اہل اللہ کا کام نہیں بلکہ یہ تو صرف کافر اور گمراہ لوگوں کا کام ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے۔

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ[2]

فرشتوں نے کہا ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں لہذا آپ مایوس نہ ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ایسا تو گمراہ لوگوں کے علاوہ کوئی مومن نہیں جو اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہو۔

---

[1] سورہ طٰہٰ آیت ۸۲ [2] سورہ الحجر آیت ۵۵ تا ۵۶

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت

ارشاد باری ہے۔

وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [1]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں اللہ تعالٰی سے مایوس نہ ہونا کیونکہ یہ عادت تو صرف قوم کفار کی ہے۔

یاد رکھنا کہ وہ امید ہی ہے کہ بندہ اور خالق کے درمیان ایک راز کی چیز ہے جس کی کسی تیسرے کو خبر تک نہیں اور یہ ہی اسکی ایک ڈھال ہے۔ جو اس کے بچاؤ کا آلہ ہے۔ اور یہ ہی اسکا ایک سرمایہ ہے جس پر نجات کا مدار ہے۔

نہ ہو نومید نومیدی زوال علم و عرفان ہے   اُمید مرد مومن ہے خدا کے رازدانوں سے

تنبیہ :-

اب یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ گذشتہ جو آیات گزری ہیں ان میں گناہوں سے پاک صاف ہونے کا ایک فارمولا ذکر ہوا ہے جو دو کڑیوں پر مشتمل ہے۔ کہ گناہ اسی شخص کے مٹتے ہیں اور نیکیوں سے بدلتے ہیں جو مخلصاً ایمان لاکر اعمالِ صالح پر کاربند ہو جائے اور فیصلہ کرے کہ آئندہ کبھی گناہوں کے قریب تک نہیں جاؤں گا۔ ورنہ جو بغیر عمل صالح اور موحد ہونے کے خوش ہو اور اُمید لئے بیٹھا ہے تو یاد رکھنا یہ ایک تلبیس ابلیس ہے جس سے ہر وقت آدمی کو سنبھل کا رہنا چاہیے۔ مزید اسکی تفصیل چاہیے تو وہ سورہ نون کے دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کرے۔

---

[1] سورہ یوسف آیت: ۸۷

توحید کی برکتیں

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی رعایتیں اور سہولتیں ایک مردِ موحد کو فراہم ہوئی ہیں کسی اور کو نہیں ہیں اسکی رعایتوں اور سہولتوں کے دروازے تو اسقدر وسیع اور کھلے ہیں کہ آدمی دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے آخر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ خواہ کسی شخص کے پاس اعمال کے فلک بوس پہاڑ بھی جمع ہو جائیں مگر ان اعمال میں توحید نہ ہو تو ان سب کو (ھباءً منثوراً) کی طرح اڑا دیا جائے گا، اور وہ اڑتے ہوئے نظر تک نہیں آئیں گئیں۔ ورنہ اگر ان میں توحید کی ایک رمق بھی ہوئی تو بعید نہیں کہ وہ اتنی وزنی اور بھاری ہو کہ زمین وآسمان کے ثقل سے بھی وزنی ہو جائے اور اسکی نجات اور دخولِ جنّت کا سبب بن جائے اب یہاں ایک اور چیز کی وضاحت کردینا بھی ضروری ہے کہ نجات اور دخولِ جنت کا سبب وہ ہی امید ہو سکتی ہے جو اعمال صالح کے بعد پیدا ہو ورنہ بغیر عمل جو امید لئے بیٹھا ہے (تو غور کرنا یہ تو صرف شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔

جیساکہ ارشادِ باری ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اسکی راہ میں جہاد کیا تو یہ ہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا بے حد مہربان ہے۔

رجا اور امید کے ساتھ اگر خشیت الٰہی کا بھی ایک پر ہو تو پھر ہی پرواز صحیح ہو سکتی ہے ورنہ اِمکان ہے کہ گر جائے۔ (الایمان بین الخوف والرجاء)

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۱۷

چھٹا فائدہ

آدمی اس چیز کا بھی خواہش مند اور طلبگار ہوتا ہے کہ اولاد صالح اور نیک ہو جو اس کے علم و عمل اور رختِ سفر کی صحیح جانشین ہو اور یہ ایسی آرزو اور تمنا ہے جو صرف چند افراد تک محدود نہیں بلکہ اس کی تڑپ اور خواہش سبھی لوگ رکھتے چلے آئے ہیں۔ نبیوں کی تو اکثر یہ حالت ہو جایا کرتی تھی کہ اپنی سحر خیزی میں آبدیدہ ہو جاتے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت عجز و انکساری اور عاجزی سے دعائیں کرتے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ[1]

اے میرے پروردگار مجھے نیک اولاد دے۔ تو ہم نے اس کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی۔

پہلی آیت کریمہ کے جامع مانع اور مختصر الفاظ سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دعاء کو اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ جس طرح کوئی شخص اپنا معمول بہ فرض کیا ہوا وظیفہ اور ورد کرتا ہے دوسری یہ چیز بھی اس آیت کریمہ کے جزِ اول (رَبِّ هَبْ لِي) سے واضح ہوتی ہے کہ اس کو پڑھنے وقت اس قدر اس پر توجہ اور زور دیتے تھے کہ آپ کا سوز اور سینے کا درد اس حد کو پہنچ جاتا تھا جس طرح کہ کوئی چیز آگ پر کھولتی اور اُبلتی ہوئی آواز کرتی ہے اور پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت آپ کے جسم و روح کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی تو اب یہاں یہ چیز بھی قابلِ غور ہے۔ کہ اگر ابراہیم علیہ السلام اپنے اعتقاد میں مضبوط اور پختہ نہ ہوتے اور اُن میں وہ اوصاف نہ ہوتے جو ایک مردِ موحد اور مومن میں ہونے چاہئیں تو ان کے لئے ناممکن کام کبھی ممکن نہیں ہو سکتے تھے جنہیں کہ وہ حاصل کر پائے تھے تو ظاہر ہے کہ یہ صرف توحید اور استقامت کی برکت تھی اور اس محبت کی کہ جس

[1] سورہ الصّٰفّٰت آیت: ۱۰۰ تا ۱۰۱

ہیں وہ سرشار تھے۔ اور اُن آہوں کی جن میں انکی راتیں کٹتی تھیں۔

گر نیاز و اعتقادِ آں خلیل   گشت ممکن امرِ صعب مستحیل [1]

اگر ابراہیم علیہ السلام کا اعتقاد پختہ نہ ہوتا اور ان میں عجز و انکساری نہ ہوتی تو ممکن ہی نہ تھا کہ انکے لئے یہ مشکل کام آسان ہو سکتے۔

وہ اوصاف جو ہر نبی میں نمایاں ہوتے ہیں۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ [2]

یقیناً ابراہیم علیہ السلام بردبار درد مند، رجوع کرنے والا تھا۔

ان ایات میں عوز کریں تو آدمی اور زیادہ حیران ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی سی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین اوصاف ذکر ہوئے ہیں۔ اب ہر آدمی یہ باور کر سکتا ہے کہ جو شخص اِن تین اوصاف کا متحمل ہو تو اسکی بارگاہ الٰہی میں گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے وقت کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ نواب مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں (حلیم) اور (اواہٗ منیب) کی کچھ قدرے عربی لغت کے اعتبار سے توضیح کر دی جائے تاکہ انکا صحیح مفہوم واضح ہو سکے۔

حَلِيْمٌ :- بردبار، تحمل والا، (مادہ حلم) سے ہے جس کا معنیٰ ہے کہ جو غصے اور جوش و خروش کے وقت اپنی طبیعت پر قابو پالے اور یہ اللہ کے اسماء حسنیٰ سے ہے۔ بہترین اور اصلی حلم تو اسی اللہ تعالےٰ کا ہے۔ ورنہ جس طرح لوگ اس کی ناشکری اور نافرمانی کرتے وہ انہیں اسی وقت ہی تہس نہس کر دے۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود بھی حلیم تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے لڑکا بھی حلیم دیا کیونکہ ظاہر ہے کہ اکثر باپ کے اوصاف بیٹے میں ہوا کرتے ہیں۔

---

[1] مثنوی مولانا روم [2] سورہ ہود: ۷۵

جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ[1]

اَوَّاہٌ :- اس کے اشتقاق کے بارے میں علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

واعلم ان اشتقاق الاواہ من قول الرجل عند شدۃ حزنہ اوہ والسبب فیہ ان عند الحزن یختنق الروح القلبی فی داخل القلب ویشتد حرقہ فالانسان یخرج ذلک النفس المحترق من القلب لیخف بعض مابہ ھذا ھو الاصل فی اشتقاق ھذ اللفظ

آپ جان لیں کہ (اواہ) کا اشتقاق آدمی کے اس قول سے لیا گیا ہے جو آدمی بیحد غم اور اندوہ کے وقت آہ ، اوہ ، کہتا ہے اور اس کے کہنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب غم اور اندوہ کے وقت آدمی کی روحِ قلبی قلب کے اندر ہی اندر جلتی اور دباؤ میں آتی ہے تو پھر جلتا ہوا یہ سانس آدمی اپنے دل سے نکالتا ہے تاکہ اس شدتِ غم میں کچھ تخفیف ہو جائے۔ چنانچہ یہی اس لفظ کے اشتقاق کی اصل وجہ ہے۔

اور یہ بھی جان لیں کہ یہاں (اواہ حلیم) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو اوصاف ذکر ہوئے ہیں جن میں بے حد تاکید اور مبالغہ ہے۔ اور حقیقت پر مبنی ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جب وہ اللہ تعالےٰ کو پکارتے تھے۔ تو بے حد آہ و زاری سے پکارتے تھے کہ انکے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہو جاتا تھا۔

---

[1] سورۃ الصّٰفّٰت ایت ۱۰۱

(ہم انکو ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی ، اسکی جمع غلمان ، اغلمۃ ، غلمۃ بھی آتی ہے)

جیسا کہ روح المعانی میں ہے۔

وصح غیر واحد انہ فعّال للمبالغۃ

بہت سے اہل علم نے کہا ہے کہ (فعال) کا وزن مبالغہ کے لئے ہے۔ اور ایک صحیح روایت میں بھی ہے۔ کہ جس میں (اواہ) کی توضیح یوں ذکر ہوئی ہے

ای الخاشع المتضرع [1]

گڑگڑاتے اور آہ و زاری کرنے والا

مُنِیْبٌ :- انابۃ سے اسم فاعل ہے باب افعال ہے اور نَوبٌ مادہ ہے جس کا معنٰی ہے کہ جو ہر طرف سے ہٹ کر صرف اللہ تعالٰے کی طرف خلوصِ دل سے توبہ اور رجوع کرنے والا ہو اور کسی خاص وقت نہ ہو۔ بلکہ ہر وقت ہو کیونکہ اسم فاعل میں حدث نہیں بلکہ دوام ہوتا ہے۔ تو آخر اللہ تعالٰی نے آپ کی دعاؤں کو یہ شرف قبولیت دیا کہ آپ کو پچھلی عمر میں ایسے دو لڑکے دیئے جو موحد، مودب اور نبوت کے لاثانی مقام پر بھی فائز تھے جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہونے کے تیرہ سال بعد جب آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت انکی والدہ تو بالکل بانجھ تھیں اور یہ ہی آپ کی پہلی بیوی تھیں حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام تھیں یہ آپ کو ہجرت کے دوران ملیں تو خلاصہ یہ ہے۔ کہ جب فرشتہ آیا اور اس نے آکر خوشخبری دی کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا تو حضرت سارہ علیہا السلام نے اظہار تعجب سے کہا کہ کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں تو اسکے قابل ہی نہیں رہی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔

---

[1] تفسیر القرآن الحکیم الشہیر المنار

ارشادِ باری ہے۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ [1]

تو حضرت سارہ علیہ السلام نے اظہارِ تعجب سے کہا کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں تو بانجھ ہو چکی ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے تو ایسے حالات میں لڑکا ملنا ایک عجیب بات ہے۔

لفظ عجوز کی لغوی تشریح: اصل میں عجوز اس کمزور عورت کو کہتے ہیں جو بہت سے کاموں کو سرانجام دینے سے عاجز آ جاتی ہے۔ تو اس اعتبار سے اس عورت کو بھی عجوز کہیں گے جو بچہ جننے کی طاقت کھو چکی ہو [2] سورۃ ذاریات میں لفظِ عجوز کے ساتھ لفظِ عقیم بھی آیا ہے۔

ارشادِ باری ہے

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ

اور اس نے کہا میں تو بوڑھی بانجھ ہوں۔

لفظ عقیم کی لغوی تشریح: عقیم عُقم سے ہے یہ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی طرح کا اثر قبول نہ کرے محاورہ ہے۔ "عَقِمَتْ مَفَاصِلُهٗ" اس کے جوڑ خشک ہو گئے۔ عورتوں میں عقیم اس عورت کو کہتے ہیں جو مرد کے نطفے کو قبول نہ کرے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔

عَقِمَتِ الرَّحِمُ، [3] بچہ دانی خشک ہو گئی

---

[1] سورہ ھود: ۷۲ [2] امام راغب [3] امام راغب

رب، تو اس آیت میں لفظ عقیم سے اور زیادہ وضاحت ہو گئی کہ حضرت سارہ علیہا السلام بچہ جننے کے قابل ہی نہ تھیں۔

البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کے قابل تھے لفظ شیخ سے کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے اس کے قابل نہیں رہے تھے۔ کیونکہ پچاس برس سے لے کر اسی برس کے بوڑھے کو بھی شیخ کہتے ہیں[1] تو آپ اس عمر میں ایک مرد کے لئے اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا کوئی ناممکن نہیں ہے۔ ویسے تو جب آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو اسوقت بھی آپ بوڑھے تھے۔

ارشادِ باری ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ" [2]

اللہ کا بڑا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے کے وقت دو لڑکے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام دیئے یقیناً میرا رب فریاد دعاؤں کو سنتا ہے۔

اگر کوئی بفرضِ محال یہ سمجھ بھی لے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہم بستری کی طاقت کھو چکے[3] تھے۔ تو اسمیں کیا محال ہے اللہ تعالٰی نے دوبارہ بحال کر دیا ہو کیونکہ اسکے ہاں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔

اس کے برعکس حضرت زکریا علیہ السلام کی دعاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے حد بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے۔ اور انکی بیوی بھی بانجھ ہو چکی تھی جیسا کہ قاضی شوکانیؒ نے تصریح کی ہے کہ جو عورت بڑھاپے کے سبب بچہ نہ جننے

---

[1] تاج العروس

[2] سورہ ابراہیم آیت ۳۹ [3] جب حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے تو اسوقت حضرت ابراہیم کی عمر سو سال تھی۔ بحوالہ رحمۃ اللعالمین

وہ بھی عاقر ہے اور جو بانجھ ہو وہ بھی تو حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بھی بانجھ تھیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہؓ تھیں۔ [1]

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعائیں :۔

ارشاد باری ہے۔

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُن بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ [2]

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ آہستہ اور دھیمی آواز سے پکارا اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میری ہڈیاں بے حد کمزور اور بال بھی سفید ہو چکے ہیں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ میں تجھ کو پکار کر محروم رہا ہوں میں اپنے بعد اپنے عصبات سے بھی ڈرتا ہوں۔ اور میری بیوی بھی بانجھ ہے لیکن پھر بھی مجھ کو اپنی نوازشں سے لڑکا عطا کر جو میری اور آلِ یعقوب کی علمی وراثت کا صحیح جانشین ہو، اور پھر اسکو اپنے ہاں پسندیدہ بنا

۲۔ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ [3]

اے اللہ مجھے صرف اپنی نوازشوں سے نیک اولاد دے کیونکہ تو ہی دعا کا سننے والا اور قدر دان ہے۔

[1] فتح القدیر ج ۳ ص ۳۱۱ [2] سورہ مریم آیت ۳ تا ۶ [3] سورہ آلِ عمران آیت ۳۸

(۳) وَ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ [۱]

اور جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بے حد اپنے رب کو عجز و انکساری سے پکارا کہ اے اللہ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا بلکہ میرا بہتر جانشین بنانا اور تو ہی سب وارث بنانے والوں سے بہتر ہے۔

آدمی کسی وقت بھی مایوس نہ ہو: اب ان آیات میں یہ بالتصریح موجود ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام لڑکے کی بشارت کے وقت بے حد بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے۔ تو مزید اسکی واضح دلیل سورۃ مریم کی آیت نمبر آٹھ میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی تو انہوں نے اظہارِ تعجب سے کہا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا [۲]

(جب خوشخبری سنی) تو حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا اے اللہ میرے ہاں لڑکا کس طرح ہو سکتا ہے، حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے۔ اور میں خود بھی بڑھاپے کی آخری کڑی کو پہنچ چکا ہوں۔

لفظ عِتیا کی تشریح: عتیا بڑھاپے کی اس حالت کو کہتے ہیں جب کہ ہڈیوں اور جوڑوں میں خشکی اور بوسیدگی پیوست ہو جائے تو اب اس معنیٰ کی تائید "وَهَنَ الْعَظْمُ" کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ تاج المصادر میں "عتیا" کا معنیٰ بغایت پیری رسیدن کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ "عُتُوٌّ" کے معنی اطاعت

---

[۱] سورہ الانبیاء آیت ۸۹ [۲] سورہ مریم آیت ۸ [۳] تفسیر روح المعانی

سے انکار کر دیتے ہیں چنانچہ یہاں عتیاء کا معنیٰ کمال پیری ہے کیونکہ جب آدمی ضعیف ہو جاتا ہے۔ تو اس کے بھی ہاتھ پاؤں کانپنے لگ جاتے ہیں تو گویا کہ وہ بھی اسوقت ان سب کاموں کے کرنے کا انکار کر دیتا ہے[1]

دعا کرنے کا طریقِ کار

اب یہاں "ندا ئً خفیاً" سے یہ چیز بھی واضح ہے کہ جب دعا کی جائے تو آہستہ اور دھیمی آواز سے کی جائے۔ جو صرف بندہ اور اس کے خالق کے درمیان ہی گفت وشنید ہو۔ تیسرا کوئی شخص نہ سننے پائے، دوسری ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس لیے چپکے اور چھپ چھپ کر دعا کی کہ کہیں مجھے دوسرا آدمی نہ دیکھ پائے کیونکہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی دوسرے آدمی نے مجھے دیکھ پایا اور میری دعا کو سن لیا تو وہ بطور استہزا اور مذاق کے کہیں ہنس نہ پڑے کہ یہ اتنی بڑی عمر کا بوڑھا اور بزرگ آپ اپنے رب سے کیا مانگ رہا ہے تو خیر اب یہ واقعہ آدمی کو جس چیز کا درس دیتا اور اس پر مطلع کرتا ہے وہ یہ ہی ہے کہ خواہ حالات کیسے ہی ناساز ہو جائیں اسباب ٹوٹ جائیں اور ہوا کتنی ہی مخالف چل پڑے تو پھر بھی آدمی کو مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ظلم جہالت اور جمیع کمزوریاں صرف آدمی کے ضمیر وخمیر میں ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی ایسی کمزوری اور ملال نہیں ہے۔ تو اب جو آدمی چاہتا اور تڑپ رکھتا ہے کہ میں بھی ان نعمتوں سے بہرہ ور اور سرخرو ہو جاؤں تو ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے گناہوں سے استغفار کرے، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کا سہارا لے تو وہ بھی انشاء اللہ ضرور ان نعمتوں سے مالا مال اور بہرہ ور ہوگا بلکہ اور نعمتیں بھی اسکی طرف سمٹی ہوئی چلی آئیں گی، جو اس کے حاشیہ خیال میں بھی

---

[1] تفسیر مظہری ج ۴

نہیں ہیں۔

ارشادِ باری ہے۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا [1]

تم اپنے رب سے معافی مانگو تو وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور تم پر آسمان کو برسنے والا بنا کر بھی بھیج دے گا۔ مزید تم کو مال، بیٹے، باغات اور نہریں بھی عطا کرے گا۔

خلاصہ!

اب ان ایات کا پسِ منظر کوئی ایسا مخفی اور الجھا ہوا نہیں کہ جو آدمی کے ذہن اور دماغ میں نہ اتر سکے اور اس کے سمجھنے اور حل کرنے کے لئے مزید اسی کو کتبِ تفسیر اور احادیث کی ضرورت پیش آئے بلکہ ایسا واضح اور نکھرا ہوا موضوع ہے کہ جو ایک معمولی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی اسکو سمجھ اور باور کر سکتا ہے جب ظاہر ہے تو پھر لازم ہے کہ ہم ان خصلتوں کو اپنائیں ان پر عمل کریں اور انکو اپنی زندگی کا سہارا سمجھیں تو یقیناً پھر کوئی وجہ نہیں جو کچھ ان آیات میں ذکر ہوا ہے ہم ان سے محروم رہ جائیں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ اٰمِيْن۔

کتاب ہٰذا کے اندرونی مضامین اور انکی ترتیب :۔

---

[1] سورہ نوح آیت ۱۰ تا ۱۲

اب اس کتاب کے اندرونی مضامین پڑھنے اور دیکھنے سے جو چیز سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مولف اس کتاب میں وہ روایات لائے ہیں جن میں ایسے اعمال اور خصلتوں کا ذکر ہے کہ جو انہیں پڑھے اور ان پر عمل کرے تو یقیناً اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسا ہلکا پھلکا اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے گویا کہ آج ہی وہ اپنی ماں کے پیٹ سے جنم لے رہا ہے، اور یہ بشارت اور خوشخبری صرف ایک ہی روایت میں نہیں بلکہ تمام ان روایات میں ہے جو اس کتاب میں موجود ہیں اب سب سے پہلے وہ روایت جس سے مؤلف نے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ وہ ان صحابہ کی تعریف اور ذکر خیر کے بارے میں ہے جنہوں نے مقام بدر میں اپنے ایمان و یقین اور اسلام پر کٹ مرنے کے ایسے ٹھوس اور پختہ ثبوت دیئے جو کہ رہتی دنیا تک قائم و زندہ جاوید رہیں گے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ لاکھوں کی تعداد میں تھی۔ انکے عزم و استقلال اور قوتِ ارادیہ کو پائمال نہ کر سکی تھی تو یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے اسلام اور دین حق کو غالب کرنے کے لئے اپنی جان، تن، من حتیٰ کہ جس چیز کی بھی ضرورت پڑی پیش کر دی اور بقدر ایک بال کے بھی پیچھے نہیں ہٹے تھے تو پھر اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے انہیں کامیاب اور سرخرو کیا اور یہ اعزاز دیا کہ اے بدر والو واقف ہی ہیں تم کو دیکھ چکا ہوں کہ تم قطعی طور اپنے دعویٰ میں سچے اور پکے ہو لہٰذا اب تم جو عمل کرتے ہو کرو تمہاری کوئی باز پرس نہیں اور میں تم پر خوش ہو گیا ہوں، تو خیر آپ کے صحابہ جو براہ راست آپ سے مستفید ہوئے تھے۔ ان کے پیار و محبت اور بے باکی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب جنگ بدر ہوئی تو آپ نے سعد بن عبادہ رض جو قبیلہ خزرج کے سردار اور سربراہ تھے۔ اسکی طرف آپ نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو حضرت سعد اس چیز کو بھانپ گئے کہ حضور ہم سے

مطمئن ہوتا اور کچھ کہلوانا چاہتے ہیں تو اٹھے اور کہا اے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہم پر مطمئن رہیں اگر آپ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑوں سمیت سمندر میں بھی کود پڑیں گے[1] حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا حضور ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح نہیں جنہوں نے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ آپ اور آپ کا رب جائیے اور لڑے ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے[2] چونکہ ہم آپ کی تصدیق کر چکے ہیں اور آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ لہذا اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے اور برک الغماد تک پہنچنے کا بھی حکم دیں تو ہم وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کے صحابی ہیں ساتھی نہیں ہیں کہ آپ کو راستہ میں چھوڑ کر بھاگ جائیں۔

صلح حدیبیہ کیوقت عروہ کا حیران ہونا:۔

آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ جب بیعت رضوان ہوئی تو عروہ آپ سے ملا اور بے تکلفانہ انداز کے ساتھ آپ سے گفتگو کرنی شروع کی اور یہ عرب کا دستور تھا۔ کہ جب کسی سے بات کرتے تو بات کرتے وقت مخاطب کی داڑھی پکڑ لیا کرتے تھے اسی قاعدہ کیمطابق وہ آپ کی داڑھی کی طرف بار بار ہاتھ بڑھاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ جو آپ کے پیچھے ہتھیار پہن کر کھڑا تھا وہ اسکی اس گفتگو اور جرأت کو گوارہ نہ کر سکا۔ کہا عروہ اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاؤ ورنہ اب بڑھاؤ گے تو واپس نہیں ہٹے گا۔ تو اور بھی اس نے صحابہ کرام کی عقیدت اور ان کے محبت وپیار کے حیرت انگیز پہلو دیکھے تو بے حد متاثر ہوا واپس ہوا تو قریش سے ملا اور کہا۔ کہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضری دی ہے لیکن جو ادب اور عقیدت میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں پائی ہے وہ کسی اور میں کہاں ہے۔ وہ بات کرتے ہیں۔ تو سناٹا چھا جاتا ہے وضو کرتے ہیں تو عاشق اس طرح لپکتے ہیں کہ زمین پر گرنے نہیں دیتے تھوکتے ہیں تو خلقت لوٹ پڑتی ہے۔ اور پروانوں کیطرح اسے ہاتھوں ہاتھ لیکر

---

[1] مسلم [2] بخاری

چہروں پر مل لیتے ہیں۔ اور وہ اتنے بارعب اور پُر رونق نظر آتے ہیں کہ کوئی غیر انکی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا[1] تو اس موقع پر جب عروہ بن مسعود ثقفی نے حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو طنز کرتے ہوتے کہا کہ اگر کہیں لڑائی کا رخ بدل گیا۔ تو یہ آپ کے ساتھی غبار کی طرح اُڑ جائیں گے اور جاتے ہوئے نظر تک نہیں آئیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اٹھے اور انکو اس کی بدگمانی پر اسقدر غصہ آیا کہ ایک بہت بڑی گالی دیکر کہا کہ کیا ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو یہ ہی گالی عروہ کا کام کر گئی اور وہ سمجھ گیا کہ جو قوم اپنے سربراہ کی اسقدر مطیع اور مؤدب ہے اس کو چھیڑنے اور اس کے مقابلہ پر آنے سے سوائے بربادی اور ہلاکت کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔[1]

ایک عفیفہ کی آپ سے عقیدت

صحابیات کو دیکھیں تو آدمی اور زیادہ حیران ہوتا ہے کہ وہ بھی اسلام کی نشر و اشاعت اور آپ کی عقیدت میں اسطرح سرگرم تھیں کہ انصار میں سے ایک عفیفہ کا باپ، بھائی اور شوہر، جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ تو باری باری ان تینوں کی موتوں کی خبریں اس کے کانوں تک پہنچیں لیکن وہ بار بار یہی کہتی اور پوچھتی تھی کہ حضورؐ کیسے ہیں سب نے کہا۔ بخیر ہیں قریب آئی تو دیکھتے ہی وجد میں آگئی اور بے ساختہ آواز کی۔

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ[2]

آپ کو دیکھنے کے بعد سب مصیبتیں رفع ہو گئیں۔

جنگ احد، احزاب، خیبر اور انکے علاوہ اور بھی بہت سی جنگوں میں آپ کو ایسی ہزاروں مثالیں ملیں گی کہ آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین جس قدر آپ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل کرب [2] طبری ص ۱۴۲۵

سے عقیدت اور اطاعت و غلامی کا جذبہ رکھتے تھے۔ انکی مثال نہیں مل سکتی۔ اسکے برعکس آپ بنی اسرائیل کو دیکھیں کہ جب وہ مصر سے نکلے تو بقول تورات چھ لاکھ افراد تھے اگر ان سے بچوں، بوڑھوں، اور عورتوں کو نکال دیں تو پھر بھی کم از کم ایک لاکھ رہ جاتے ہیں۔ اگر لاکھ کا بھی نصف کریں پھر بھی پچاس ہزار ہیں۔ لیکن نبی کی اطاعت اور تنظیم نہیں اور نہ ہی اللہ تعالے کے راستہ میں کٹ مرنے اور فنا ہونے کا جذبہ ہے۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کو نکال کر اور انکو بے دخل کر کے انکے علاقوں پر قابض ہو جاتے اور اپنی ایک اسلامی حکومت قائم کرتے، اس میدان میں تو گردنیں اڑ جاتیں ہیں۔ مال و جان اور عزیز و اقارب سب کچھ جھونک دینے کے بعد پھر جا کر کچھ نصرت و فتح کی جھلک نظر آتی ہے اور قوم کامیاب ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ چیز نہیں تو دشمنوں کی ایک انچ زمین پر قبضہ کرنا بھی مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔ تو اب آپ نیچے ذکر کی ہوئی ان آیات سے بخوبی بنی اسرائیل کی بزدلی اور ذھنی پستی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ارشاد باری ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غَالِبُوْنَ ه وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ه قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ [1]

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جس نے تمہارے اندر نبیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ اس نے تم کو بادشاہت بھی دی ہے اور یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ جو دنیا میں کسی آدمی کو نصیب تک نہیں ہوئیں۔ اے میری قوم اب اللہ تعالےٰ نے اس پاک زمین کو تمہارے حق میں لکھ دیا ہے۔ لہٰذا اب پیٹھ نہ دکھاؤ ورنہ تم بری طرح ناکام ہونے والے پھر و گے۔ تو قوم نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بہت بڑی بہادر اور جنگجو قوم ہے۔ لہٰذا وہ جب تک وہاں سے خود نہیں نکل جاتی ہم ہرگز داخل ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ ہاں اگر وہ خود نکل جائے تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ مگر صرف دو آدمیوں نے جرأت کی [2] جو محض اللہ سے ڈرتے تھے اور یہ بھی صرف ان پر اللہ تعالےٰ کا انعام تھا کہ تم ایک دفعہ دشمنوں پر دروازے سے داخل ہو جاؤ اگر ایک دفعہ ہی داخل ہو گئے۔ تو یقیناً پھر تم

---

[1] سورہ المائدہ آیت ۲۰ تا ۲۶ [2] ایک یوشع بن نون اور دوسرا کالب بن یوقنا

ہی غالب ہو، اور یہ بھی کہ اگر تم مومن ہو تو پھر تم اسی اللہ پر بھروسہ کرو تو آخر انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو وہاں ہرگز داخل نہیں ہونگے جب تک وہ وہاں ہیں رہاں اگر آپ زیادہ مجبور کرتے ہیں، تو پھر تم اور تیرا رب جاؤ۔ اور تم دونوں ہی لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فریاد کی کہ میرے رب اب میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی اور کا مالک نہیں ہوں۔ رہم دونوں حاضر ہیں، لہذا اب تو ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان تفریق کر دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے کہا ہم نے اب چالیس برس تک اس ارض مقدس میں ان کا داخلہ بند کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ بیچ ہی میں سرگرداں اور پریشان پھرتے رہیں گے۔ تو اب آپ بھی اس فاسق قوم پر افسوس نہ کریں۔

ان آیات میں چند چیزیں قابلِ غور ہیں:-

پہلی بات "اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ"

"فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ"

سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ملک شام اس قوم کے لئے لکھا جا چکا تھا تو اگر وہ قوم معمولی سی بھی حرکت اور جرأت سے کام لیتی تو اس کو بڑی آسانی سے فتح کر سکتی تھی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو نبی ہی ایسا دیا تھا۔ جو بے حد طاقتور اور بہادر تھا۔ جیسا کہ جب وہ مدین کے کنوئیں پر پہنچا تو وہ ڈول جو دس آدمی بڑی مشکل سے کھینچتے تھے۔ وہ تنہا حضرت نے کھینچا۔ اور ان دو لڑکیوں کے

بکریوں کو پانی پلادیا۔ پھر وہ قبطی جو بنی اسرائیل کے ایک آدمی سے جھگڑ رہا تھا۔ اس کو ایک ہی گھونسہ لگایا تو وہ بے دم ہو کر گر پڑا۔ ملک الموت کو مارا تو اسکی آنکھ پھوڑ کر رکھ دی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل میں غسل کر رہے تھے۔ تو انکے کپڑے ایک پتھر پر رکھے ہوئے تھے۔ تو اچانک وہ آپ کے کپڑے لے بھاگا۔ اور بنی اسرائیل کی ایک عام محفل میں جا ٹھہرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو اس پر اس زور سے اپنی لاٹھی لگائی کہ اس پر نشان پڑ گئے۔ دریائے نیل پر لاٹھی ماری تو وہ پھٹ گیا۔ اور اس نے گزرنے کا راستہ دے دیا تو آخر آپ ان واقعات سے خود باور کر سکتے ہیں۔ کہ جب ایسا سربراہ کسی قوم کو مل جائے۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ قوم پوری دنیا پر حکومت نہ کرے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قوم ہی بے حد بزدل اور پست ذہن کی حامل تھی۔ بہادری اور مجاہدانہ کردار سے کوسوں دور تھی۔ جس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نبی اس ملک شام کو فتح نہ کر سکا۔ اور یہ ہی حسرت لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(۲) دوسرا اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر و تحمل اور استقامت بھی قابل دید ہے۔ جو آخری دم تک انکے ساتھ رہا اور کبھی اس میں معمولی سا فرق بھی نہیں آیا ورنہ جس قوم کے ساتھ انکا واسطہ تھا۔ اگر کوئی غیر نبی ہوتا۔ تو قوم کی اسقدر بزدلی اور پست ذہنی دیکھ کر یقیناً بھاگ جاتا اور انکی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھتا۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب

یہاں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ ابھر سکتا ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ جو ایسے چند افعال صادر ہوئے وہ ایک ظاہر بین شخص کو نامناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً فرشتے کی آنکھ پھوڑنا، قبطی کو مارنا، کلام الٰہی جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ اس کا پھینکنا، بھائی کو پکڑنا

اور انکی داڑھی کھینچنا ۔ وغیرہ وغیرہ ، تو اللہ تعالےٰ نے ان حرکات کا کوئی نوٹس نہیں لیا ، تو اسکا جواب ظاہر ہے کہ چونکہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا واسطہ ایسی قوم کے ساتھ پڑا تھا جنہوں نے بے حد ستایا ، بات کو نہ مانا ، ساتھ نہ دیا ۔ تو آپ باقاعدہ انکی ان حرکات قبیحہ پر بردباری اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے رہے تو یہ ہی انکی ایک بہت بڑی نیکی اور مجاہدانہ عمل تھا ۔ جس کے مقابلہ میں یہ ایک معمولی سی بھول چوک کچھ حیثیت نہیں رکھتی تھی ۔ کیونکہ حقیقت ہے کہ نیکی تو معمولی سی بھی بہت سی برائیوں کو مٹا دیتی ہے ۔

ارشادِ باری ہے ۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ [1]

یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اور یہ نصیحت ہے ذکر کرنے والوں کے لئے ۔

اِذَا الْحَبِيْبُ اَتٰى بِذَنْبٍ وَّاحِدٍ

جَآءَتْ مَحَاسِنُہٗ بِاَلْفِ شَفِيْعٍ

جب کوئی اللہ کا پیارا ایک برائی کر بیٹھتا ہے ۔ تو اسکی ہزاروں نیکیاں اسکی سفارش کے لئے آ جاتی ہیں ۔

(۳) اب تیسری یہ چیز بھی نمایاں ہے کہ جس قدر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اور اسکی نوازشیں اس قوم کے حصہ میں آئی تھیں ۔ شاید ہی وہ کسی اور قوم کو نصیب ہوئی ہوں تو چاہیے یہ تھا کہ جسطرح اللہ تعالےٰ کے ان پر مثالی احسانات تھے اسی طرح انکی اطاعت اور فرمانبرداری بھی مثالی ہوتی ۔ لیکن ہوا یہ کہ

---

[1] سورہ ہود آیت ۱۱۴

جب عین لڑائی کا وقت ہوا تو انہوں نے ایسے کلمات کہے۔ جو شریعت اور انکی قومی شرافت سے بھی کوسوں دور تھے۔ اور آداب الٰہی کے بھی خلاف تھے۔ تو آخر اللہ تعالےٰ کا نبی بھی بے حد غیور اور باحیا ہوتا ہے وہ کب چاہتا ہے کہ اوامر الٰہی اور اسکی حدود کو پائمال ہوتا ہوا دیکھے اور ان کا برسر عام گلیوں اور بازاروں میں استہزا کیا جائے۔ تو آخر مجبور ہو کر اللہ کا نبی بارگاہِ الٰہی میں یوں سجدہ ریز ہوا اور دعا کرنا شروع کی کہ اسے اللہ تو جانتا ہے کہ اس قوم نے کسقدر میری بے وفائی اور تیرے احکامات عالیہ کی خلاف ورزی کی اور میں نے کسقدر ان پر بردباری اور درگزری سے کام لیا تو اب صرف یہ کہ میں اپنے بھائی اور اپنی جان کا تو ذمہ دار ہوں کہ آپ جو ہمیں حکم دیں ہم کرنے کو تیار ہیں لیکن اس قوم پر ہم کو کوئی بھروسہ اور اعتماد نہیں ہے۔ چنانچہ اب میں دعا کرتا ہوں۔

فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ ه

تو ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فرق کر دے، ایسا فرق کہ اب ان کا نہ ہمارے ساتھ کوئی تعلق ہو۔ اور نہ ہمارا انکے ساتھ کوئی تعلق ہو۔

تنبیہ

یہاں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ اگر ہم نے بھی اپنے نبی کی تعلیماتِ عالیہ اور آپ کی سنتِ طیبہ کو چھوڑ کر اس سے منحرف ہو گئے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میدانِ محشر میں ہمارے متعلق بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ایسے الفاظ آجائیں اور ہم شفاعتِ کبریٰ سے محروم رہ جائیں۔ چنانچہ یہ جملہ ہم کو بھی ہر وقت اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے یہ بات ٹھیک ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ویسے تو اللہ بھی رحمٰن ہے جس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔ لیکن جو سنت سے کھیلتا اور منہ پھیرتا ہے تو پھر

کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسے ہی زمین پر اکڑتا اور من مانیاں کرتا پھرے اور اسکو کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

۴:- چوتھی وہ چیز جو یہاں قابل غور ہے۔ کہ نبی کی ہر بات حق اور حقیقت پر مبنی ہوئی ہے۔ جس میں ذرہ سی بھی افراط و تفریط اور مبالغہ نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو فاسق کہا تو وہ یقیناً فاسق ہی تھی۔ اس میں ذرہ سا بھی مبالغہ نہیں تھا۔ کیونکہ خود اللہ تعالے نے بھی انکو فاسق ہی کہا ہے۔

ارشادِ باری ہے۔

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ

پس تم اب فاسق قوم پر افسوس مت کرو۔

کتاب ہذا کا خلاصہ

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوگا اس کا پہلے ہی مختصر سا خلاصہ ذکر کر دیا جائے تاکہ قاری شروع کرتے وقت ہی اس کتاب کے خدوخال، عنوان، اور مضامین نافعہ سے آگاہ ہو سکے تو جاننا چاہیے کہ کتاب ہذا جو انشاء اللہ آپ کے مطالعہ میں آئے گی۔ سولہ ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس کے ہر باب میں آپ کو وہ حدیث ملے گی۔ جسمیں غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ کے واضح الفاظ ہونگے تو اب وہ سب روایات بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

پہلی حدیث

پہلی حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں آدمی کو ڈانٹ ڈپٹ اور کچھ قدرے تنبیہ کی گئی ہے کہ خواہ سردی ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی تم وضوء اور طہارت کے معاملہ میں جلدی اور لاپرواہی سے کام نہ لو بلکہ سب سے حد ادب و وقار اور عمدہ طریقے سے وضو کرو کیونکہ یہ کوئی معمولی عمل نہیں بلکہ یہ تو ایسا

عمل ہے کہ جس کے کرنے سے تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دوسری حدیث

دوسری حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جب اذان ہو تو اس وقت تم شور اور باتیں نہ کرو۔ بلکہ سنو اور اسکا جواب دو کیونکہ جو شخص اذان سنتا اور اسکا جواب دیتا ہے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تیسری حدیث

تیسری حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اسمیں صلاۃ التسبیح کا ذکر ہوا ہے جو کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پڑھائی اور سکھائی بھی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی ایک ہی دفعہ اپنی زندگی میں یہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

چوتھی حدیث

چوتھی حدیث کا پس منظر یہ ہے۔ کہ اس میں آمین بالجہر کہنے کا حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ اسوقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اگر کہیں تمہاری آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی۔ تو پھر تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے تو اب یہ کوئی عقلمندی اور سمجھ داری کی بات نہیں کہ زبان کو ... لی سی حرکت دینے پر جو اس کو اتنا بہت بڑا اعزاز ملے تو وہ اس سے محروم رہ جائے اب آپ خود غور کریں کہ دنیا کے کسی معمولی عہدے اور اعزاز کی خاطر لوگ کٹ مرتے ہیں اور اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔ لیکن یہ جو معمولی سے عمل پر اتنا بہت بڑا اعزاز اور مقام ملتا ہے۔ اسکی طرف کوئی توجہ نہیں۔

پانچویں حدیث

پانچویں حدیث کا پس منظر یہ ہے۔ کہ اس میں نمازِ ضحیٰ کی فضیلت ذکر

ہوئی ہے۔ جس کا مفہوم اور سادہ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اسکو ایمان و یقین سے ادا کرے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

چھٹی حدیث

چھٹی حدیث کا پس منظر یہ ہے۔ کہ جو آدمی جمعہ کے دو فرض پڑھ لینے کے بعد انہیں پاؤں پر بیٹھا ہوا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سات سات مرتبہ پڑھ لے تو اسکے بھی اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ اسے اور بھی بہت سا قیمتی خزانہ ہاتھ آجاتا ہے۔

ساتویں حدیث

ساتویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں لیلۃ القدر اور قیام رمضان کی فضیلت ذکر ہوئی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قیام رمضان اور لیلۃ القدر کی گھڑیاں کوئی معمولی گھڑیاں نہیں جو تمہیں شب و روز میسر ہو سکیں، بلکہ یہ تو ایسی گھڑیاں ہیں جو سال بھر میں صرف ایک دفعہ تمہیں نصیب ہوتی ہیں پھر بھی اگر تم نے غفلت اور لا ابالی سے کام لیا اور غفلت کی نیند سوتے رہے تو پھر اس سے بڑھ کر شقاوت اور بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ یہ گھڑیاں تو اسقدر بابرکت اور قیمتی ہیں کہ جو ان میں قیام کرتا اور نفل پڑھتا ہے۔ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ گناہوں سے ایسا صاف ستھرا اور پاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اس کے جسم پر ایک بھی گناہ باقی نہیں رہا۔

آٹھویں حدیث

آٹھویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں یوم عرفہ کی فضیلت ذکر ہوئی ہے جس کا مفہوم اور سادہ ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اس دن کا روزہ

رکھتا ہے۔ تو اس کے بھی اگلے اور پچھلے گنا بخش دیئے جاتے ہیں۔

نویں حدیث

نویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں حج اور عمرہ کا ذکر ہوا ہے کہ جو آدمی مسجد اقصیٰ یا دنیا کے کسی کونے سے حج و عمرہ کی نیت سے مکہ پہنچتا ہے۔ اور پھر سنت کے مطابق حج اور عمرہ ادا کرتا ہے۔ کسی کو گالی گلوچ اور کوئی تکلیف تک نہیں دیتا تو یہ شخص بھی گناہوں سے ایسا صاف ستھرا اور پاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ کوئی گناہ آج تک اس کے بدن کے قریب تک نہیں آیا۔

دسویں حدیث

دسویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں سورہ حشر کی آخری تین آیتوں کی فضیلت ذکر ہوئی ہے۔ کہ جو شخص انکو پڑھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف نہ ہوں۔ پھر اس کے بعد اس شخص کا ذکر ہوا ہے جو کہ اپنے بیٹے کو محنت اور پوری جد و جہد سے قرآن پڑھاتا اور سکھاتا ہے۔ اور ہمیشہ اسی چیز کے پیش نظر رہتا ہے کہ کہیں میرا بیٹا عالم باعمل بن جائے تو اس شخص کے بھی اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

گیارہویں حدیث

گیارہویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اس میں ایک ایسے وظیفے کا ذکر ہوا ہے۔ جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ام ھانی رضی اللہ عنہا کو سکھایا تھا کہ اگر تو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ سو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرے تو تیرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

بارہویں حدیث

بارہویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جس آدمی کی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو۔ تو یہ آدمی بھی اپنے اگلے اور پچھلے گناہوں سے چھوٹ

جاتا ہے۔

تیرھویں حدیث

تیرھویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کمزور یا نابینا آدمی کا صرف چالیس قدم تک قائد بن جائے۔ تو اس کے بھی اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

چودھویں حدیث

چودھویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا کام اور اسکی ضرورت کو پورا کرنے میں پیش پیش رہتا ہے۔ خواہ وہ ان کے اس کام یا ضرورت کو پورا کرنے میں کامیاب ہو یا نہ ہو، تو اللہ تعالےٰ اس کو بھی اسکی مخلصانہ کوشش اور نیت کا ضرور صلہ دیتا ہے، اور وہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

پندرھویں حدیث

پندرھویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جو دو مسلمان صرف اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور محبت کرتے ہیں۔ انہیں دنیا کا کوئی طمع یا لالچ نہیں جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ملتے یا مصافحہ کرتے ہیں تو ان دو آدمیوں کے بھی اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

سولھویں حدیث

سولھویں حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جو آدمی کھانا کھانے کے بعد نیچے لکھی ہوئی دعاءِ مسنونہ پڑھ لیتا ہے۔ تو اسکے بھی اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دعا یہ ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ"۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے یہ مجھے کھانا کھلایا اور میری کسی محنت اور کوشش کے بغیر مجھے رزق دیا۔

فوائد عظیمہ

اب آپ بخوبی پڑھ اور سمجھ چکے ہیں کہ یہاں تک سولہ روایات ذکر ہوئی ہیں۔ جن کا خلاصہ اور مفہوم بیان ہو چکا ہے۔

اب انشاء اللہ چھ ایسی روایات ذکر ہونگی جن کا خلاصہ اور پس منظر ایک ہی ہے کہ وہ مسلمان جس کی عمر نیکی اور اچھے کاموں میں چالیس برس گزر جائے تو تین بیماریوں سے اللہ تعالےٰ اسے بچا لیتا ہے۔

(۱) جذام

(۲) دیوانگی

(۳) برص

پھر جب اسکی عمر پچاس برس کی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کا حساب بھی آسان کر دیتا ہے۔ جب ساٹھ برس کا ہوتا ہے تو یکسو ہو کر اللہ کو یاد کرنا اُس کے لیے آسان کر دیا جاتا ہے۔ جب ستر برس کا ہوتا ہے تو پھر خود فرشتے اُس سے محبت کرتے ہیں۔ جب اسّی برس کا ہوتا ہے۔ تو پھر اس کی صرف نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ جب نوے برس کا ہوتا ہے۔ تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اور وہ اللہ کا ایک اسیر ہوتا ہے۔ جو نہ اس وقت اس پر کوئی قلم اٹھتی ہے۔ اور نہ ہی اُسکا نوٹس لیا جاتا ہے جب وہ سو برس کا ہوتا ہے تو اسوقت اس کا نام اللہ کا حبیب رکھ دیا جاتا ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پھر اللہ تعالےٰ اپنے حبیب کو عذاب کرے۔

استدعا

اگر میں کوئی ایسا جملہ جو اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات عالیہ کے خلاف بھی لکھ دوں تو اس سے ہیں خود بھی بیزار ہوں اور معذرت چاہتا ہوں۔ کہ وہ ہماری اس لغزش کو معاف فرمائے۔ مجھے اور اس کے پڑھنے والوں کو بھی اس کے ضرر ونقصان سے محفوظ رکھے۔ اور یہ بھی دعاء کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں نام ونمود اور کفر وشرک کی مہلک بیماریوں سے بچائے۔ اور اس ادنیٰ سی محنت کو قبول کر کے ہمارے اور ہمارے والدین اور تمام اقرباء اور احباب کے لئے اسکو ذریعہ نجات بنائے۔ آمین،

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ط

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ آمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

امید مغفرت:-

محمد منشاء عرف عبد اللہ بن جمال الدین شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

ولادت

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت جو کہ امتِ محمدیہ کے لئے موجبِ سعادت ہے، سات سو تہتر ۷۷۳ ہجری اور شعبان کی بیس ۲۰ تاریخ کو مصرِ قدیم میں ہوئی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی وقف کر کے امتِ مرحومہ پر ایک عظیم احسان کیا۔ جس کا بدلہ آنے والی نسلیں قیامت تک نہیں دے سکتیں۔

آپکا اسمِ گرامی

آپ کا نام گرامی احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی المصری الشافعی ہے۔ آپ کو عسقلانی کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ عسقلان ملکِ شام میں ایک بستی تھی جہاں آپ کے جدامجد رہائش پزیر تھے اسی تعلق اور آبائی مناسبت سے آپ بھی عسقلانی مشہور ہو گئے۔ آپ کے جدامجد بھی کوئی معمولی اور کم لکھے پڑھے ہوئے انسان نہیں تھے۔ بلکہ وہ بھی علم وفضل اور سلفی اعتقاد کے ایک عظیم انسان تھے۔ اور آپ کو ابنِ حجر کہنے کی غالباً وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے یہ کسی کا لقب تھا۔ جس وجہ سے آپ بھی اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے شہاب الدین اور قاضی القضاۃ بھی دو القاب تھے۔ جو کہ آپ کو کتاب وسنت اور اسماء الرجال پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے دیئے گئے اور آپ کی کنیت ابوالفضل تھی۔

آپکا بچپن

آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والدہ فوت ہو گئی اور ابھی چار سال مکمل بھی نہیں ہوئے تھے کہ والد کا بھی انتقال ہو گیا۔ چنانچہ آپ بچپن میں ہی اپنے والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے یہاں ایک بات اور جملہ معترضہ کے طور پہ آ گئی کہ یہ

چیز کسی شخص پر ڈھکی چھپی اور مخفی نہیں ہے کہ جو چراغ اور دیئے ہوتے ہیں ان کا سایہ نہیں ہوتا ۔ اسی طرح وہ لوگ جو اپنی علمی اور عملی شعاعوں سے دنیا کو جگمگاتے اور منور کرتے ہیں عموماً وہ بھی ظاہری سہاروں اور سایوں کے ممنون احسان نہیں ہوتے ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسی وجہ سے یہاں اکثر لوگ ایک غلط فہمی اور ڈبل غلطی کا شکار ہوئے ہیں ۔ کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کا سایہ نہیں تھا حالانکہ یہ نہیں بلکہ اصل اس مسئلہ کی حقیقت اور نوعیت یہ ہے کہ آپ کے سر پر آپ کے والدین کا سایہ نہیں تھا ۔ جیسا کہ آپ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ بچپن میں ہی اللہ تعالےٰ نے انہیں اٹھا لیا اور وہ دونوں آخرت کو سدھار گئے ۔ تو اب آپ اس مسئلہ پر جتنا بھی غور کریں ۔ آپ کو اس کی دو ہی صورتیں نظر آئیں گی ۔ پہلی یہ ہے کہ ۔

(۱) یا تو بچپن میں ہی اللہ تعالےٰ نے انبیاء کے والدین کو اٹھا لیا اور وہ آخرت کو سدھار گئے ۔

(۲) اور اگر زندہ رہے تو حقیقت ہے کہ انبیاء انکے پیار و محبت اور شفقت سے محروم رہے ۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم جو جد انبیاء ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ کے خلیل ہونے کا بھی شرف حاصل ہے ۔ لیکن جس قدر ان کا باپ ان کا مخالف اور باغی تھا ہو سکتا ہے ایسا کوئی اور نہ ہوگا ۔

ارشادِ باری ہے ۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَا اِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا

سورہ مریم آیت ٤٦

آزر نے کہا اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں سے اعراض کر رکھا ہے۔ اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ اور جا مجھ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جا۔

تو آخر جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ اب یہاں کوئی شخص میرا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ عزیز رشتے دار اور باپ بھی مجھے سنگسار کرنے اور قتل کرنے کے درپے ہو چکا ہے۔ اور حکومت کے دستے بھی مجھے پکڑنے اور گرفتار کرنے کے لئے گھوم رہے ہیں تو پھر آپ اور آپ کی بیوی حضرت سارہ اور حضرت لوط جو آپ کا بھتیجا تھا وہاں سے نکلے اور ملکِ شام کو روانہ ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ اسوقت جو آپ پر ایمان لایا تھا۔ وہ صرف اور صرف حضرت لوط علیہ السلام اور یا آپ کی بیوی حضرت سارہ بھی تیرا کوئی اور بشر نہ تھا۔ جو آپ پر ایمان لایا ہو۔ اور اس کٹھن موقع پر وہ آپ کے ساتھ چل پڑا ہو۔

ارشاد باری ہے۔

فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۔ [1]

پس جب ان پر حضرت لوط علیہ السلام ایمان لایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تو اب یہاں سے اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں اور یقیناً اللہ تعالےٰ غالب حکمت والا ہے۔

---

[1] سورہ العنکبوت آیت ۲۶ تا ۲۷

تو اور ہم نے انکو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام دیئے اور پھر انہی کی اولاد میں سے کتاب اور نبوت کا عطا کرنا بھی مقرر کر دیا۔ تو ہم نے انکو دنیا میں بھی اجر حسنہ سے نوازا اور وہ آخرت میں بھی ضرور نیکو کاروں سے ہوگا۔

صلہ بھی بقدرِ قربانی ہوتا ہے

تو جب اس کٹھن موقع پر حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے جب کہ کوئی شخص بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ نہ دیتا تھا بلکہ پولیس کے سپاہی اور فوجی دستے بھی اس موحد کو پکڑنے کے لئے ہر گلی کوچے میں گشت کر رہے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ اسوقت حضرت لوط علیہ السلام کا ایمان لانا انکی یہ بہت بڑی قربانی اور مجاہدانہ کردار تھا۔ تو پھر صلا اور اجر بھی اللہ تعالےٰ نے انکو یہ دیا کہ انکو بھی مقام نبوت پر فائز کر دیا کہ جسکے آگے کوئی اور مقام ہی نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے والدین سے جدا ہونا

پھر انکے بعد اگر ہم دیکھیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بچپن میں ہی اپنے والدین کی گود سے بچھڑ گئے تھے۔ صرف دودھ کی مدت تک اپنی ماں کی گود میں رہے پھر اس کے بعد فرعون کے گھر چلے گئے جو سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور باغی تھا اور کسی اسرائیلی کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ ہوش سنبھلنے تک آپ اسی کے گھر رہے اور پھر اسکے بعد مدین کو روانہ ہو گئے۔

ارشادِ باری ہے۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَّ لَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِينَ قَالَ فَعَلْتُهَا

اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب واپس مصر آئے تو فرعون نے کہا کیا بچپن میں ہم نے آپ کو اپنے گھر نہیں پالا (حالانکہ ظاہر ہے) کہ تو ہمارے گھر اپنی عمر کے کئی برس ٹھہرا ہے۔ اور پھر تو نے اپنی وہ حرکت کی جو ایک ناقابل دید ہے اب تو بڑا ہی ناشکرا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ واقعی قبطی کے مارنے کا جو میں نے کام کیا تھا۔ وہ صحیح نہیں تھا۔ کیونکہ میں اسوقت ناواقفوں سے تھا۔ جب میں ڈرا تو پھر میں یونہی بھاگ نکلا تو میرے رب نے حکم عطا کر کے مجھے بھی اپنے رسولوں میں سے ایک رسول بنا لیا اور یہ بھی کوئی احسان تھا جسکا تو مجھ پہ چرچا کر رہا ہے۔ حالانکہ تو نے میری پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے والدین سے جدا ہونا

پھر ان کے بعد ہم آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں تو آپ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے والد پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطلب ہی نے نام رکھا اور ایک جانور ذبح کر کے تمام قریش کی دعوت کی جب آپ آٹھ دن کے ہوئے تو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیئے گئے۔ دو برس تک آپ اسی کی گود میں رہے۔ دو برس بعد جب وہ دودھ چھڑا کر آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائی تو والدہ نے سمجھا کہ ہو سکتا ہے۔ میرے بچے کو ابھی تک مکہ کی آب وہوا موافق نہ آئے چنانچہ پھر حضرت حلیمہ کو دوبارہ دے دیا جب آپ کی

---

[1] سورہ الشعراء آیت ۱۸ تا ۲۲

عمر چار برس کی ہوئی تو پھر والدہ نے آپکو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آپکی عمر چھ ۶ سال کی ہوئی تو والدہ کا بھی انتقال ہو گیا پھر آپ کی پرورش اور نگرانی عبدالمطلب نے اپنے ذمہ لے لی۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال دس دن کی ہوئی تو آپ کے دادا بھی بیاسی ۸۲ برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔ پھر آپ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ جو کہ آپکے والد حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم بھی بچپن میں ہی اپنے والدین کی شفقت اور سہارے سے محروم ہو گئے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا جدا ہونا

پھر ہم اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن دیکھیں تو اور زیادہ حیرانی ہوتی ہے کہ وہ بھی بچپن میں ہی اپنے والدین سے جدا ہو گئے تھے۔ اور صرف جدا ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ ابتداء ہی تکلیفیں اور آزمائشیں ان پر بادلوں کی طرح امنڈ آئی تھیں۔ اور وطن دبے وطن ہو گئے اور پھر جنہوں نے ستایا اور دکھ دیا۔ وہ غیر نہیں تھے بلکہ خود اپنے ہی بھائی تھے جو مکر کر کے گھر سے لے گئے اور بے دردی سے پکڑ کر کنویں میں پھینک ڈالا۔ پھر یہ ہی نہیں کہ کنویں سے نکل کر سب دکھ رفع ہو گئے۔ اور امن وسکون سے گھر آ گئے، بلکہ وہاں سے نکلے تو ایک قافلہ کے ہاتھ آ گئے۔ جس نے آپ کو ساتھ لیا اور مصر پہنچ کر عزیز مصر کے ہاتھ بیچ ڈالا، پھر یہ ہی نہیں کہ عزیز مصر کے گھر پہنچے تو آرام مل گیا۔ اور امن وسکون سے رہتے لگے بلکہ ایک اور آزمائش اُمنڈ آئی وہ عورت کہ جس نے خود انکو بیٹا بنایا اور گھر رکھا تھا وہ ہی آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اور برائی پر مجبور کرنے لگی، آخر اللہ نے آپ

کی مدد کی اور ان سب عورتوں کے مکر سے بچا لیا، پھر ایک اور مرحلہ پیش آیا کہ آپ کو جیل جانا پڑا جو تقریباً سات سال تک وہاں ٹھہرے تو آخر اسی طرح آپ کا آزمائشی دور ختم ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے والد سے جدا ہونا

اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دور دیکھیں تو وہ بھی اس سے کم نہیں کیونکہ وہ جب پیدا ہوئے تو باپ نے اُسی وقت انکو اور انکی والدہ حضرت ہاجرہ کو ساتھ لیا اور ملک شام سے نکل کر عرب کا وہ علاقہ جو سنگلاخ اور غیر ذی زرع تھا۔ جہاں دور دراز تک انسانوں کے رہنے سہنے اور زندگی گزارنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا وہاں اپنی بیوی اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اُن پہاڑوں کے پاس جو فاران کے نام سے مشہور تھے چھوڑ کر پھر واپس انہی قدموں پر ملکِ شام لوٹ آئے اب ذرا غور کریں کہ ایسی جگہ میں اپنے اکلوتے بیٹے اور بیوی کو چھوڑنا یہ صرف حضرت ابراہیم ہی کی آزمائش نہیں بلکہ ان دو ممتاز ہستیوں کی بھی تھی۔ جو وہاں صرف اللہ کے بھروسے اور اسکے توکل پر رہ رہے تھے پھر جب حضرت اسماعیل کچھ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے[1] تو حضرت خلیل نے آکر یہ پیغام دیا کہ اے بیٹے اللہ یہ چاہتا ہے کہ میں آپ کو اُسی کے نام پر ذبح کروں چنانچہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ حقیقت ہے اگر کوئی اور ہوتا تو بعید نہ تھا کہ کہہ دیتا کہ آپ تو میرے وہ باپ ہیں جو کہ بچپن میں ہی مجھے اور میری ماں کو ایسی جگہ پر چھوڑ گئے تھے۔ جہاں کوئی رہنے کا امکان ہی نہ تھا۔ اور اب آکر اسقدر حقوقِ پدری کا زور ڈالتے ہو کہ مجھے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے ہو لیکن وہ سمجھتے تھے کہ

[1] ابن کثیر تقریباً پانچ چھ سال کا بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

میرے باپ نے جو میرے اور میری والدہ کے ساتھ کیا ہے۔ یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس اللہ کے حکم سے کیا ہے جس کے سامنے ہر آدمی عاجز اور بے بس ہے اور اسے وہ ہی کرنا پڑتا ہے جو اسکا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے انہوں نے اس کام کی نسبت اپنے باپ کی طرف نہیں کی بلکہ اللہ کی طرف کی ہے فرمایا۔

یَاأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

کہ اے اباجی آپ وہ کام کریں جسکا آپ حکم دیئے گئے ہیں۔

تو اب اس جملہ سے یہ چیز بھی سامنے آتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ضمیر بچپن میں ہی اللہ تعالےٰ کی محبتوں اور اسکی رضا کا مرکز و محور بنا ہوا تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ پانچ چھ سال کا بچہ ایسی بات کہے جو مدرسہ اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی فہم سے بھی بالاتر اور ان کی دسترس سے باہر تو ظاہر ہے کہ یہ صرف ان پر اللہ تعالےٰ کا کرم اور اسی کا فیضانِ خاص تھا کسی مدرسہ یا ادارہ کا کوئی فیض نہ تھا چنانچہ یہ ہی نعمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی عطا ہوئی تھی جبکہ وہ بچپن میں ہی لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا تھا۔

إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا

کہ میں اس اللہ کا بندہ ہوں جس نے مجھے نبی بنایا اور کتاب بھی دی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ ہر نبی کا یہ ہی مقام ہوتا ہے کہ بچپن میں ہی اسکی زندگی محفوظ کر لی جاتی ہے۔ کوئی اس کا قول و فعل ایسا نہیں ہوتا جو اصل توحید اور فطرۃِ سلیمہ سے ٹکراتا ہو چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول (قال معاذ اللہ) بھی اسی کی تعبیر کر رہا ہے۔ تو یہ چند باتیں ضمنی طور پر درمیان میں آگئیں جس وجہ سے اصل موضوع چھوٹ گیا تھا اب انشاء اللہ اسی کو شروع کرتا ہوں۔

آپ کے شیوخ

آپ کے شیوخ جن سے آپ نے فیض حاصل کیا ہے۔ انکی تعداد تو کافی زیادہ تھی لیکن زیادہ تر آپ جس کے پاس ٹھہرے اور اپنی علمی پیاس کو بجھایا وہ حافظ زین الدین عراقی تھے چونکہ یہ شیخ علم حدیث کے بہت بڑے محدث اور استاذ تھے۔ اور اس کی سند و متن اور علل پر بھی کافی گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ نے انکی خدمت میں اپنی زندگی کے دس سال گذار دیئے۔

دوسرے شیخ

دوسرے شیخ جن سے آپ نے علم حاصل کیا (تنوخی) تھے، یہ بھی اپنے زمانہ میں علم قرأت کے بہت بڑے شیخ اور استاذ مانے جاتے تھے تو یہ بھی ایسے شیخ تھے کہ جن کے پاس حافظ ابن حجر کافی عرصہ ٹھہرے۔ اور اپنی علمی پیاس بجھائی۔

تیسرے شیخ

تیسرے شیخ "بلقینی" تھے جو کہ حدیث تفسیر اور علم نحو پر کافی عبور رکھتے تھے اپنے وقت کے فقیہہ اور مجتہد تھے مذہب شافعی پر انکی وسیع نظر تھی جیساکہ ابن حجرؒ کا خود اپنا بیان ہے۔ (کان احفظ الناس لمذہب الشافعی)

چوتھے شیخ

چوتھے شیخ (ابن الملقن) تھے۔ حدیث اور تاریخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے مطالعہ اور تصنیف کا اسقدر ذوق تھا کہ تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف تھے۔

پانچویں شیخ

پانچویں شیخ (المجد) تھے یہ لغت کے بہت بڑے امام تھے قاموس بھی انہی کی کتاب ہے جو کہ لغت کے موضوع پر ہے۔

آپ کے چھوٹے شیخ

آپ کے شیخ (عز بن جماعۃ) تھے یہ بھی اپنے زمانہ میں علم کے بحر اور پہاڑ تھے۔ حافظہ اسقدر تھا کہ جس علم کو شروع کرتے وہی انکی طرف سمٹتا ہوا چلا آتا تھا ان کا خود اپنا بیان ہے۔ کہ میں نے کچھ ایسے علوم پڑھے ہیں کہ ان کا نام میرے وقت کے علماء بھی نہیں جانتے انکے علاوہ آپ کے اور بھی بہت سے شیوخ تھے جنکو اگر ذکر کروں تو انکا مختصر ذکر بھی ایک طویل مضمون بن جائے۔

اب وہ کتب جو آپ نے اپنی زندگی میں لکھیں ان کا مختصر سا ذکر کرتا ہوں۔

آپکی تصنیفات

آپ کی تصنیفات تقریباً ایک سو پچاس ہیں۔ جو کہ دنیا کے شرق وغرب اور ہر افق پر پہنچ کر کفر وشرک اور الحاد کے سیلابوں کو بڑی تیزی سے روکنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔

اسوقت بے دینی اور جہالت کا یہ بھی سیلاب تھا کہ لوگ صحیح اور غلط حدیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے تو پھر اس وقت کسی ایسے آلہ اور امتیازی ترازو کا ہونا ضروری تھا جس پر حدیث کو رکھ کر اس کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ چل سکے اور یہ صرف راویوں پر منحصر تھا چنانچہ اس فن میں بھی کتابیں لکھیں جو کہ (لسان المیزان) اور تہذیب التہذیب کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ کتب بہت بڑی اور کئی جلدوں میں ہیں جن میں ہر راوی کے صدق وکذب پر خوب بحث کر کے لوگوں کو خبردار اور متنبہ کر دیا گیا ہے کہ یہ راوی نیکی وپرہیزگاری کا پتلہ اور صدق وسچائی کا مینارہ ہے لہذا اس کی ہر بات کو مانا اور سنا جائے اور یہ راوی جھوٹا اور ناقابل اعتبار ہے۔ لہذا جتنا ہو سکے اس سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح آپ کی اور بھی کتب ہیں جن میں سے بعض کا اندراج ذیل ہیں

کیا گیا ہے۔

- الاصابۃ فی تمییز الصحابہ
- تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر
- تعجیل المنفعۃ برجال الاربعۃ
- مشتبہ النسبۃ
- التقریب
- تخریج المصابیح
- ابن الحاجب
- تخریج الکشاف
- اتحاف المہرۃ
- المقدمۃ
- نخبۃ الفکر و شرحھا
- الخصال المکفرۃ۔
- القول المسدد فی الذب عن مسند احمدؒ
- بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔
- دیوان شعرہ
- ملخص ما یقال فی الصباح والمساء۔
- الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ
- دیوان خطبہ
- فتح الباری شرح صحیح بخاری

تو اب یہ جمیع کتب اپنے اپنے موضوع اور مضامین میں بے مثال اور بے نظیر ہیں۔

فتح الباری کا تعارف :-

فتح الباری تو اسقدر مقبول اور دین کے ہر مسئلہ پر حاوی ہے کہ اگر اسے قاموسِ سنت کے نام سے ذکر کیا جائے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ اور یہ کہنا بھی کوئی عجیب نہیں کہ اگر حافظ ابن حجرؒ کی صرف یہی کتاب فتح الباری ہوتی تو پھر بھی انکے قدوۃ الاسلام اور امام الحفاظ ہونے میں کسی کو کلام تک نہ تھی کیونکہ فتح الباری کا لکھنا، پھر ہر مسئلہ پر خوب بحث کرنا یہ ہر شخص کا مقدر اور اس کے بس کا کام نہیں بلکہ یہ تو وہی کر سکتا ہے جس پر خاص کر اللہ تعالٰے کا فیضان نظر ہو اور اسکا سینہ کھل چکا ہو تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حافظ ابن حجرؒ کو اس کتاب کے اختتام پر جس قدر خوشی اور مسرت ہوئی تھی اس بارہ میں اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کسقدر خوشی تھی ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے کہ جس پر رکھ کر ہم اسکا کوئی صحیح اندازہ لگا سکیں۔ جس کی واضح دلیل یہ ہے۔

کہ جب فتح الباری مکمل ہوئی تو اس کے اختتام پر بہت سے لوگوں کو مدعو اور جمع کیا اور ایک عام دعوت کی جس پر تقریباً پانچ سو دینار خرچ کر دیئے گئے۔

اسکے لکھنے کی کل مدت :-

تو یہ لکھنا بھی یہاں فرض ہی سمجھتا ہوں کہ فتح الباری کی تالیف آٹھ سو سترہ ۸۱۷ھ ہجری میں شروع ہوئی تھی اور آٹھ سو بیالیس ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی تو کل مدت پچیس ۲۵ سال کی ہے مقدمہ اس سے قبل آٹھ سو تیرہ ۸۱۳ھ میں ہی مکمل ہو چکا تھا۔

اسکی قبولیت :

فتح الباری کی شہرت اور اسکی قبولیت کا یہ عالم تھا کہ مکمل ہوتے ہی بڑے بڑے بادشاہوں اور وزراء نے اسے طلب کیا اسکا ایک ایک جزو دیکھا پڑھا اور تین سو دینار تک خرید کر ہر ایک نے اپنے پاس رکھا اسوقت مصر

کا جو سکہ تھا دینار تھا اور یہ بڑا قیمتی سکہ تھا۔ لیکن پھر بھی لوگ اس کتاب کے اتنے مشتاق اور دلدادہ تھے کہ تین سو دینار تک اس کے نسخے بکے اور لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیئے۔ تو اب اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر بے حد متقی اور سلیم الطبع انسان تھے۔ ورنہ اگر آدمی کا دل خوف الٰہی اور پرہیزگاری کا پیکر نہ ہو تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسکی تقریر و تحریر میں کوئی قوت یا کشش ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ آدمی کی تقریر و تحریر اسی وقت ناکام اور بے اثر ہوتی ہے۔ جبکہ اسکا دل غفلت کی نیند اور نیکی و پرہیزگاری سے کوسوں دور ہو اور کبھی بھی اس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اور اس کے عشق کا ولولہ نہ اٹھا ہو۔

دلِ بیدار فاروقی دلِ بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

آپکا زہد و تقویٰ اور علمی وسعت

جب آپ نے بڑے شوق سے کتاب و سنت کا عمیق مطالعہ شروع کیا تو بہت ہی کم وقت میں آپ نے کثیر کتب لکھ ڈالیں حافظہ اسقدر قوی اور مضبوط تھا۔ کہ جو چیز ایک دفعہ دیکھ لیتے فوراً ازبر ہو جاتی تھی۔ تحریر بھی موثر اور پرکشش تھی کہ آپ کے قریب و جوار دوست و یار اور مخالفین لوگوں نے بھی آپ کی کتب اور فتویٰ نویسی کو سراہا چھوٹے بڑے اور ہر شخص نے آپ کی امامت اور علمی قابلیت کا بھی اعتراف کیا تو جب آپ کی کتب دنیا کے شرق و غرب اور ہر کونے میں پہنچیں تو لوگ آپ کی زیارت اور استفادہ کے لئے ہر طرف سے امنڈ آئے اور آپ کی نیک سیرت اور استکام سے بے حد

متأثر ہوئے آپ کی شہرت اور علمی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ بادشاہوں نے بھی آپ کی طرف خطوط لکھے جن میں انہوں نے آپ کی عظمت بزرگی اور علمی قابلیت کا خیر مقدم کیا اور آپکو اس کار خیر کی بے حد داد دی۔

شیخ زین الدین عراقیؒ کا بیان

وَقَدْ سُئِلَ الْعِرَاقِیُّ مَنْ تَخَلَّفَ بَعْدَكَ

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ ثُمَّ ابْنِی اَبُوْزُرْعَةَ ثُمَّ الْهَیْثَمِی۔

آپ کے شیخ زین الدین عراقیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد آپ کا خلاء کون پُر کرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا ابن حجرؒ پھر میرا بیٹا ابوزرعہؒ اور پھر اسکے بعد ھیثمیؒ۔

شیخ ابن فہد کا بیان

کان حسن الاخلاق لطیف المعاشرۃ حسن التعبیر عدیم النظیر لم تر العیون مثلہ ولا رای ھو مثل نفسہ۔

وہ بہترین اخلاق اور معاملات میں انتہائی سنجیدہ تھے کسی چیز کی توضیح و تشریح اور اسکی صحیح مراد لینے میں بھی خود آپ ہی اپنا جواب تھے نہ تو کسی آنکھ نے انکی مثل دیکھا ہے اور نہ ہی خود انہوں نے اپنے مثل کسی کو دیکھ پایا ہے۔

شیخ صافیؒ کا بیان

کان رحمہ اللہ حافظ العصر حافظ المشرق والمغرب امیر المومنین فی الحدیث انتھت الیہ ریاسۃ علم الحدیث من ایام شبیبتہ بلا مدافعۃ

اللہ تعالٰے ان پر رحم فرمائے وہ تو مشرق و مغرب بلکہ زمانہ کے حافظ اور علم حدیث میں مومنوں کے امیر تھے علم حدیث میں تو انہیں اسقدر

گویا کہ علمِ حدیث کا خزانہ انہیں کی طرف سمٹ کر چلا گیا ہے اور وہ بغیر مقابلہ کے ہی اس میدان میں آگے نکل گئے ہیں۔

شیخ ابن المناوی کا بیان

قال ابن المناوی حامل لواء السنة فی اوانه ذهبی فی عصره و نضاره وجوهره مرجع الناس فی التضعیف والتصحیح

ابن المناوی نے کہا کہ وہ تو اپنے زمانہ میں سنت کے علمبردار تھے بلکہ یوں سمجھیں کہ وہ اپنی علمی لیاقت اور زر و تازگی کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے ذہبی تھے صحیح اور ضعیف حدیث میں بھی لوگوں کا مرجع بنے ہوئے تھے۔

شیخ نبہانی کا بیان

هو الامام الذی اتفقت الامة باسرها علی جلالة قدرہ و غزارة علمه و تبحرہ فی علم الکتاب والسنة وانه خاتمة الحفاظ لم یات بعدہ مثله

باوجود اس کے کہ امت میں مختلف الاراء اور ناخوش لوگ بھی جنم لیتے ہیں لیکن پھر بھی وہ ایسے امام اور پیشوا تھے کہ پوری امت نے بڑی تیزی سے انکی قدر و منزلت اور کتاب وسنت کے بے کراں ہونے پر اتفاق کر لیا تھا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ بس آخری یہ ہی حافظ ہیں اب انکے بعد کوئی ان کی مثل نہیں آسکے گا۔

اب یہاں ان چند اشعار کا ترجمہ کیا جاتا ہے جو خود حافظ ابن حجرؒ کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں صرف نثر پر ہی کمال نہیں بلکہ نظم پر بھی تھا اور جب چاہتے بوقتِ ضرورت کئی کئی اشعار پڑھ جاتے تھے

غاص العواذل فی حدیث مدامعی
لما رأوا کالسیل سرعۃ سیرۃ

میرے آنسوؤں کے نکلنے اور جاری ہونے کے معاملہ میں ملامت کرنے والوں نے اسوقت بحث کی جب کہ انہوں نے ان کا نکلنا سیلاب کی تیزی کی طرح دیکھا تھا۔

فحبستہ لاصون سر ھواکم
حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

تو میں نے فوراً اُن آنسوؤں کو اسی وقت روک لیا کہ کہیں وہ تم کو جو عشق و محبت کی لگن لگی ہوئی ہے وہ فاش نہ ہو جائے اور وہ اِدھر سے ہٹ کر کسی اور ہی بحث میں شروع ہو جائیں۔

خلیلی ولی العمر ولم نتب
وننوی فعال الصالحات ولکنا

اے میرے دوست عزیز عمر تو تمام بیت گئی اور ہم نے توبہ ہی نہیں کی اور ہم نیک عملوں کی نیت تو کرتے ہیں لیکن افسوس کہ کہ عملی قدم نہیں اٹھاتے۔

فمتی نبنی بیوتاً مشیدۃ
واعمارنا منھا تھد وما تبنی

پس جب ہم مضبوط گھروں کی تعمیر کرتے ہیں تو ہماری عمریں تو بوسیدہ ہو جاتی ہیں گویا کہ ان میں مضبوطی کا نشان تک نہیں

اتی من احبائی رسول فقال
لی ترفق وھن واخضع تفز برضانا

میرے محبوبوں سے ایک ایلچی آیا اور اس نے مجھے کہا عاجزی وانکساری اور نرمی کو اختیار کر تم ہماری خوشنودی کو پا جاؤ گے

فَكَمْ مِنْ عَاشِقٍ قَاسِي الهوان بِحُبِّنَا
فَصَارَ عَزِيزًا حِينَ ذَاقَ هَوَانَا

پس کتنے ہی صحیح عاشق ہماری محبت کی خاطر مصیبتوں کو جھیلتے ہیں جب ایسا ہوتا ہے تو وہ وقت بھی آجاتا ہے کہ وہ ہمارا محبوب بن جاتا ہے تو پھر وہ ہماری محبت کے مزے لوٹتا ہے۔

حقیقت ہے کہ اگر ان اشعار کو وہ شخص پڑھے جس کا دل اللہ تعالٰے کی لگن اور اسکی محبت کا نشیمن ہو۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس پر وجد طاری نہ ہو ایسے ہی بہت سے اشعار اور عبارتیں ہوتی ہیں کہ اگر کسی اہل دل کی زبان سے نکل جائیں تو آسمان لرز جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اہل دل لوگوں کے رکوع اور سجدے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش تک جا پہنچتے ہیں اور بعض لوگ ایسے نااہل اور مردہ دل ہوتے ہیں کہ ان کا رکوع اور سجدہ سر کے اوپر تک نہیں جا سکتا اسی طرح بعض لوگ بیت اللہ میں ہوتے ہیں لیکن وہ بیت اللہ سے کوسوں دور ہوتے ہیں بعض عاشق بیت اللہ سے ہزاروں میل دور ہوتے ہیں لیکن انکی نشست اور مسند بیت اللہ میں ہوتی ہے۔

تو اب انکے علاوہ اور بھی بہت سے علماء ہیں جو آپکی علمی وسعت اور حسن سیرت میں رطب اللسان ہیں آپ کا حلم آپ کا صبر اور صوم و صلوٰۃ بھی آپ کے مثالی اعمال تھے آپ کی تواضع انکساری اور استقلال بھی لاجواب تھا اسی طرح، آپ کا ایثار ذکر و اذکار اور حسن اخلاق بھی لاثانی اوصاف تھے جنہیں دیکھ کر جو شخص بھی آپ کو ایک نظر دیکھ پاتا فوراً آپ کا گرویدہ ہو جاتا آخر یہ علم کا چراغ ذوالحج کی اٹھائیس ۲۸ تاریخ ہفتہ کی رات آٹھ سو باون ۸۵۲ ہجری میں دنیا سے غروب ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَمَثْوَاہُ فِی الْعِلِّیِّیْنَ آمین

خطبہ

الحمد للہ الذی لہ ما فی السموٰت و ما فی الارض ولہ الحمد فی الاخرۃ وھو الحکیم الخبیر[1] لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقائہ محمد رسول سید انبیائہ الحمد للہ غافر الذنوب وان عظمت، کاشف الکروب ولو استحکمت احمدہ والحمد لہ من اوثق عری الایمان واشکرہ والشکر لہ سبب مزید الامتنان واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ الی الناس رحمۃ شاملۃ وبرکۃ کاملۃ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ الذین ھاجروا معہ والذین نصروہ والذین اتبعوا ما انزل الیہ من ربہ فوازروہ ووقروہ وعلی الذین اتبعوھم باحسان والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان صلاۃ و سلاما دائمین

---

[1] سورہ سبا آیت ۱

دنیا اور آخرت میں تمام تعریفوں کے لائق صرف اللہ ہے جو کہ علی الاطلاق اُن تمام چیزوں کا مالک و صانع ہے جو کچھ آسمان و زمین میں موجود ہے اور وہی دانا ہر چیز سے باخبر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں بس یہی اسی کی ملاقات کی تیاری ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے اور جمیع انبیاء کے سردار ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو گناہوں کا مٹانے والا اور بخشنے والا ہے اگرچہ وہ بڑے کیوں نہ ہوں پھر دکھ درد اور مصیبتوں کا بھی وہی دور کرنے والا ہے اگرچہ وہ بھاری کیوں نہ ہوں اور میں اسی کی حمد کرتا ہوں جو ایمان کی مضبوط ترین کڑی ہے۔ اور شکر بھی اسی کا کرتا ہوں جو کہ مزید اسکے انعامات کا سبب ہے۔ شہادت بھی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف ایک اللہ ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جن کو تمام لوگوں کی طرف رحمتِ عامہ اور برکت کاملہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان پر بھی اپنی ہزار ہا رحمتیں فرمائے کہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور پھر آخری دم تک آپ کا ساتھ دیا اور ان پر بھی کہ جنہوں نے کتاب اللہ کی پیروی کی اور آپ کی آواز پر جمع ہو گئے نیز ان پر بھی کہ جو ان کے بعد آئے اور انہوں نے اپنے سابقہ بھائیوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کیں اور پھر انکے پیچھے نیکی کے راستے کو اختیار کیا۔

پس اس مختصر خطبہ کے بعد میں نے (کتب غریبہ) نایاب و نادر احادیث کی مشہور و معروف اور مستند کتب سے ان روایات کو تلاش کیا جو علی الاطلاق صادق المصدوق صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں

اور پھر جن کا معنیٰ اور مفہوم بھی ایک ہی ہے چنانچہ میں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا اور اسی طرح اس چیز کا بھی خیال رکھا کہ قارئین کی آسانی کے لئے ان سب روایات کو جدا جدا انکے موضوع کے لحاظ سے ابواب میں مرتب کر دیا تاکہ ہر آدمی باب دیکھتے ہی اس حدیث کا معنیٰ اور مفہوم باسانی سے حاصل کر سکے چنانچہ اس میں بھی توفیق الٰہی حاصل ہوئی اور اسکا نام

"الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ و المتاخرۃ"

رکھ دیا۔

اب قبل اس کے کہ میں کسی باب کی حدیث شروع کروں مناسب یہ ہے کہ وہ لوگ جو مقام بدر پر اترے تھے اور پھر اللہ تعالےٰ کے دین کو اونچا کرنے کے لیئے انہوں نے اپنی جانوں کو پیش کر دیا تھا۔ ان کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے جو الفاظ نکلے انکے متعلق بعض ائمہ کے اقوال ذکر کردوں تاکہ انکا صحیح مفہوم واضح ہو سکے۔

سب سے بڑا اعزاز

اہل بدر جو دنیا میں بہت بڑے اور معزز لوگ تھے بڑے جزم سے ان کے متعلق ذکر ہوا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ [1]

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر اپنی نظر رحمت سے جھانک لیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ اب تم جو چاہو عمل کرو یقیناً میں نے تمہیں بخش دیا ہے

لَعَلَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ [2]

ان روایات کا حل

---

[1] احمد، ابوداود، حاکم [2] بخاری

اس مقام پر بعض کا خیال ہے کہ لفظ (اعملوا) عزت و تکریم کے لئے بولا گیا ہے جس کا مفہوم اور معنیٰ یہ ہے۔

(۱) کہ ہر وہ غلطی جو اگر کبھی اہل بدر سے ہوئی تو اسکا کوئی حساب اور مواخذہ نہیں ہوگا۔

(۲) بعض کا خیال ہے کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ اگر کبھی بدر والوں سے خطا ہوئی تو وہ اسی وقت ہی بدر میں شمولیت کیوجہ سے معاف کردی گئی۔

(۳) تیسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ انکا جنگِ بدر میں شریک ہونا ہی اتنا عظیم اور اونچا عمل تھا کہ بس اسی عمل کی برکت اور عظمت کی بناء پر انکی مستقبل کی زندگی محفوظ کرلی گئی چنانچہ اب انکا ہر قدم خیر اور بھلائی کی طرف ہی اٹھے گا۔

(۴) اب ان تین مفہوم مراد لینے کے بعد ایک چوتھا بھی لیا جاسکتا ہے کہ وہ جو اہل بدر کی مستقبل کی زندگی کے گناہ اللہ تعالےٰ کے علم میں آ چکے تھے اور وہ لوح محفوظ میں بھی تحریر شدہ تھے کہ فلاں شخص فلاں وقت گناہ کرے گا اور فلاں شخص فلاں وقت تو ان تمام پر ہی اللہ تعالےٰ نے بیک وقت قلم پھیر دی ہے اور وہ جمیع دفتر صاف و شفاف کر دیئے گئے ہیں تو اب اگر وہ انہیں کریں یا نہ کریں انکا قطعاً کوئی انحصار اور شمار نہیں ہوگا۔ تو اب ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی معمولی مقام اور اعزاز نہیں بلکہ اتنا عظیم اور بھاری اعزاز ہے کہ یقیناً اگر وہ پہاڑ جو اپنی فطری توانائی کے حامل اور اپنے حجم و ضخامت میں کامل ہیں آجائیں اور اٹھانے کی کوشش کریں تو وہ بھی نہیں اٹھا سکیں گے اور پھر یہ کوئی تعجب اور اچنبھے کی چیز نہیں کیونکہ اللہ اپنے اولیاء اور موحد بندوں کو اکثر ایسی رعایتیں اور سہولتیں دیا کرتا ہے اور دیتا رہے گا جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتیں

قانون کی اہمیت

بدر والوں کے گناہوں کے مٹنے اور معاف ہونے کا اب یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر کسی بدری سے کوئی ایسا قصور ہوگیا جس پر کوئی حد قائم ہوتی ہو تو اسکو چھوڑ دیا جائے گا نہیں بلکہ وہ حد اس بدری صحابی پر بھی قائم کی جائے گی جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِيْ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ وَتَلَا الْقُرْآنَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ اَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَاَةٍ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ وَسَمَّاهُمْ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ وَمِسْطَحٌ وَحَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ [1]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری بریت کی آیتیں اتریں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور ان آیات کو پڑھا جب منبر سے اترے تو دو آدمی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور ایک عورت حضرت حمنہ بنت جحش پر حد قائم کی۔

حضرت مسطح بن اثاثہ یہ حضرت ابوبکر کے بھانجے اور بدری صحابی تھے حضرت حسان بن ثابت بھی وہ صحابی تھے جو اسلام کے عظیم شاعر اور حضور کے جان نثار تھے جب شعر پڑھتے تو انکی نظم اور اشعار اسقدر کفار پر بھاری اور گراں ہوتے تھے گویا کہ ان پر تیر برس رہے ہیں باوجود اس کے پھر بھی انہیں دنیا میں چھوڑا اور معاف نہیں کیا بلکہ حد قائم کی گئی اسی طرح قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت چوری میں پکڑی گئی پتہ چلا کہ یہ تو ایک بہت

---

[1] بحوالہ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۱

بڑے گھرانے کی خاتون ہے تو قریشی اور اسکے عزیز حضرت اسامہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ بارگاہ رسالت میں جائیں اور سفارش کریں کہ حضور اسے چھوڑ دیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے والہانہ محبت اور پیار رکھتے میں جب سفارش کی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم غصے سے بھر گئے چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور تمام لوگوں کو جمع کر کے ایک بہت بڑا موثر اور ریزدور خطاب کیا فرمایا:۔

اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِيْفُ فِيْهِمْ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا [۱]

صرف اس لئے تم سے پہلی قومیں تباہ اور ہلاک ہوئی تھیں کہ جب ان سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر ایک عام آدمی کرتا تو اس پر حد قائم کرتے مجھے اللہ کی قسم ہے اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسکا بھی ہاتھ کاٹ دیتا اسی طرح اور بھی صحیح روایات اور واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قانون کسی کو بھی معاف اور اسکی رعایت نہیں کرتا۔

یوم عرفہ کی فضیلت

متعدد روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ذوالحج کی نو تاریخ بہت بڑی فضیلت اور درجات کی گھڑی ہے اس دن کے روزے کا یہ درجہ ہے کہ آدمی کے پورے دو برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک برس جو گزر چکا ہے اور ایک برس جو ابھی شروع ہونے والا ہے

---

[۱] صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی

جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

"صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ"[1]

مجھے امید ہے کہ عرفہ کا روزہ آدمی کے ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اب اس مقام پر جو آدمی کے ذہن پر بوجھ پڑتا ہے کہ وہ گناہ جن کا ابھی تک کوئی وجود تک نہیں انکے مٹنے اور معاف ہونے کا کیا حل ہوگا تو اس کی تفصیل انشاءاللہ صوم عرفہ کے باب میں ذکر ہوگی۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے۔ جو حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے۔

قالت رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما طیب النفس فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ فقال اللھم اغفر لعائشۃ ما تقدم من ذنبھا وما تأخر وما اسرت وما اعلنت فضحکت عائشۃ حتی سقط راسھا فی حجرھا من الضحک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیسرک دعائی فقالت ومالی لا یسرنی دعاءک فقال واللہ انھا لدعوتی لامتی فی کل صلاۃ[2]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن آنحضرت کو تر و تازہ اور کھلے ہوئے پایا، میں سمجھ گئی اور وقت کی اہمیت کو بھانپ گئی کہ یہ گھڑی نہایت انمول اور قیمتی ہے کہیں چھوٹ نہ جائے، تو فوراً عرض کی اے اللہ کے رسول آج میرے لئے کوئی دعا فرمائیں آپ نے دعا کی اے اللہ حضرت عائشہ کے ظاہر، مخفی، اگلے

[1] مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی [2] ابن حبان و بزار اور سوائے احمد بن منصور رمادی کے اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ حافظ ھیثمی نے تو اسکو بھی ثقہ کہا ہے۔

پچھلے سب گناہ بخش دے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی اور مسرت کا یہ عالم تھا کہ مارے ہنسی اور خوشی کے ان کا چہرہ اپنی گود میں گر گیا۔ آپ نے تعجب سے کہا کہ میری یہ دعا تمہیں بہت اچھی لگی ہے کہا میرے لئے یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اسطرح کی دعا آپ کی مجھے خوش نہ کرے آپ نے کہا مجھے اللہ کی قسم ہے جس دعا سے تو اتنا خوش ہو رہی ہے میں تو یہ ہر نماز میں اپنی امت کے لئے کرتا ہوں۔

آپ کی شفقت کی ایک جھلک

تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اپنی امت سے شفقت اور والہانہ محبت تھی اسکا اندازہ اور تصور کرنا یہ کسی شخص کا بس اور اس کے دل کا روگ نہیں اگر یہ کہہ دیں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ دل اور گردہ کسی ماں کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بارے میں میسر ہوا تھا۔

ارشادِ باری ہے۔

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" [۱]

البتہ تم میں سے ہی تمہارے پاس ایک ایسا رسول آچکا ہے اگر تم کسی تکلیف یا ایذا میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ اس پر بے حد شاق اور کٹھن گزرتی ہے تمہارے لئے ہر بھلائی کی حرص کرنے والا مومنوں سے بے حد شفقت اور پیار کرنے والا ہے۔

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" [۲]

---

[۱] سورہ توبہ آیت ۱۲۸ [۲] سورہ الانبیا آیت ۱۰۷

ہم نے پوری نوع انسانی کے لئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے "
خواہ وہ پانی میں ہو خشکی میں ہو اور خواہ وہ فضا میں اڑتی اور پرواز کرتی ہو۔

یہ باب اسقدر وسیع اور لمبا ہے کہ اس پر اور بھی بہت سی روایات اور آیات ذکر کی جا سکتی ہیں اب اس معنیٰ اور مفہوم کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔

غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا قَدَّمْتَ وَمَا اَخَّرْتَ وَمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ [1]

اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے حتیٰ کہ قیامت تک جو ہونے والے ہیں سب گناہ معاف کر دیئے۔

اس حدیث سے ایک یہ چیز بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی ایسی دعا اپنی امت کے کسی ایک شخص کے لئے بھی کر سکتا ہے اور یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان اور تحت الثریٰ میں ہے وہ سب اسی کا ہے اور وہ ہی مالک الملک ہے جو چاہے کسی کو دے جتنا چاہے دے اُسے کوئی پوچھنے اور سوال کرنے والا نہیں۔

اللہ تعالےٰ کا بے نیاز ہونا

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْئَلُوْنَ [2]

وہ جو کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا لیکن وہ جو کریں گے پوچھے جائیں گے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ

[1] رازامور میں ہے کہ یہ خوشخبری آپ نے حضرت عثمانؓ کو دی تھی [2] سورہ الانبیاء آیت ۲۳

لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ[1]

زمین و آسمان کی بادشاہت صرف اللہ کی ہے وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جسے چاہے لڑکیاں اور جسے چاہے وہ لڑکے دیتا ہے دو اس طرح بھی ہوتا ہے'' کہ کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں دیتا ہے۔ اور کسی کو بانجھ کر دیتا ہے اور وہ ان تمام معاملات پر قادر اور انکا علم رکھتا ہے۔

یہ چیز بھی جاننا کہ وہ اسقدر قوی اور جبار ہونے کے باوجود عدل وانصاف اور مساوات میں اسقدر قوی اور مستحکم ہے کہ کسی پر بقدر ایک رائی کے بھی ظلم نہیں کرتا۔

ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا[2]

یقیناً اللہ تعالےٰ تو کسی پر ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے اسکی رحمت کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی ایک نیکی بھی کرتا ہے تو کئی گنا اسکو زیادہ کر کے اسے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔

اب ہم ان احادیث کا بیان شروع کرتے ہیں۔ جن کا شروع شروع میں وعدہ کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے درخواست ہے کہ اسے نفع بخش بنائے بلاشبہ وہ قریب ہے اور دعائیں قبول کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسکی طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔

---

[1] سورہ الشوریٰ آیت ۴۹ تا ۵۰ [2] سورہ النساء آیت ۴۰

کتاب الطہارۃ

وضو کی فضیلت

قَالَ اَبُوْبَکْرِ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ مُصَنَّفِہٖ وَمُسْنَدِہٖ مَعًا مِنْ رِوَایَۃِ حُمْرَانَ مَوْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ دَعَا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِوَضُوْءٍ فِیْ لَیْلَۃٍ بَارِدَۃٍ وَھُوَ یُرِیْدُ الْخُرُوْجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَجِئْتُہٗ بِمَاءٍ فَاَکْثَرَ تَرْدَادَ الْمَاءِ عَلٰی وَجْہِہٖ وَیَدَیْہِ فَقُلْتُ حَسْبُکَ قَدْ اَسْبَغْتَ الْوُضُوْءَ وَاللَّیْلَۃُ شَدِیْدَۃُ الْبَرْدِ فَقَالَ صُبَّ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایُسْبِغُ الْوُضُوْءَ عَبْدٌ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَاَخْرَجَہٗ اَیْضًا اَبُوْبَکْرٍ اَحْمَدُ عَلِیُّ الْمَرْوَزِیُّ شَیْخُ النَّسَائِیِّ، وَالْبَزَّارُ، فِیْ مُسْنَدِہٖ وَاَصْلُ الْحَدِیْثِ فِی الصَّحِیْحِ لٰکِنْ لَیْسَ فِیْھَا وَمَا تَاَخَّرَ

ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف اور مسند میں حضرت حمران بن ابان جو کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انکی روایت ذکر کی ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رات کی سخت سردی میں وضو کرنے کے لیئے پانی منگوایا کیونکہ آپ کا نماز پڑھنے کا ارادہ تھا جب میں پانی لایا تو کیا دیکھا کہ چہرے اور ہاتھوں پر پانی کثرت سے ڈال رہے ہیں۔ آخر

میں بول اٹھا۔ کہ آپ کو کیا ہوا سخت سردی پڑ رہی ہے اور آپ نے وضو تو اچھا کر ہی لیا ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اور پانی ڈالنے کا حکم کر رہے ہو۔ کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو بندہ عمدہ اور اچھا وضو بناتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس کو احمد بن مروزی نے بھی ذکر کیا ہے جو کہ امام نسائی کے شیخ ہیں اور بزار نے بھی اپنی مسند میں اسکا خلاصہ صحیحین میں بھی ہے لیکن وہاں پر (وَمَا تَاخَّرَ) کے الفاظ نہیں ہیں۔

حدیث کی سند

اس حدیث کے بارے میں شیخ الحفاظ " علامہ ھیثمی رح " نے کہا ہے کہ اس کو علامہ بزار نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں انشاءاللہ ظاہر ہے کہ حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں

کیونکہ (شیخ منذری) نے بھی کہا ہے کہ (شیخ بزار) نے حسن سند سے ذکر کیا ہے بلا اگر فرض محال کوئی (شیخ بزار) اور دوسرے علماء کی شہادت کو رد کر دے اور درجہ حسن تک نہ پہنچنے دے تو پھر بھی اس کے شواہد و ثبوت موجود ہیں جو درجہ حسن تک لے جاتے ہیں کیونکہ صحاح ستہ میں بھی ایسے ہی الفاظ موجود ہیں اگرچہ کچھ قدر ان میں اختلاف ہے۔ یعنی (وما تاخر) کا لفظ نہیں ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حدیث کے اس جملہ فاکثر تردادالماء علی وجهه ویدیه[1] سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پانی میں اسراف کرتے ہوئے اس حد تک پہنچ گئے۔ کہ وہ تین تین بار دھونے سے بھی آگے نکل گئے: حاشا و کلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ جس سے فرشتے بھی شرم و حیا

---

[1] اپنے ہاتھوں اور چہرے پر پانی کثرت سے ڈال رہے تھے

کرتے ہوں اور اسے جنت کی خوشخبریاں دی گئی ہوں۔ وہ ایسا کام کرے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سختی سے منع کیا اور اس کے مرتکب پر بید غصے اور خفگی کا اظہار کیا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنا ہاتھ، منہ، ناک، کلی وغیرہ دھوتے وقت تین مرتبہ سے تجاوز کر جاتا ہے۔ تو پھر اسکا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حصولِ قرب کا سبب نہیں بنتا بلکہ اس کے غصے اور عتاب کا سبب بنتا ہے۔ تو اسی وجہ سے حدیث میں بھی یہی الفاظ اس بارے میں وعید کے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا :-

وضو سوچ سمجھ کر کیا جائے

جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاهُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ اَسَاءَ وَتَعَدّٰى وَظَلَمَ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی شخص آیا جو وضوء کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ کیسے کرنا چاہیئے تو آپ نے تمام اعضاء تین تین دفعہ دھو کر دکھائے پھر فرمایا یہ صحیح وضوء ہے۔ جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے برا کیا۔ ظلم کیا، اور حد سے بڑھ کر گیا۔

مقامِ غور

آپ خود غور کریں کہ وہ آدمی کتنا بے ذوق اور کم فہم ہے کہ جو ایک معمولی سی سستی اور لاابالی پر اتنا عظیم عمل جو پہاڑوں سے بھی ثقیل اور وزنی ہے ضائع کر بیٹھتا ہے۔ تو دوستو یہ تو وہ عمل ہے۔ جس کے صحیح اور پائیدار ہونے

---

[1] نسائی، ابن ماجہ، ابوداود میں بھی ہے جسکا معنیٰ اور مفہوم یہی ہے لیکن الفاظ میں قدرے تبدیلی ہے

سے آدمی کے مدت کے گناہ اور اسکی سیاہ کاریاں دھل جاتی ہیں اور وہ ایسا صاف ستھرا اور ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے گویا کہ اب کوئی بھی گناہ اس کے پشت پر ایسا نہیں رہا جو کہ بارگاہ الٰہی میں اسکی ذلت اور رسوائی کا سبب بن سکے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

صحیح وضو بنانے کا طریقہ

ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا توضأ العبد المسلم او المومن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب [1]

آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان آدمی یا مومن وضوء کرتا ہے تو جب چہرہ دھوتا ہے تو اس پانی سے [2] یا پانی کے آخری قطرہ سے چہرے کے گناہ نکل جاتے ہیں جو کہ اس نے خلاف شریعت پکڑا تھا جب پاؤں دھوتا ہے۔ تو اس پانی یا پانی کے آخری قطرہ سے پاؤں کے گناہ نکل جاتے ہیں جو کہ وہ خلاف شریعت چلا تھا تو آخر یوں ہوتا ہے کہ وہ سب گناہوں سے صاف ستھرا ہو کر نکل جاتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] یہاں راوی کو شک ہے کہ سارا پانی کہا یا پانی کا آخری قطرہ کہا۔

اسی طرح حضرت عثمان سے مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من توضا فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ وفی روایۃ ان عثمان رضی اللہ عنہ توضأ ثم قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضاء مثل وضوئی ھذا ثم قال من توضأ ھکذا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وکانت صلاتہ ومشیہ الی الصلوٰۃ نافلۃ[1]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عمدہ طریقہ سے وضوء بنایا تو اس کے جسم سے سب گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ جو اس کے ناخنوں کے نیچے تھے وہ بھی نکل جاتے ہیں ایک دوسری روائیت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا پھر کہا یہ میرا وضوء اسی وضوء کی طرح ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر کہا جو اس طرح وضوء کرتا ہے۔ تو اسکے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسکا مسجد کی طرف جانا اور نماز ادا کرنا درجات کی بلندی کا سبب بن جاتا ہے تو اس معنیٰ اور مفہوم کی اور بھی بہت سی روایات آتی ہیں جنہیں اگر ذکر کروں تو مضمون کافی لمبا ہو جائے گا۔ اور اصل مقصد فوت ہو جائے گا، تو جو چیز یہاں سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی اور مخفی نہیں بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ سب رعایتیں اور سہولتیں صرف موحد کے لئے ہیں کہ جسکے ایک چھوٹے اور معمولی سے عمل کی اللہ کے ہاں یہ قدر و توقیر

---

[1] صحیح مسلم

ہے ورنہ اور کے لئے کہاں مزید سوچیں اور غور کریں تو آدمی اور زیادہ حیران ہوتا ہے کہ وہ آدمی جسکے ننانویں دفتر گناہوں کے تھے اور ایک اتنا لمبا اور طویل تھا کہ جہاں تک اسکی نظر جاتی تھی وہ ہی نظر آتا تھا تو عین اسی وقت جب کہ وہ خوف وہراس اور غموں کے گھونٹ پی رہا ہو گا۔ حکم ہوگا۔

لاظلم علیك الیوم فتخرج له بطاقة فیها اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله قال فیقول یارب ماهذه البطاقة مع هذه السجلات فیقول انك لا تظلم فتوضع السجلات فی کفة والبطاقة فی کفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة [1]

آج تم پر کچھ ظلم نہیں ہوگا تو اچانک اس کی وہ چھوٹی سی چٹ نکال کر رکھ دی جائے گی جس پر کہ اسکا اللہ تعالے کے معبود اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا پختہ ایمان و یقین تھا جب اس کو ایک طرف رکھ دیا گیا تو تعجب کرتا ہوا پوچھے گا کہ اے اللہ یہ ایک معمولی سی چٹ اسقدر لمبے چوڑے دفاتر کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے حکم ہوگا آج تم پر کچھ ظلم نہیں ہوگا چنانچہ وہ اسکی چٹ ایک طرف رکھ دی جائے گی۔ اور دوسری طرف وہ سب دفتر۔ جب وزن ہوگا۔ تو وہ سب دفتر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ چٹ زمین سے ہی نہیں اٹھے گی۔

---

[1] ابن ماجہ کتاب الزھد و ترمذی؛

مقامِ غور

اس حدیث پر مزید غور کریں تو یہ بات بھی ذہن میں ابھرتی ہے کہ آخر وہ ننانوے دفتر اور پھر ایک اتنا لمبا کہ جہاں تک اسکی نظر جاتی ہے وہی نظر آتا تھا یہ فیصلہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سب کے سب صغیرہ گناہ ہی ہوں ۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں کبیرہ بھی ہوں ۔

تو پھر یہ فکر کرنا بھی ضروری ہے کہ کوئی شخص صرف اسی شخص کے گناہوں کو دیکھ کر ہی حیران نہ ہو کہ وہ کونسا شخص ہوگا جسکے اسقدر گناہ ہونگے بلکہ ہر شخص یہی گمان کرے کہ جب میرے گناہوں کے دفاتر وہاں میرے سامنے بکھیر دیئے گئے تو یقیناً میرے گناہ بھی ان سے کم نہیں ہونگے بلکہ ہوسکتا ہے کہ میرے ان سے بھی بڑھ جائیں تو اللہ کرے اسوقت میری بھی کوئی ایسی چٹ نکل آئے جو ان میرے گناہوں پر بھی بھاری ہو جائے (آمین)

تو غور کرنا کہ اللہ تعالےٰ کی اسقدر آسانیاں اور سہولتیں صرف اور صرف موحد کے لیئے ہیں ورنہ اگر کوئی موحد نہ ہوا اور شرک و بدعت کی سیاہ کاریوں میں پڑ گیا تو بجائے سہولت اور آسانیوں کے اتنا ہی کٹھن معاملہ ہو جائے گا تو پھر خواہ اس کے جہاد و صدقات اور دیگر اعمال بقدر ریت کے ذرات کے بھی موجود ہوئے تو یقیناً ان کا وزن ایک رائی کے برابر بھی نہیں ہوگا ۔

ارشادِ باری ہے ۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭاِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ط كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ہ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ہ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ [1]

یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو انکی قوم پر غلبہ عطا کرنے کے لئے دی۔ اور یہ ہمارا ایک قاعدہ اور طریقہ ازل سے ہی مقرر ہو چکا ہے۔ کہ جس کو ہم چاہتے ہیں اس کے درجات بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا رب اس بارے میں دانا اور بخوبی علم رکھنے والا ہے۔ اور ہم نے انکو حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہ السلام دیئے جو سب کے سب ہمارے ہاں ہدایت یافتہ تھے۔ ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور انکی اولاد سے حضرت داود حضرت سلیمان حضرت ایوب،

[1] سورہ انعام آیت ۸۴ تا ۹۰

حضرت یوسف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کو بھی ہم نے ہدایت دی، اسی طرح حضرت زکریا حضرت یحییٰ حضرتِ عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام کو بھی ہم نے ہدایت دی جو کہ وہ ہر ایک نیک لوگوں سے تھا۔ اسی طرح ہم نے حضرتِ اسماعیل حضرت یسع حضرت یونس اور حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہدایت دی اور ہر ایک کو سب لوگوں پر بزرگی و برتری عطا کی اور پھر کچھ انکے آباؤ اجداد سے اولاد سے بھائیوں سے جنکو ہم نے چن لیا، اور انہیں سیدھی راہ کی ہدایت دی تو اصل یہ ہی ہدایت اور سیدھی راہ ہے جس پر کہ وہ لوگ تھے، اور اللہ اپنے بندوں سے جسکو چاہتا ہے یہ راہ دکھا دیتا ہے، تو اگر بالفرض یہ انبیاء بھی شرک کر بیٹھتے تو انکے بھی تمام اعمال غارت ہو جاتے سنو یہ وہ لوگ تھے کہ جنکو ہم نے کتاب حکم اور نبوت عطا کی تو اب جو لوگ ان کا انکار کرتے ہیں (پرواہ نہیں) ہم نے کسی قوم کو یہ نعمت دینے کا ارادہ کر لیا۔ جو اسکی منکر نہیں ہوگی۔ (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو میں نے کامل ہدایت دی لہذا آپ بھی انہی کے راستے پر چلیں اور کہہ دیں کہ میں تم سے اس راستہ کی دعوت و تبلیغ کا کوئی صلہ نہیں مانگتا کیونکہ یہ تو ایک عام نصیحت ہے جو کہ تمام دنیا والوں کے لیئے ہے) ذرا غور کرنا کہ یہاں اللہ تعالےٰ اولوالعزم پیغمبروں کے متعلق بھی کہہ رہا ہے کہ بفرضِ محال انکے نامۂ اعمال میں بھی معمولی سا شرک پایا گیا تو میں ان کا بھی تمام نامۂ اعمال غارت کر دونگا۔

تو دوستو اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی کا وہی شخص مستحق ہو سکتا ہے۔ جو شرک و بدعت کے کانٹے اور خاردار جھاڑیوں سے دامن سمیٹ

کر دیا اور اپنے آپ کو بچا کر رکھا ورنہ اگر کوئی الجھ گیا تو یقیناً وہ مارا گیا اور اس میدان میں ناکام ہو کر رہ گیا۔ تو دوستو جب اس باب میں انبیاء کا یہ حال اور معاملہ ہے تو میں اور آپ کیا ہیں کہ شرک و بدعت بھی کرتے رہیں اور پھر مومن اور موحد بھی رہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی کو بھی حاصل کر پائیں۔ ذرا غور کریں کہ ان دونوں میں تو بہت بڑا فرق ہے جن کو ہم نے ملا رکھا ہے۔ اور اتنا فرق ہے کہ یقین جانیئے اتنا تو عرش و فرش کا آپس میں نہیں ہو گا۔

مولینا حالیؒ فرماتے ہیں۔

مولانا حالی رحمۃ اللہ کے چند اشعار

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا، تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

سورہ زمر کی آیت پر غور کریں تو آدمی اور زیادہ حیران ہوتا ہے۔ جس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ اسے نبی ہم نے آپ اور آپ سے قبل جتنے انبیاء بھیجے ان سب کو یہ ہی حکم دیا کہ تم نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا۔ ورنہ میں آپ اور ان سب کے اعمال کو غارت کر دونگا۔ اور مجھے کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ لہذا تم اپنی عزت وعظمت کو سمجھنا اور اسکا دھیان رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رفعت اور مقام ہاتھ سے نکل جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ تم سے کوئی ایسا نبی ہے جسکو معراج ہوا اور سدرۃ المنتہی پہ پہنچا تو وہاں انوار قدسیہ اور تجلیات الٰہیہ کے وہ شعلے دیکھ پائے جو آجتک کسی کو نصیب نہیں ہوئے اگر ہوئے تو کسی اور میں یہ طاقت اور قوت ہی نہ تھی کہ وہ انکی تاب جھیل سکتا۔ لیکن آپ نے خوب دیکھا نظر بھر کر دیکھا اور ایسا دیکھا کہ آنکھ کی اسقدر ٹکٹکی لگی ہوئی تھی کہ نہ حد سے آگے بڑھی اور نہ ہی ادھر ادھر جھانکی۔

حسنِ ادب کا صلہ

تو اس سورہ نجم کی آیت نے بھی اللہ تعالیٰ آپکا شوقِ دیدار اور مراعاتِ حسنِ ادب کے مفہوم کو بخوبی واضح کیا ہے کیونکہ جب انوار قدسیہ اور تجلیات الٰہیہ بھرپور آپ کی ذات گرامی پر وارد ہوئیں تو آپ کی نظر نہ دائیں بائیں پھری اور نہ ہی حدود سے متجاوز ہو کر آگے نکلی یعنی جو دکھانا مقصود تھا اسی کو ہی دیکھا اور دل بھر کر دیکھا اور نہ دائیں بائیں جھانکا تو یہ آپ کا کمال ادب تھا اسی لئے امام قشیری نے بھی باب الادب کا آغاز اسی آیتِ کریمہ سے کیا ہے تو معلوم ہوا کہ جو آپ کو معراج ہوا وہ بھی آپ کے اسی حسن ادب کا صلہ تھا پھر آپ کی عبادت کا ادب دیکھیے کہ جو حافظ ابن قیمؒ نے رمدارج السالکین میں رماکذب الفؤاد) کی توضیح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جو نظر نے دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی بلکہ تصدیق کی یعنی قلب اور نظر میں ہم آہنگی

ہوئی، روح اور جسم میں ہم آہنگی ہوئی، بصیرت اور بصارت میں ہم آہنگی ہوئی۔ مطلب یہ کہ جیسے نظر باادب تھی دل بھی باادب رہا۔ یعنی جو دکھانا مقصود تھا دل نے وہی دیکھا نہ تکذیب کی اور نہ زیادہ کی آرزو کی کیونکہ عام دیکھا گیا ہے کہ اخص الخاص آدمی کی بھی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جب اس کو کوئی بڑا مقام دیا جاتا ہے تو وہ اُس سے بھی زیادہ کی آرزو کرنے لگ جاتا ہے۔ سیدنا حضرتِ کلیم اللہ علیہ السلام کو دیکھیں جب انکو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے دیدار کی بھی آرزو کر دی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سات آسمانوں پر جانا اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا یہ آپ کے اسی حسن ادب کا صلہ تھا اور یہ وہ مقام تھا کہ جس کو کوئی نبی اور ولی نہیں پاسکا اسی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم خلوت میں بھی برہنہ نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ خلوت میں برہنہ ہونا بھی ادب کے خلاف ہے۔ صرف ایک دفعہ نبوت سے قبل آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا جب کہ بیت اللہ کی تعمیر شروع تھی اور آپ پتھر لئے جا رہے تھے تو آپ اسی وقت بیہوش ہو گئے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس طرح نہیں ہوا جس وقت کہ انہوں نے دریا نیل میں غسل کیا تھا اور اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تھے۔ تو اب یہاں یہ چیز بھی ضروری اور قابل غور ہے۔

نماز میں حصولِ زینت کا حکم

نماز میں ستر کا ڈھانپنا اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر کھڑے ہونا یہ بھی ادب کا ایک اہم باب ہے۔ ارشاد باری ہے۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ ؎

؎ سورہ اعراف آیت ۳۱

اس جگہ مسجد ظرف مکان کے علاوہ ظرف زمان بھی ہو سکتی ہے جسکا معنیٰ یہ ہوگا کہ ہر نماز کے وقت تم اپنے آپ کو آراستہ کر لیا کرو تو یہ کیسا المیہ ہے کہ اگر تم کسی دنیا دار افسر کے پاس جاؤ تو بن سنور کر جاؤ اور جب اپنے رب کے حضور جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اسکے پاس جاؤ تو گندی بنیان اور غلیظ چادر پہن کر چلے جاؤ تو یہ چیز بھی قابل غور ہے۔ کہ رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے جس کی بھی یہی وجہ ہے کہ یہ تذلل کی حالت ہے لہذا ایسی حالت میں قرآن مجید پڑھنا خلاف ادب ہے اور یہ بھی کہ آدمی اپنی عبادت کو حقیر جانے اور کہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کا بیشتر حصہ عبادت کیا کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کہتے کہ کوئی شخص بسبب اپنے عملوں کے جنت میں نہیں جائے گا۔ پوچھا حضور آپ بھی فرمایا ہاں میں بھی سبحان اللہ کتنا ادب ہے ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے تمام رات بیت گئی پھر بھی آواز ہے کہ بغیر اسکی رحمت کے کوئی بھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ بعض مشائخ سے جو اس کے برعکس کلمات نکلے ہیں وہ غلبۂ حال کی وجہ سے ہو سکتا ہے لہذا انکے اسطرح کے فقرات اور کلمات حجت نہیں ہو سکتے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا تھا۔

ہم نے اپنی مالوہیت سے تمہیں خدا بنایا اور اپنی عبادت سے تمہیں معبود بنایا ہے۔ اے ہمارے پروردگار کیا تو ہمارا زیادہ شکر گزار نہیں تو یہ بات ان سے غلبۂ حال میں کہی گئی جو راہ صواب سے ہٹی ہوئی تھی لہذا قابل تقلید نہیں بات صرف اللہ تعالےٰ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جو قابلِ عمل اور قابل حجت ہے، محدثین کرام، امام مشائخ واجب الاحترام ہیں کہ انکا احترام کیا جائے لیکن واجب التقلید نہیں کہ انکی ہر بات مانی جائے یہ مقام صرف اور صرف اسی کے شایانِ شان ہے جو ؕ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ، ہے کہ وہ دین کی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کرتا جب تک کہ اس پہ وحی نہ کیجائے۔

سورۃ حجرات کی ابتدائی آیات سے لے کر رغفور الرحیم تک غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسقدر اللہ تعالےٰ نے ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے آدمی حیران رہ جاتا ہے وہ اللہ جو پوری کائنات کا مالک اور منعم ہے وہ تو اس سے بھی اولی ہے کہ اسکا ادب ملحوظ رکھا جائے۔

گستاخ الٰہی کی سزا

سب سے پہلے جس نے آداب الٰہی پر حملہ کیا وہ ابلیس تھا۔ جب حکم ہوا کہ تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر تو وہ نہ مانا اور انکار کر دیا تو چاہیئے یہ تھا کہ جب خود سجدہ نہیں کیا تو اپنی اس غلطی اور قصور کو اپنا ہی قصور سمجھتا لیکن اسکے برعکس اللہ تعالےٰ کو یوں کہنا شروع کیا۔

(قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ) کہا مجھے قسم ہے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے سجدہ خود نہیں کیا قصور اللہ پر عائد کیا حقیقت ہے کہ اگر ایسا بے ادب اور گستاخ نہ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بارگاہ الٰہی سے خروج ہوتا اور ہمیشہ کے لیے اس کے غضب وغصے اور لعنت کا پھندا گلے میں پڑ جاتا حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھیں تو انکی بھی یہ خطا پہلے لکھی جا چکی تھی لیکن اس کے برعکس انہوں نے اعتراف کیا ایک بار نہیں کئی بار کیا، کہ یہ ظلم اور گناہ میں نے کیا ہے تو آخر معترف ہونے کی وجہ سے جو کچھ چھن چکا تھا وہ بھی مل گیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کا مثالی آدب

پھر آپ حضرت خضر علیہ السلام کا ادب دیکھیں کہ جب انہوں نے کشتی کو توڑا تو کہا " فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا "، کہ اسکو ناقص کرنے کا ارادہ میں نے کیا ہے تو کشتی کا توڑنا کوئی ظاہری اچھا نہیں ہے اس لیئے اُنہوں نے اس فعل کو عیب سے تعبیر کیا اور اسکی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ ہی کیا تھا جو انکو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا۔ جیسا کہ اسی رکوع کے آخر میں اسکی تصریح موجود ہے لیکن اس کے برعکس جب دیوار بنائی وہ بھی اللہ تعالےٰ کے حکم سے بنائی لیکن اس فعل کی نسبت اپنی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف کی کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ گری ہوئی دیوار کا بنانا بہتر اور مستحسن ہی ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرمایا:۔

" فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا "[1]

---

[1] سورہ الکہف آیت: ۸۲،

"پس تیرے رب نے چاہا اور ارادہ کیا ہے"
کہ جب وہ یتیم بچے جوان ہو جائیں تو وہ دونوں اپنا خزانہ نکال لیں گے۔
تو اب اس مقام کو پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد ایک معمولی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی ضرور حیران ہو گا کہ حضرت خضر علیہ السلام کس قدر اللہ تعالےٰ کے مطیع فرمانبردار اور با ادب انسان ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مثالی ادب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھیں فرمایا

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ [۱]

وہ ہی اللہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور میری رہنمائی کرتا اور مجھے کھلاتا پلاتا بھی ہے اور جب میں کبھی بیمار ہو جاتا ہوں تو شفا بھی وہی دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ہی ہے جو مجھے مارتا ہے اور پھر قیامت کو بھی زندہ کرے گا۔

ان آیات میں یہ چیزیں مثلاً ہدایت، پیدائش، کھانا، پینا، زندگی موت، اور شفا یہ بہت بڑی نعمتیں اور قابل فخر چیزیں ہیں اور قدرتی طور پر ہی ہر مومن کا دل انکی طرف لپکتا اور اچھلتا ہے موت بھی مومن اور مسلمان کے لئے۔ ایک انمول تحفہ ہے ورنہ اگر یہ تحفہ نہ ہو تو پھر اور کیا چیز ہے جس سے انسان ایک نئی دنیا اور اپنے محسن حقیقی تک پہنچ سکے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان ہر ایک کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف کی ہے مرض چونکہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے ہر آدمی بھاگتا اور اسے ناپسند کرتا ہے اس لئے اسکی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف نہیں بلکہ اپنی طرف کی ہے کہ بیمار میں ہوتا ہوں شفا وہ دیتا ہے۔

---

[۱] سورۃ الشعراء آیت ۷۸ ۸۱

سورۃ ابراہیم میں ہے

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ [1]

اے اللہ مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا نا کہ کہیں ہم بتوں کی عبادت نہ کر بیٹھیں کیونکہ انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

غور کریں یہاں گمراہی کا فاعل بھی بتوں کو قرار دیا ہے اور اللہ تعالے کی طرف اس کا معمولی سا اشارہ بھی نہیں کیا لیکن اس کے برعکس شیطان کی بات سنیں کہتا ہے "فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي"، قسم ہے کہ گمراہ مجھے تو نے کیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے اگر تو چاہتا تو میں ایسے نہ کرتا تو اس کے ساتھیوں کی بھی یہی روش ہوگی جب کہ وہ قیامت کو پیش ہونگے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ [2]

مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے آباؤ اجداد اللہ کے سوا کسی اور چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہی ہم بغیر اسکی چاہت اور مرضی کے خود اپنی چاہت اور مرضی کے کسی چیز کو حرام کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثالی ادب

پھر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب دیکھیں۔

سورہ مائدہ میں ہے۔

[1] سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۶

[2] سورہ نحل آیت ۳۵

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰـہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ [1]

جب اللہ تعالٰے حضرت عیسٰی بن مریم سے پوچھیں گے کیا تم نے اپنی قوم کو کہا تھا کہ تم مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالٰے کے سوا معبود بنا لو تو ابن مریم جواب دیں گے اے اللہ تو اپنے شرکاء سے پاک ہے لہذا میرے لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اگر میں نے ایسی بات کہی ہے تو آپ کو معلوم ہے کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ جو تیرے دل میں ہے تیرا علم تو اسقدر ہے کہ کوئی ایسی چیز ہی نہیں جو تیری نظر اور علم سے باہر ہو۔ تو میں نے تو اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ تم صرف اللہ تعالٰے کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۱۱۶ تا ۱۱۸

اور میں اسکا شاہد بھی ہوں۔ جب تک میں ان میں رہا ہوں لیکن جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا شاہد اور نگہبان تھا کہ جو کچھ وہ کہتے اور کرتے رہے اب اگر تو انہیں عذاب کرے تو کوئی زیادتی نہیں کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں لیکن اگر چھوڑ دے تو اس پر بھی تیرا حکیمانہ غلبہ ہے۔

توضیح

ان آیات میں خاص کر (ما لیس لی بحق) اور (انک انت علام الغیوب) کے جملوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مقام عبودیت کی آخری منزل اور کڑی کو بڑے کھلے اور زور دار الفاظ سے واضح کیا ہے کہ ایک بندہ جسے اپنے نفع و نقصان اور موت وحیات کا بھی کچھ اختیار نہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ اپنے دائرہ عبودیت سے نکل کر الوہیت پر ہلہ مارے اور اسکا دعویٰ کرے جب کہ وہ اس کا اہل اور حق دار ہی نہیں اور نہ ہی یہ اسکی اتھارٹی اور حیثیت ہے کہ وہ اسے سنبھال سکے، ہاں اگر میں نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

تو پھر اس میں کیا مشکل ہے کیونکہ تیرا علم تو ہر ڈھکی چھپی اور مخفی چیزوں پر حاوی ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو آپ کے کنٹرول اور احاطۂ علم سے باہر ہو۔

حسنِ ادب کا آخری درجہ

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء پر ادب کی ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے کہ وہ دعا کرتے وقت امر ونہی کے صیغوں سے اجتناب کرتے ہیں اور یہ حسن ادب کی آخری منزل ہے اور وہ لیے بہت ہی کم لوگ ہیں جن کو اس منزل تک رسائی حاصل ہے جیسا معلوم ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین کے کنویں کے قریب کسی درخت کے نیچے

آرام کے لئے بیٹھ گئے۔ تاکہ جسم میں کچھ جان آجائے تو اسوقت جو انکی حالت اور کیفیت تھی یقیناً اسی حسن ادب کے آخری درجے پر تھی کیونکہ انکی دعا ہی کے الفاظ ایسے ہیں جو اسکی تعبیر کر رہے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ [1]

اے اللہ جو تو نے میری قسمت میں خیر لکھی ہے میں اسکا محتاج ہوں

ظاہر ہے کہ اس خیر سے مراد کھانا ہے جس کی اسوقت انہیں سخت حاجت اور ضرورت تھی جیسا کہ بعض نے لکھا ہے کہ اس سفر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس حالت میں طے کیا کہ جب بھوک کی وجہ سے سخت نڈھال ہو جاتے تو درختوں کے پات کھا کر قدرے طاقت فراہم کر لیا کرتے تھے۔ پھر سفر شروع کر دیتے اسی حالت میں مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو بیٹھ گئے۔ پھر دعا کی لیکن غور کریں کہ یوں نہیں کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا چاہیے مقصد تو یہ ہی تھا۔ لیکن امر کے صیغے سے اجتناب کیا۔

دوسری اس دعا سے جو چیز معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت کلیم اللہ نے وہ چیز مانگی جس کی اشد ضرورت تھی دوسری نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ چیز بھی دعا کے حسن ادب سے ہے اسی طرح آپ حضرت ایوب علیہ السلام کا حسن ادب دیکھیں جب کہ وہ مرض کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی سخت آزمائش میں آئے ہوئے تھے تو اسوقت جو اُن کی حالت تھی اسقدر کمزور تھی کہ مال و متاع اور اولاد کے چھن جانے کے بعد مرض نے بھی انکے جسم کو چور کر دیا تھا تو اس وقت انکی بھی یہی حالت اور کیفیت تھی کہ دعا کرتے وقت امر کے صیغے سے اجتناب کیا اور اپنی اس بے چینی اور تکلیف کی نسبت اللہ کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف کی۔ تھا

---

[1] سورہ القصص آیت ۲۴

جیسا کہ فرمایا :-

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [1]

اور جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہا اے اللہ اب تو مرض جسم کو چاٹ چکا ہے۔ اور میں بخوبی جان چکا ہوں کہ تیرے پایہ کا کوئی مہربان نہیں۔ سورہ ص میں فرمایا

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۚ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ [2]

آپ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کی پاک سیرت کا وہ نادر پہلو بھی یاد کریں جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اللہ یہ دکھ، درد اور تکلیف مجھے شیطان کی طرف سے لگی ہوئی ہے۔ اور میں اسکو بخوبی سمجھ چکا ہوں کہ تیری مثل کوئی مہربان نہیں ہے کہ جس طرف امید کی نظروں سے دیکھا جا سکے تو اسی وقت حکم ہوا کہ اب آپ اپنی ایڑی زمین پر ماریں تو دیکھو یہ ایک ٹھنڈا چشمہ آپ کے نہانے اور پینے کا ہے تو پھر ہم نے انہیں صرف صحت و عافیت ہی نہیں دی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پہلے سے کہیں زیادہ اپنی رحمت سے بیوی بچے اور مال و اسباب سے بھی بھرپور کر دیا اور اسمیں عقلمندوں کے لئے نصیحت بھی ہے

مزید ان آیات پر غور کرنے سے جو ہمیں چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء پر بے حد بھاری قسم کے مصائب اور مشکلات کے دور آئے مگر حسنِ ادب

---

[1] سورہ الانبیاء آیت ۸۳ [2] سورہ ص آیت ۴۱ تا ۴۳

کا پہلو کبھی ان سے چھوٹنے نہیں پایا تو یہی وجہ تھی کہ پھر انکو نبوت جیسے مقامات عالیہ سے نوازا گیا ورنہ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو ممکن ہی نہ تھا کہ وہ ایسے درجات عالیہ سے ہمکنار ہوتے اور اس پایۂ کو پہنچ جاتے تو ایک شاعر نے اسی موضوع کی یوں لب کشائی کی ہے۔

از ادب زندیق صدیقے بود   بے ادب صدیق زندیق شود

تنبیہ

با ادب ہونے کی وجہ سے کافر او رلے دین صدیق بن جاتا ہے اسی طرح صدیق بے ادب ہونے کیوجہ سے کافر و زندیق بن جاتا ہے بہت سے شاعر بھی اپنی شاعری میں آکر حسن ادب سے نکل جاتے ہیں اور وہ وادی جہاں انہیں قریب تک نہیں جانا چاہیئے تھا اُس سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔

ارشاد باری ہے

فِی کُلِّ وَادٍ یَّهِیمُوْنَ

وہ ہر وادی میں گھومتے ہیں۔ مگر کچھ ایسے شاعر بھی ہیں جو ایمان وتقویٰ سے آراستہ اور مؤدب ہوتے ہیں اور وہ حقیقت سے کبھی آگے نہیں نکلتے بلکہ وہ ہی بیان کرتے ہیں جو حق وصوابیت پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولینا روم ایک عظیم شاعر تھے تو وہ اسی ادب کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مولینا روم کے چند اشعار

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از لطف رب

ہم اللہ تعالےٰ سے حسن ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ تعالےٰ کے لطف وکرم سے محروم رہتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب تنہا ہی برا اور بد حال نہیں ہوتا، بلکہ اُس کی

نحوست کی آگ پوری دنیا کو اپنی زد میں لے لیتی ہے۔

درمیانِ قومِ موسیٰ چند کس — بے ادب گفتند کو سیر و عدس

آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں وہ چند آدمی بے ادب تھے جو بول اٹھے کہ ہم ایک کھانا نہیں کھا سکتے ہمیں تو ساگ پات ککڑیاں اور مولیاں چاہئیں

منقطع شد خوان و نان از آسمان — ماند رنج و زرع و بیل و داسماں

اُن چند بے ادب آدمیوں کیوجہ سے آسمان سے رزق آنا بند ہو گیا اور وہ کھیتی، باڑی، بیل اور پھاوڑے کی مصیبت میں پھنس گئے۔

باز عیسیٰ چوں شفاعت کرد حق — خوان فرستاد و غنیمت بر طبق

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں سفارش کی چنانچہ پھر اللہ تعالےٰ کی جانب سے طبق میں رکھا ہوا کھانا آنا شروع ہوا۔

باز گستاخاں ادب بگذاشتند — چوں گدایاں زلہا برداشتند

گستاخوں نے پھر ادب کا دامن چھوڑ دیا کہ بچا ہوا کھانا گداؤں کی طرح دوسرے دن کے لیئے رکھنے لگے جس کی کہ انہیں ممانعت کی گئی تھی۔

نان و خوان از آسمان شد منقطع — بعد زاں خوانے نشد کس منتفع

ان گداؤں کی حرص اور بے ادبی کیوجہ سے رزق آنا موقوف ہو گیا اور ایسا موقوف ہوا کہ بعد میں کوئی آنے والی قوم بھی اس سے مستفید نہ ہو سکی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں موحد ہونے کے ساتھ ساتھ مودب بھی بنا ئے (آمین)

تو بات شرک کے مسئلہ سے شروع ہوئی تھی درمیان میں چند باتیں آگئیں جس وجہ سے بات لمبی ہوگئی اور وہ آیت جو زیر بحث تھی چھوٹ گئی اب وہ ہی آیت اور اسی کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ [1]

البتہ آپ اور آپ سے قبل جتنے انبیاء تھے ان سب کی طرف یہ ہی وحی کی گئی کہ دیکھو اگر کہیں تم نے بھی شرک کر لیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے بھی سب اعمال غارت کر دے گا اور پھر تم خسارے میں رہو گے پس نہیں چاہیئے کہ اپنے رب کی خالص عبادت کریں اور شکر گذار لوگوں میں سے ہو جائیں۔

اور وہ حدیث جس پر مسلسل بات ہو رہی تھی کہ وضو کرنے سے آدمی کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو غور کرنا کہ یہ رعایت اور سہولت صرف اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دی ہے جو ہر لمحہ شرک سے بچتے اور اجتناب کرتے ہیں ورنہ اگر کوئی شرک کی بیماری میں پڑ گیا اور اسی میں پھنس کر رہ گیا تو پھر اس کے لیئے یہ اللہ تعالیٰ کی نوازش اور رعایت نہیں ہے۔ جیسا کہ۔

ارشاد باری ہے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا [2]

---

[1] سورۃ زمر آیت ۶۵ تا ۶۶ [2] سورہ نساء آیت ۳۱

یہ امر واقع ہے کہ جن کبیرہ گناہوں سے تم منع کئے جاتے ہو اگر تم رک گئے تو ہم تمہاری برائیوں کو معاف کر کے بے حد عزت و توقیر اور شاہانہ طریقہ سے تمہیں داخل کریں گے۔

اب اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور وہ عمل جو کتاب وسنت کی روشنی میں مستحب ہیں اخلاص پر مبنی ہوئے تو ممکن ہے کہ ان سے بھی کبیرہ گناہ دھل جائیں لیکن اصل وہ چیز ہے جو گناہوں کو مٹاتی اور اڑاتی ہے وہ توبہ ہی ہے جو کہ اخلاص سے کی جاتی ہے۔

دوسرا باب

اَذان کا جواب دینے کی فضیلت کے بارے میں

قال ابو عوانۃ الاسفرا یینی فی المستخرج الصحیح[۱] علی مسلم من روایۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع المؤذن فقال (فی روایۃ محمد بن عامر) من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ: قال) اشھد ان لا الٰہ الا اللہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینًا و بمحمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا (وفی روایۃ محمد بن عامر رسولاً غفر اللہ لہٗ ما تقدم من ذنبہ قال رجلٌ یا سعد ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فقال ھکذا سمعتہٗ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا الحدیث اخرجہٗ مسلم وابوداؤد والترمذی و النسائی ولیس عندھم (وما تاخر)

---

[۱] علیٰ مسلم کا مفہوم یہ ہے کہ جس حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا ابوعوانہ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن جس سند سے امام مسلم نے بیان کیا ابوعوانہ نے اس سے نہیں بلکہ اپنی سند سے بیان کیا ہے

ابوعوانہ الاسفرائینی اپنی مستخرج الصحیح میں جو کہ صحیح مسلم کی روایت کے ہم پلہ ہے سعد بن ابی وقاص رضؓ سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنتا ہے (محمد بن عامر کی روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص مؤذن کے یہ کلمات (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[1] سننے کے بعد جواباً یہ کہتا ہے۔ (اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا[2]

محمد بن عامر کی روایت میں (نبیًّا) کی جگہ (رسولاً) بھی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس شخص کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ ایک شخص نے اس حدیث کے راوی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اگلے گناہ بھی اور پچھلے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے اور اس حدیث کو امام مسلمؒ ... امام ابوداؤدؒ امام ترمذی اور امام نسائیؒ بھی لائے ہیں لیکن انہوں نے پچھلے گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

---

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں [2] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالےٰ کے رب اسلام کے صحیح دین اور محمدؐ کے سچے نبی ہونے پر راضی ہو گیا ہوں۔

توضیح

مزید جو چیز ہمیں اس مستخرج سے ملتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو شخص مؤذن کے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد یہ کلمات (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا یا نبیًا کی جگہ رسولاً کہتا ہے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی اور نسائی میں اس مقام پر ان کلمات کی تصریح نہیں کی جو ان ہر دو کی تصریح ابوعوانہ نے کی ہے۔ امام ترمذیؒ غفر اللہ ذنوبہٗ اور امام مسلمؒ غفر لہٗ ذنوبہٗ کے الفاظ لائے ہیں، ابوداود میں ہے کہ جو شخص مؤذن کی طرح کلمات کہتا ہے مگر حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کی جگہ " لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص مؤذن کی طرح کلمات پڑھنے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام اور یہ دعا پڑھتا ہے۔

(اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ) آخر تک تو (حلّت علیہ الشفاعۃ) اس پر میری شفاعت جائز ہوگی۔ حلّت لہ شفاعتی یوم القیامۃ کے بھی الفاظ ہیں یعنی قیامت کے دن جائز ہوگی۔ کہ میں اس کی شفاعت کروں صحیح مسلم کی وہ روایت جس کے چند آخری کلمات ذکر ہو چکے ہیں اس کے پورے الفاظ یہ ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال، من قال حین یسمع المؤذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان محمدًا عبدہٗ و رسولہ رضیت باللہ ربًا و بمحمدٍ رسولا و بالاسلام دینًا غفر لہ ذنبہٗ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اذان سننے کے وقت یہ کہتا ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ تعالےٰ کے رب محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے رسول اور اسلام کے دین حق ہونے پر راضی ہوگیا ہوں تو اس شخص کے بھی گناہ بخش دیئے جاتے ہیں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں

اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن لہ حیعلتین کا جواب بھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے الفاظ ہیں ہے پھر اسی طرح یہ الفاظ بھی ہیں کہ جو شخص اذان سنتا ہے اور پھر یہ :۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ آخر (وعدتہ) تک دعا پڑھتا ہے۔ (حلت لہٗ شَفَاعَتِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ) تو قیامت کے دن اسکے لئے میری شفاعت ضروری ہوگی۔

اب ان روایات میں جن جن مقامات پر جو جو کلمات پڑھنے کی تصریح آچکی ہے وہ مقامات اور کلمات چھوٹنے نہ پائیں کیونکہ یہ چیز پایہ ثبوت اور یقین کے اعلیٰ درجے کو پہنچ چکی ہے کہ جو شخص ان مقامات کو ملحوظ رکھتا ہے اور پھر انہی کلمات کو اخلاص سے پڑھتا ہے تو یقیناً اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ شفاعت جس کی طرف ہر شخص کی قیامت کے دن گردنیں اٹھیں گی۔ اس سے کبھی محروم نہیں رہے گا، تو اب اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ان چند کلمات کہنے سے آدمی کے گناہ دھل جائیں اور پھر اسے آپ کی شفاعت کا بھی اعزاز حاصل ہو تو دراصل یہ اشکال آدمی کی بے علمی اور کم فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ یہ کلمات توحید کے کس قدر وسیع اور کشادہ مفہوم کو گھیرے ہوئے ہیں ۔

لہ جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جسطرح مؤذن کہتا ہے ۔

آذان کے کلمات کی اہمیت

چنانچہ کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے جس میں توحید کی شعائیں اور کرنیں آپ کو چمکتی ہوئی نظر نہ آئیں، آیت الکرسی کو دیکھیں تو اسکا بھی ایک ایک لفظ توحید پر مشتمل ہے۔ جس کی بنا پر ایک ہی دفعہ پڑھنے پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت

جیسا کہ فرمایا :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ آيَةَ الْكُرْسِيِّ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ [۱]

جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیتا ہے تو اب اس کے جنت میں داخل ہونے میں صرف موت ہی حائل ہے حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت الکرسی کی پہلی آیت اسم اعظم ہے جسکو پڑھ کر جو آدمی دعا کرتا ہے تو اسکی دعا رد نہیں ہوتی، اسی طرح آل عمران کی پہلی آیت اور سورہ بقرہ کی آیت وہ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ [۲] بھی اسم اعظم ہیں اسی طرح آیت کریمہ اور سورہ طٰہٰ کی آیت وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ یہ بھی دو آیتیں اسم اعظم ہیں تو خلاصہ یہ ہے کہ اسم اعظم بھی انہیں اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کا ایک ایک لفظ توحید

---

[۱] صحیح ابن حبان ونسائی ابن کثیر زیر تفسیر آیت الکرسی [۲] آیت ۱۶۳ تمہارا معبود صرف اور صرف ایک ہی معبود ہے ایسا کہ جو بے حد مہربان اور بخشنے والا ہے۔

پر مشتمل ہے اسی طرح اور بھی قرآن وحدیث میں اسم اعظم ہیں جو تمام کے تمام وہ بھی اہم درجہ پر توحید کی تعبیر کرتے ہیں تو ظاہر ہوا کہ توحید ہی دین کا سر اور مغز ہے جس پر کہ پوری شریعت گھوم رہی ہے اگر توحید نہ ہو تو حقیقت یہ ہے کہ دین پورے کا پورا بے جان اور بے کار ہے تو بات واضح ہوئی کہ جب اذان کے تمام کلمات توحید پر مشتمل ہیں جس کا یہ درجہ اور مقام ہے تو پھر اس میں حیران ہونے کی کیا چیز ہے کہ جو ان کلمات کو اخلاص سے پڑھتا ہے اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا بھی اسے شرف حاصل ہو جاتا ہے پھر دیکھیں تو اس میں تفویض بھی کمال درجہ کی ہے جب مؤذن (حي على الصلاة) اور (حي على الفلاح) کہتا ہے، تو جواباً (لاحول ولاقوة الا باللہ) کہا جاتا ہے جس کے مفہوم پر غور کریں تو یہ بات واضح ہے کہ اب آدمی نے کلی طور پر اپنی بڑائی اور ہستی کو مٹا دیا ہے اور اب اسکا یہ ذہن اور اعتقاد بھی ہو چکا ہے کہ نیکی کا کرنا اور برائی سے بچنا یہ بھی اسی کی توفیق اور نوازش سے ہے، میرا اس میں کوئی کمال نہیں تو جب آدمی کا یہ ذھن بنا اور یقین پختہ ہوا تو اللہ تعالےٰ کی رحمت اس زور سے اٹھی کہ جو ایک ہی لہر سے سب گناہوں کو بہا کر لے گئی۔

درود شریف کی فضیلت کی وجہ

پھر آپ درود شریف کو دیکھیں جو اذان کے بعد پڑھا جاتا ہے جس کے بغیر دعا ہی قبول نہیں ہوتی اس کا بھی ایک ایک لفظ توحید کو گھیرے ہوئے ہے۔ ذرا غور کریں کہ جس کے لئے رحمتوں اور برکتوں کی دعائیں کی جاتی ہیں کہ اے اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ والسلام پر نازل کیں۔ تو وہ اگر مختار کل اور مشکل کشا ہوتے تو پھر انکے لئے رحمتوں اور برکتوں کی دعائیں مانگنے کی کیا ضرورت تھی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ کے ہاں بے بس اور محتاج ہیں ورنہ اگر یہ وجہ نہ سمجھیں

تو ان کلمات کا مفہوم ہی بے معنیٰ ہو کر رہ جائے گا، دوسری یہ چیز کہ وہ ملک الملک ہے، غنی ہے، رحمان ہے، جواد ہے، اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ہر لمحہ خزانوں کو بانٹنا اور تقسیم کرتا ہے کوئی ایسا وقت نہیں کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بند کر لے یا اس کے خزانوں میں کمی آ جائے اسکا تو کام ہی تبدیل و عطا ہے، اگر تمام جن و انسان بلکہ پوری کائنات ایک ہی میدان میں اکٹھی ہو جائے اور ہر وہ چیز جو اسکی چاہت اور پسند ہو مانگ لے اور اس کو مل جائے تو اس کے خزانوں میں اتنی کمی واقع بھی نہیں ہوتی جتنی کہ سوئی سمندر میں ڈوب کر باہر آتے وقت اپنے ساتھ ایک معمولی سی بوند کھینچ لاتی ہے۔ اس کی رحمت اور نوازشوں کا تو یہ عالم ہے کہ حرا پر گھومتے اور راہ چلتے ہوئے مسافروں کو ہی پکڑ کر ان مقامات عالیہ اور درجات کاملہ سے نوازتا ہے جو آج تک کسی عقل کی گرفت میں بھی نہیں آسکے جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ چند قدم جا کر آگ لے آؤں لیکن معاملہ یوں کہ کہ وہاں پہنچتے ہی اس کی رحمت نے اس تیزی سے پکڑا کہ اب وہ واپس ہوتے وقت ایک کلیم اللہ کی حیثیت سے لوٹتے ہیں اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غار حرا میں بیٹھنا، گھومنا، اور بار بار وہاں آنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو کسی چیز کی تلاش تھی جس نے سب آپ کا آرام و سکون ختم کر دیا تھا۔ ورنہ کوئی کون چاہتا اور پسند کرتا ہے کہ وہ گھر کے بارونق اور خوشگوار ماحول کو چھوڑ کر غاروں میں جا بسے اور وہاں اپنی ساری توانائیاں اور قوتیں صرف کر دے تو پھر یہ آپ کا معمول اور مشغلہ صرف چند دن ہی نہ تھا بلکہ تقریباً ایک ماہ تک رہا آخر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکا فضل اس تیزی سے بڑھا کہ آپ کو پوری دنیا کا امام اور پیشوا منتخب کر دیا گیا۔

قابلِ غور پہلو

غور کرنا چاہیئے کہ ناپنے اور پیمائش کرنے کے پیمانے ہمارے کچھ اور نوعیت کے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کے کچھ اور انداز کے، ہمارے اور اس کے پیمانوں میں اگر ہم یہ فرق بھی سمجھ لیں جتنا کہ زمین و آسمان کا ہے تو یہ بھی ہماری ڈبل غلطی ہے کیونکہ اس کے پیمانے تو اس سے بھی کہیں زیادہ فرق اور بلندی پر ہیں۔

ارشادِ باری ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [1]

اللہ تعالےٰ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے وہ اس راستہ میں لڑتے ہیں، قتل بھی کرتے ہیں اور کٹتے بھی جاتے ہیں ان جانوں اور مالوں کے عوض میں جنت دینے کا سچا وعدہ صرف قرآن میں ہی نہیں بلکہ توراۃ اور انجیل میں بھی کیا گیا ہے۔ تو اب جس نے اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان کئے ہوئے وعدہ کو اپنی طرف سے نبھا دیا، صرف نبھانا ہی نہیں بلکہ اس لین دین کے ساتھ جو تم نے اپنے رب سے کر لیا ہے خوش بھی ہو جاؤ کیونکہ یہ سعادت اور کامیابی ہے

---

[1] سورہ التوبہ آیت ۱۱۱

کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور ہے ہی نہیں۔

توضیح

اب یہاں یہ چیز زیر بحث اور قابل غور ہے کہ جن اشیاء کے عوض اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ جنت دینے کا سودا کیا ہے کیا وہ اشیاء آدمی کی خود اپنی بنائی اور پیدا کی ہوئی ہیں اور یا وہ بھی صرف اسی کی بنائی اور عطا کردہ ہیں تو وحی کے ساتھ ساتھ عقل بھی ہمیں اس بات پر ابھارتی ہے کہ یہ سب چیزیں تو کیا بلکہ پوری کائنات اسی کی بنائی اور ایجاد کی ہوئی ہے۔ جیسکہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىكُمْ [1]

اور تم اس مال سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ [2]

جب میں اس کو درست کرنے کے بعد اپنی روح اس میں پھونک دوں تو فوراً تم نے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ [3]

دنیا اور آخرت میں سب تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک و خالق ہے اور وہ دانا باخبر بھی ہے۔

---

[1] سورہ نور آیت ۳۳ [2] سورہ الحجر آیت ۲۹ [3] سورہ سبا آیت ۱

توان آیات کا ایک ایک جملہ اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ یہ پوری کائنات جو آدمی کے گرد گھوم رہی ہے یہ اسی کی بنائی اور عطا کی ہوئی ہے آدمی کا اس میں کوئی دخل اور حصہ نہیں ذرا غور کرنا کہ جو آدمی صرف اپنے وجود کا مالک نہیں وہ کسی اور کا مالک کیسے ہو سکتا ہے۔

کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ بعض دفعہ آدمی کی پرواز اتنی اونچی اور بلند ہوتی ہے کہ اسے آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکتیں لیکن بعض دفعہ تنزل اور پستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کا زمین پر چلنا کٹھن اور مشکل ہو جاتا ہے۔ تو اسکی مثال ایک نہیں بلکہ آپ کو ہزاروں ملیں گی تو اب وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے سوا غیروں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں ذرا غور کریں کہ جو چیز اپنے وجود، اپنی عزت اپنی ذلت اور اپنی صحت و عافیت کی بھی مالک نہیں وہ کسی غیر کا داتا اور مشکل کشا کیسے ہو سکتی ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جو اشیاء آدمی کھاتا پیتا اور استعمال کرتا ہے جب اسی کی ہوئیں تو پھر سودا کس طرح ہوا کیونکہ سودا تو اس چیز سے ہوتا ہے جو وہ چیز کسی آدمی کی اپنی ذاتی اور مالکانہ ہو، اور اس میں کسی اور آدمی کا کوئی حصہ اور شرکت نہ ہو تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا یہ کہنا کہ ہم نے اس جنت کے عوض اپنے بندوں کے مال اور انکی جانوں کو خرید لیا ہے یہ اسکا اپنے بندوں کے ساتھ ایک رحیمانہ اور مشفقانہ انداز ہے اور یہی وہ اس کا پیمانہ ہے جس سے وہ اپنے بندوں کے عملوں کی پیمائش کرتا ہے۔

ذرا سوچو اور غور کرو کہ وہ عورت جس نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ بڑے بڑے گناہوں اور مشرکانہ عقائد میں کھپا دیا تھا ایک دن یوں ہوا کہ کسی کتے کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے قریب تھا کہ مر جائے تو فوراً اٹھی اور ایک کنوئیں سے پانی نکال کر اس کے منہ میں ڈالنے لگی تاکہ یہ بچ جائے تو اب اسکی زندگی کی سیاہ کاریاں جو اس نے کیں ایک طرف رکھیں اور دوسرا وہ عمل

جو چلتے چلتے اضافی طور پڑے پایا ایک طرف رکھیں تو ان دونوں کا کوئی توازن معلوم نہیں ہوتا تو جب اس نے اس کا یہ ہی عمل اپنے اس پیمانہ پر رکھا جو خاص اسکا رحیمانہ اور مشفقانہ ہے تو اتنا وزنی اور ثقیل ہوا کہ اگر کچھ اور گناہ بھی ہوتے تو قریب تھا کہ یقیناً ان پر بھی بھاری ہو جاتا اسی طرح صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

راستہ صاف کرنے کا ثواب

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ[۱]

ایک آدمی کہیں جا رہا تھا راستہ میں اس نے ایک خاردار ٹہنی دیکھی جو راستہ کی طرف جھکی ہوئی تھی تو اس نے اس کو راستہ سے پیچھے ہٹا دیا تاکہ مسافروں کی تکلیف نہ ہو۔ بس یہ کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالےٰ کو یہ عمل اتنا پسند آیا کہ اسکو معاف کر دیا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت ہے۔

لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ[۲]

یقیناً میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا جو جنت میں گھوم رہا تھا۔ عمل صرف یہ تھا کہ راستہ چلتے ہوئے ایک خاردار ٹہنی کو دیکھ کر کاٹ دیا جو مسلمانوں کے لئے تکلیف کا باعث بنی ہوئی تھی۔

ابوداود میں ہے کہ :۔

---

۱ صحیح بخاری ومسلم بحوالہ ترہیب وترغیب

۲ صحیح مسلم بحوالہ ترہیب وترغیب۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِیْقِ؛ اِمَّا قَالَ كَانَ فِیْ شَجَرَةٍ فَقَطَعَهٗ وَ اِمَّا كَانَ مَوْضُوْعًا فَاَمَاطَهٗ عَنِ الطَّرِیْقِ فَشَكَرَ اللّٰهُ ذٰلِكَ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایسا آدمی تھا جس نے کبھی ایک بھی اچھا عمل نہیں کیا تھا۔ سوائے اس کے کہ ایک دن چلتے ہوئے راستہ میں کسی خار دار ٹہنی کو کاٹ دیا یا ویسے پڑی ہوئی تھی اسے راستے سے دور کر دیا تو اللہ تعالےٰ کو اس کا عمل اتنا پسند آیا کہ اسی کے بدلے اس کو جنت میں داخل کر دیا (ابو یعلی)، اور مسند احمد میں ہے کہ

فَلَقَدْ رَاَیْتُهٗ یَتَقَلَّبُ فِیْ ظِلِّهَا فِی الْجَنَّةِ [۱]

یقیناً میں نے اس کو جنت میں اسی ٹہنی کے سایہ میں گھومتے ہوئے دیکھا، جس کو اس نے راستہ سے ہٹایا تھا۔

جمعہ پڑھنے کی فضیلت

جمعہ پڑھنے کی فضیلت میں حضرت اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :-

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ غَسَّلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ وَمَشٰی وَلَمْ یَرْكَبْ وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ یَلْغُ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِیَامِهَا

---

[۱] بحوالہ ترغیب وترہیب

وَقِيَامِهَا [1]

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس شخص نے جمعہ کے دن عمدہ طریقہ سے غسل کیا۔ اور صبح سویرے ہی تیار ہو کر بغیر کسی سواری کے مسجد میں پہنچ گیا اور امام کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اسقدر توجہ اور شوق سے خطبہ سنا کہ درمیان میں کسی سے بات تک نہ کی تو اس شخص کو ایک ایک قدم کے بدلے ایک ایک سال کے روزے اور ایک ایک سال کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما، ان دونوں سے مروی ہے کہ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ کُفِّرَتْ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ وَخَطَایَاہُ فَاِذَا اَخَذَ فِی الْمَشْیِ کُتِبَ لَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ عِشْرُوْنَ سَنَۃً فَاِذَا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلٰوۃِ اُجِیْزَ بِعَمَلِ مِائَتَیْ سَنَۃٍ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن عمدہ طریقے سے غسل کیا تو اس کے اسی وقت گناہ اور خطائیں مٹا دی جاتی ہیں، پھر جب مسجد کی طرف چلا تو ایک ایک قدم کے بدلے بیس بیس سالوں کی نیکیوں کا ثواب پاتا ہے، جب جمعہ پڑھنے کے بعد واپس ہوا۔ تو دو سو سالوں کے نیک عملوں کا ثواب اسے دیا جاتا ہے۔

---

[1] الطبرانی فی الکبیر والاوسط [2] رواہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ ترہیب وترغیب

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ سے بھی مروی ہے
كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ عِشْرِيْنَ سَنَةً ۔ [1]
اسکو ایک ایک قدم کے بدلے میں بیس بیس سالوں کی نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، مساجد کے بارہ میں ہے ۔

مسجد کو صاف رکھنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخْرَجَ أَذًى مِنَ الْمَسْجِدِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ [2]
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد سے کوئی تکلیف دہ چیز کو نکال دیا تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکا گھر جنت میں بنا دیتا ہے ۔

وضو کے بعد دعا پڑھنے کی فضیلت

وضو کے عمدہ بنانے اور بعد میں دعا پڑھنے کے متعلق مروی ہے ۔
رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَشْهَدُ

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ ترہیب وترغیب
[2] ابن ماجہ اسکی سند میں احتمال یہ ہی ہے کہ حسن ہے ۔

اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃُ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّھَا شَآءَ[۱]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے عمدہ طریقہ سے وضوء بناتا ہے پھر (اشہد) سے لیکر (ورسولہ) تک مذکورہ دعا پڑھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ ہی کوئی اسکا شریک ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے بندے اور رسول ہیں تو یہ کہنے پر اس شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اب جس دروازے سے وہ چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اللہ کے لئے محبت کرنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ ناسًا ما ھم بانبیاءَ ولا شھداء یغبطھم الانبیاءُ والشھداء یوم القیمۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا احوال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نورٍ ولا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرء ھذہ الاٰیۃ (اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ)۔

[۱] صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کچھ لوگ اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہیں نہ تو وہ نبی ہیں اور نہ ہی شہید لیکن انکا شان اتنا عظیم ہے کہ نبی اور شہید بھی ان پر رشک کریں گے، صحابہ نے عرض کی حضور آپ بتائیں وہ ایسے خوش نصیب کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ جو بغیر کسی رشتے داری اور تعلق کے محض اللہ تعالےٰ کے دین کی وجہ سے ایک دوسرے سے میل جول اور محبت رکھتے ہیں، وہ نور کے منبروں پر ہونگیں اور نورانی چہرے ہونگیں جب تمام لوگوں پر خوف وحراس چھایا ہوگا۔ اس وقت انکو کوئی غم اور نہ ڈر نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (سنو یقیناً اللہ تعالےٰ کے دوستوں کو کوئی غم اور ڈر نہیں ہوگا۔)

دوسری حدیث

عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ عن رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ایھا الناس اسمعوا اعقلوا و اعلموا ان للہ عز وجل عبادًا لیسوا بانبیاء و لا شھداء یغبطھم النبیون و الشھداء علی منازلھم وقربھم من اللہ فجثا رجل من الاعراب من قاصیۃ الناس و الوی بیدہ إلی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یارسول ناس من الناس لیسوا بانبیاء و لا شھداء یغبطھم الانبیاء و الشھداء علی مجالسھم و قربھم من اللہ انعتھم لنا حلھم لنا یعنی صفھم لنا فسر وجہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم لسوال الاعرابی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھم ناس

من افناء الناس و نوازع القبائل لم تصل بینهم ارحام متقاربة تحابوا فی اللہ و تصافوا یضع اللہ یوم القیمۃ منابر من نور فیجلسون علیھا فیجعل وجوھھم نورًا و ثیابھم نورًا یفزع الناس یوم القیمۃ ولا یفزعون وھم اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[۱]

حضرت مالک الاشعری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اس بات کو عقل و غور سے سنو اور جان لو کہ کچھ اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہیں کہ نہ تو وہ نبی ہیں اور نہ شہید، لیکن انکا مقام اللہ تعالےٰ کے ہاں اسقدر بلند ہوگا کہ نبی اور شہید بھی دیکھ کر رشک کریں گے، جب یہ بات ہوئی تو ایک اعرابی ذانوں کے بل لوگوں کے ایک طرف ہوکر اپنے ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لمبا کرکے اشارہ کیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ نبی اور نہ شہید ہیں لیکن انکا اللہ تعالےٰ کے ہاں اسقدر قریب ہوکر بیٹھنا کہ نبی اور شہید بھی دیکھ کر رشک کریں گے۔

ذرا آپ انکے اوصاف تو بیان کریں تاکہ ہمیں پتہ چلے۔ تو اعرابی کے اس سوال کرنے پر آپ بے حد خوش ہوئے اور اس کا شرح صدر بھی کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مختلف قوموں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اور ان کی آپس میں معمولی سی بھی کوئی رشتے داری نہیں ہے وہ صرف اللہ تعالےٰ کے لیئے ہی ایک دوسرے سے محبت اور میل جول رکھتے ہیں کوئی اور دنیاوی غرض نہیں انہیں کیلیئے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن نور کے منبر رکھے گا جن پر وہ بیٹھیں گے نورانی چہرے ہونگے اور لباس بھی سراپا نور ہوگا جو انہوں نے پہنا ہوگا قیامت کے دن لوگ بیہوش ہونگے لیکن انکو کسی قسم کا غم نہیں ہوگا اور وہ اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں جنکے قریب کوئی غم اور فکر نہیں آئے گا۔

---

[۱] احمد، ابویعلیٰ نے حسن سند کے ساتھ حاکم نے کہا کہ اسکی سند صحیح ہے

تیسری حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنۃ لعمدًا من یاقوت علیھا غرف من زبرجد لھا ابواب مفتحۃ تضیٔ کما یضیٔ الکوکب الدریّ قال، قلنا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم من یسکنھا قال المتحابّون فی اللہ و المتباذلون فی اللہ و المتلاقون فی اللہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت میں یاقوت کے ایسے ستون ہونگے جن کے اوپر زمرد کے چبارے ہونگے انکے دروازے کھلے اور اسقدر چمکدار ہونگے جیساکہ دری ستارہ چمکتا ہے، ہم نے سوال کیا اللہ کے رسول ان میں کون ٹھہریں گے، فرمایا وہ جو ایک دوسرے کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے لئے محبت اور میل جول رکھتے ہیں اور اسی کے لئے ایک دوسرے پر ایثار کرتے ہیں۔

ایک دوسرے سے ملاقات کرنا

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَھُمَا قَبْلَ اَنْ یَتَفَرَّقَا[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان (ناراض ہونے کے بعد یا ویسے ہی ایک

---

[1] البزار [2] ابوداود ترمذی

دوسرے سے ملتے جلتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی انکے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا لَقِيَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَاَخَذَ بِيَدِهِ فَصَافَحَهُ تَنَاثَرَتْ خَطَايَاهُمَا كَمَا يَتَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ[1]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جب ایک مومن اپنے دوسرے مومن بھائی کو سلام کہتا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جس طرح درخت کے پتے

طبرانی کی دوسری روایت جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے یوں الفاظ ہیں۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِيَ اَخَاهُ فَاَخَذَ بِيَدِهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوبُهُمَا كَمَا يَتَحَاتُّ الْوَرَقُ عَنِ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ فِي يَوْمِ رِيحٍ عَاصِفٍ وَاِلَّا غُفِرَ لَهُمَا وَلَوْ كَانَتْ ذُنُوبُهُمَا مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ[2]

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر ملتا ہے تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح سخت آندھی کے دن خشک ٹہنیوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور اگر ان دونوں کے گناہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہوئے تو بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں

دل کے اخلاص اور پختہ ارادے کی اہمیت

عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہ انہ سمع رسول اللّٰہ صلی

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط — [2] رواہ الطبرانی باسناد حسن

اللہ علیہ وسلم یقول ان عبداً اصاب ذنبا فقال یارب انی اذنبت ذنبا فاغفرہ فقال لہ ربہ علم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب و یاخذ بہ فغفرلہ ثم مکث ماشاء اللہ ثم اصاب ذنبا اخر وربما قال ثم اذنب ذنباً آخر، فقال یارب انی اذنبت ذنبا آخر فاغفرہ لی۔ قال ربہ علم عبدی ان لہ ربًا یغفر الذنب و یاخذ بہ فغفرلہ۔ ثم مکث ماشاء اللہ ثم اصاب ذنبا اخر وربما قال ثم اذنب ذنبا اخر فقال یارب انی اذنبت ذنبا فاغفرہ لی فقال ربہ علم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب ویاخذ بہ فقال ربہ علم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب و یاخذ بہ، فقال ربہ غفرت لعبدی فلیفعل ماشاء لہ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جب کوئی بندہ گناہ کرنے کے بعد فوراً اللہ کی طرف پلٹ کر اپنے گناہ کا اقرار کرکے معافی مانگتا ہے کہ اے اللہ میں نے گناہ کر لیا مجھے معاف کر دے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ دیکھو میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اگر اپنے گناہ سے تائب نہ ہو تو پکڑتا بھی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکا گناہ معاف کر دیتا ہے پھر کچھ وقت جتنا کہ اللہ چاہتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے پھر کوئی اور گناہ کر بیٹھتا ہے۔ پھر یہی کہتا ہے۔ اے اللہ میں نے گناہ کر لیا مجھے معاف کر دے تو اللہ تعالےٰ پھر کہتا ہے دیکھو میرا بندہ یہ جانتا ہے

لہ صحیح مسلم

کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اگر اپنے گناہ سے تائب نہ ہو تو پکڑتا بھی ہے تو پھر اب اللہ تعالےٰ اس طرح فرماتا ہے کہ دیکھو اب میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے تو اب وہ جو چاہے کرے۔

تنبیہ

اس حدیث کے آخری جملے (فلیفعل ماشاء) سے کوئی آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ اب اس کے لئے کھلی چھٹی ہے لہذا وہ جو چاہے کرے اور اب اسکو ڈرنے اور اللہ تعالےٰ سے معافی مانگنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، حاشاو کلاّ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں بلکہ اس حدیث اور اسی باب کی دوسری روایات کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اسکی معافی اور بخشش مانگنے میں مخلص ہوا اور مصمم ارادہ ہوا کہ اب آئندہ کے لئے میں اس گناہ کے قریب تک نہیں جاؤنگا تو پھر وہ گناہ اس کا اسی وقت ہی معاف کر دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ پہاڑوں سے بھی زیادہ ثقیل اور وزنی کیوں نہ ہوا۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ نیکی سے بدل جائے چنانچہ ہر گناہ کرنے کے بعد اگر وہ اسی طرح مصمم ارادے اور اخلاص سے معافی مانگنے کا مظاہرہ کرتا رہا تو پھر گناہ کرتا کرتا وہ ہی تھک جائے گا لیکن اللہ تعالےٰ اسکے گناہ بخشنے اور معاف کرنے میں ذرہ بھر بھی تاخیر نہیں کرے گا۔ غور کرنا کہ وہ لوگ جو نہ گناہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ توبہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ان لوگوں پر اللہ تعالےٰ اسقدر راضی اور خوش نہیں ہے کہ انہیں زمین پر بسایا جائے جیسکہ وہ ان لوگوں پر راضی ہے جو گناہ کرنے کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتے اور معافی مانگتے ہیں اور انکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ روتے روتے انکی داڑھیاں بھی بھیگ جاتی ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

استغفار کی اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِکُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ ؎

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرو تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو لے جائے اور تمہاری جگہ وہ قوم لے آئے جو گناہ بھی کرتی رہے اور استغفار بھی اور اللہ تعالےٰ بھی انہیں معاف کرتا رہے۔

ایک دعا ہے کہ جس کا نام ہی سید الاستغفار ہے اس کی اہمیت اور منزلت یہ ہے کہ جو کوئی اس پر دوام کرتا ہوا ہر روز صبح شام ایک مرتبہ پڑھ لیتا ہے اس پر اللہ کی رحمت اس طرح برستی ہے کہ وہ یقیناً جنتی لوگوں میں سے ہو جاتا ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ؎۲

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور میں تیرے وعدے اور عہد پر بحسب تیری دی ہوئی طاقت کے قائم ہوں، جو میں نے گناہ کر لیا ہے اس کے شر سے بچنے کے لیے میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں، تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ مجھے معاف کرنا کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو

؎ صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۰۲ ؎۲ صحیح مسلم

کسی کو بخش سکے۔

سب لوگوں سے کمتر پر اللہ تعالےٰ کے انعامات

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم اخر اھل النار خروجا منھا و اخر اھل الجنۃ دخول الجنۃ رجل خرج من النار حبوًا فیقول اللہ عز وجل اِذھب فادخل الجنۃ فیاتیھا فیخیل الیہ انھا ملائی فیرجع فیقول یارب وجدتھا ملائی فیقول اللہ عز وجل لہ اذھب فادخل الجنۃ فیاتیھا فیخیل الیہ انھا ملائی فیرجع فیقول یارب وجدتھا ملائی فیقول اللہ عز وجل لہ اذھب فادخل الجنۃ فانّ لک مثل الدنیا وعشرۃ امثالھا او انّ لک مثل عشرۃ امثال الدنیا فیقول أتسخر بی او تضحک بی وانت الملک قال فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہٗ فکان یقول ذلک ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ لہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس آدمی کو ضرور جانتا ہوں جو جہنم سے نکلنے والے اور جنت میں داخل ہونے والے لوگوں میں سے اسکا خروج اور دخول سب سے آخر میں ہوگا۔ چنانچہ جب نکلے گا تو چوتڑوں کے بل ہوگا۔ اللہ تعالےٰ حکم کریں گے کہ جا تو اب

لہ صحیح بخاری و مسلم

میری جنت میں داخل ہو جا جب وہاں پہنچے گا تو یوں معلوم ہوگا کہ وہ بھری پڑی ہے واپس آجائے گا اور کہے گا۔ اے اللہ وہ وہ تو لوگوں سے بھری پڑی ہے رہیں کہاں داخل ہوں، پھر اللہ تعالیٰ کہے گا جا تو میری جنت میں داخل ہو جا۔ پھر جائے گا۔ اور یوں معلوم ہوگا۔ کہ وہ بھری پڑی ہے پھر واپس آجائے گا اور کہے گا اے اللہ وہ تو لوگوں سے بھری پڑی ہے رمیں کہاں داخل ہوں) پھر اللہ تعالیٰ کہے گا۔ جا تو میری جنت میں داخل ہو جا اور تیری لیئے اتنی وسیع اور کھلی جنت ہے کہ جتنی پوری دنیا وسیع اور کھلی تھی اور اس کے ساتھ اتنی دس گنا اور بھی تو وہ سن کر کہے گا۔ اے اللہ تو تو بادشاہ ہے کیا تو پھر میرے ساتھ ہنستا اور مذاق کرتا ہے، راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں پہنچے، تو میں نے دیکھا کہ آپ اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں مبارک نظر آگئیں، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ آدمی سب اہل جنت والوں سے کم تر درجہ میں ہوگا۔

دوسری روایت

صحیح مسلم کی دوسری روایت جو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعلم آخر اهل الجنة دخولاً الجنة و آخر اهل النار خروجاً منها رجل یوتی یوم القیمة فیقال اعرضوا علیه صغار ذنوبه وارفعوا عنه کبارها فتعرض علیه صغار ذنوبه فیقال عملت یوم کذا وکذا وکذا وکذا عملت یوم کذا وکذا وکذا وکذا

فیقول نعم لا یستطیع ان ینکر وھو مشفق من کبار ذنوبہ أن تعرض علیہ فیقال لہ فان لک مکان کل سیئۃ حسنۃ فیقول رب قد عملت اشیاء لا اراھا ھھنا ولقد رایت رسول اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ۔

ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور جانتا ہوں اُس آدمی کو جو جنت میں داخل ہونے والے اور جہنم سے نکلنے والے لوگوں میں سے سب سے آخر میں اسکا جہنم سے خروج ہوگا تو قیامت کے دن لاکر کہا جائے گا کہ اس کے جتنے کبیرہ گناہ ہیں انکو اٹھالو لیکن صغیرہ جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب لاکر اس کے سامنے رکھ دو رجیب رکھ دیئے گئے تو کہا جائے گا تم نے فلاں دن اس طرح کیا اس طرح کیا، اس طرح کیا، اس طرح کیا، تو وہ بھی ان تمام کا اقرار کرے گا۔ اور یہ طاقت ہی نہیں ہوگی کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار کر سکے کبیرہ گناہوں کا بھی ڈر ہوگا۔ کہیں وہ بھی نہ لاکر سامنے رکھ دیئے جائیں (اسی غم اور فکر میں ڈوبا ہوا ہوگا) کہ اچانک یہ حکم ہوگا کہ اس کے سب گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کردو تو یہ سنتے ہی پھر یوں ہوگا) کہ وہ خود ہی پھر اپنے گناہوں کی تلاش شروع کر دے گا اور کہے گا اے اللہ میں نے تو کچھ اور بھی گناہ کئے تھے۔ (جنہیں میں اب نہیں دیکھ رہا) راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں پہنچے تو آپ اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں مبارک نظر آگئیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے

رب سے پوچھا اے اللہ سب لوگوں سے کم درجہ جنت میں کس شخص کا ہوگا۔ فرمایا وہ آدمی کہ جب اسے لایا جائے گا۔ تو حکم ہوگا کہ تو بھی جنت میں داخل ہوجا۔ تو وہ کہے گا اے اللہ اب کس طرح کیونکہ لوگ تو جنت میں اپنے اپنے مکانوں اور ٹھکانوں پر اتر چکے ہیں اب میں کہاں داخل ہوں تو حکم ہوگا۔

أترضى ان يكون لك مثل ملك ملك من ملوك الدنيا فيقول رضيت رب، فيقول: لك ذلك ومثله ومثله ومثله فيقول في الخامسة رضيت رب، فيقول هذا لك وعشرة امثاله ولك ما اشتهت نفسك ولذت عينك فيقول رضيت رب قال، رب فاعلاهم منزلة قال اولئك الذين اردت غرست كرامتهم وختمت عليها فلم تر عين ولم تسمع اذن ولم يخطر على قلب بشر۔

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری جنت اتنی وسیع اور کھلی ہو کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں میں سے جتنی کسی ایک بڑے بادشاہ کی مملکت وسیع اور کھلی تھی۔ تو وہ کہے گا اے اللہ میں راضی ہوں حکم ہوگا تیرے لئے وہ بھی اور اسکی مانند اور بھی، اور بھی اور بھی تو جوابا وہ شخص بھی پانچ مرتبہ یہ کہے گا۔

اے اللہ میں راضی ہوگیا ہوں اللہ تعالےٰ پھر کہے گا کہ جتنا میں نے کہہ دیا یہ بھی آپ کا اور اسکی مانند دس گنا اور بھی اب تیرے لئے وہی ہے جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھیں سرور حاصل کریں۔ پھر کہے گا۔ اے اللہ میں راضی ہوگیا ہوں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے اللہ آپ کے بندوں میں سے وہ لوگ جو زیادہ اونچے اور بلند مقامات کے حامل ہیں وہ کون ہیں

تو اللہ تعالے فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جن کی عزت اور کرامت کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے خود انکے لئے جنت میں پودے لگائے اور اپنی تمام کا ان پر اختتام کر دیا وہ نعمتیں جو کہ نہ انکو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی دل میں ان کا خیال تک آیا ہے۔

جامع ترمذی میں ہے۔

قال ان رجلین ممن دخل النار اشتد صیاحهما فقال الرب تعالیٰ اخرجوهما فقال لای شیء اشتد صیاحهما قال فعلنا لترحمنا قال فان رحمتی ان تنطلقا فتلقیا انفسكما حیث كنتم من النار فیلقی احدهما نفسه فیجعلها بردًا وسلامًا ویقوم الاخر فلا یلقی نفسه فیقول له الرب تعالی ما منعك ان تلقی نفسك كما القی صاحبك فیقول رب انی لارجوا ان لا تعیدنی فیها بعد ما اخرجتنی منها فیقول الرب تعالیٰ لك رجاؤك فیدخلان جمیعًا الجنة برحمة الله

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں داخل ہونے والوں میں سے دو آدمی ایسے ہونگے جن کا مارے عذاب اور تکلیف کیوجہ سے سخت رونا اور چیخنا ہوگا حکم ہوگا انکو باہر لاؤ تو اللہ تعالے پوچھے گا کیا وجہ ہے کہ تم اتنا رو اور چلا کیوں رہے ہو۔ تو وہ کہیں گے اے اللہ تو جانتا ہے کہ ہمارا کوئی اور ارادہ نہیں صرف یہ کہ تو ہم پر رحم کر دے، تو اللہ تعالے فرمائے گا، اچھا میری رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ تم جاؤ اور جس آگ میں تھے اسی میں کود پڑو۔ ایک تو سنتے ہی کود پڑے گا۔

لیکن دوسرا کھڑا رہے گا جو کود پڑا اس پر تو اللہ تعالیٰ آگ کو ٹھنڈا اور سلامت کر دے گا۔ دوسرے سے پوچھے گا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا تو وہ جواب دے گا کہ اے اللہ مجھے یہ امید تھی کہ جہل سے ایک مرتبہ تو نے مجھے نکال دیا پھر دوبارہ تو وہاں مجھے نہیں لوٹائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اسی طرح ہے اب پھر تم دونوں ہی میری رحمت کیساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فائدہ :- تو اب ان روایات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسی کے عطیات کو بڑے زور سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسکے عطیات اتنے بڑے اور لامحدود ہیں کہ جنہیں عقل سوچ بھی نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ جب اسے کہا جائے گا کہ تیری اتنی وسیع اور کھلی جنت ہے کہ جتنی پوری دنیا تھی اور اس کی مانند دس گنا اور بھی تو وہ سنتے ہی ہکا بکا ہو جائے گا اور دل نہیں مانے گا آخر بڑے ادب اور احترام سے کہے گا اے اللہ کیا وجہ ہے کہ تو مالک الملک ہے پھر تو میرے ساتھ ہنستا اور مذاق کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہے گا نہیں میں (رب العالمین) ہوں (قدیر) ہوں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ کوئی ٹھٹھا اور مذاق نہیں کرتا۔

دوسری وہ چیز جو ان روایات سے واضح ہوتی ہے کہ جب پوری نوع انسانی سے وہ شخص جو سب سے کم درجہ ہے اس کی اتنی وسیع اور کھلی جنت ہوئی تو وہ لوگ جنہوں نے اسلام اور دین حقہ کی خاطر اپنی جانوں کو نچھاور کیا۔ اپنا تن من سب اپنے اللہ کی نذر کر دیا اور وہ لوگ کہ جنکا حساب و کتاب ہی نہیں ہو گا تو سبحان اللہ پھر انکی جنت کس قدر وسیع اور کھلی ہو گی۔

اللہ کے خاص بندوں کی علامات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی الامم فرایت النبی ومعہ رھط والنبی ومعہ الرجل والرجلان والنبی لیس معہ احد اذ رفع لی سواد عظیم فقیل لی ھذا موسٰی وقومہ ولکن انظر الی الافق فنظرت فانا سواد عظیم فقیل لی انظر الی الافق الاخر فاذا سواد عظیم فقیل لی ھذا امتك ومعھم سبعون الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب ثم نھض فدخل منزلہ فخاض الناس فی اولئك الذین یدخلون الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب فقال بعضھم فلعلھم الذین صحبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال بعضھم فلعلھم الذین ولدوا فی الاسلام فلم یشرکوا باللہ وذکروا اشیاء فخرج علیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال " ما الذین تخوضون فیہ " فاخبروہ فقال " ھم الذین لا یرقون ولا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون "

فقام عکاشۃ بن محصنٍ فقال : ادع اللہ ان یجعلنی منھم فقال انت منھم ثم قام رجل آخر فقال ادع اللہ ان یجعلنی منھم فقال سبقك بھا عکاشۃ

لہ صحیح بخاری ومسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں ان میں سے میں نے ایک ایسا نبی دیکھا جس کے ساتھ صرف چند آدمی تھے پھر دو ایسے نبی دیکھے کہ ایک کے ساتھ صرف ایک اور دوسرے کے ساتھ صرف دو آدمی تھے پھر ایک ایسا نبی دیکھا جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا (جو اس پر ایمان لایا ہو) اچانک انکے بعد ایک بڑی جماعت آئی (میں سمجھا کہ یہ میری امت ہوگی) مجھے کہا گیا یہ آپ کی امت نہیں بلکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے لیکن آپ ان کناروں کی طرف دیکھیں جب میں نے دیکھا تو اچانک مجھے ایک بہت بڑا لشکر نظر آیا تب مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے تو کیا دیکھا کہ ان میں ستر ہزار ایسے آدمی ہیں جو بغیر کسی حساب وکتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونگے تو اسکے بعد آپ اٹھے اور گھر میں داخل ہوگئے صحابہؓ میں بحث شروع ہوئی کہ وہ ایسے خوش نصیب کون ہیں جو بغیر حساب وکتاب اور کسی عذاب کے جنت میں داخل ہونگے بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں بعض نے کہا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا انکے علاوہ دوسروں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے پوچھا تم کس چیز میں بحث کر رہے ہو جب آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا یہ تو وہ لوگ ہیں جو نہ خود اپنے آپ کو دم کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کرواتے ہیں اور نہ ہی بدشگون لیتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنے رب پر ہی

بھروسہ کرتے ہیں، عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے ان میں کر دے۔ آپ نے فرمایا تو انہیں میں ہے پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی حضور آپ میرے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالےٰ مجھے بھی ان میں کر دیجئے تو آپ نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت میں (ریکتوون) کے بھی الفاظ آئے ہیں جسکا معنی ہے کہ نہ وہ اپنے جسموں کو داغ دیتے ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُمِائَۃِ أَلْفٍ لَا یَدْرِیْ أَبُوْ حَازِمٍ أَیُّھُمَا قَالَ مُتَمَاسِکُوْنَ آخِذٌ بَعْضُھُمْ بَعْضًا لَا یَدْخُلُ أَوَّلُھُمْ حَتّٰی یَدْخُلَ آخِرُھُمْ وُجُوْھُھُمْ عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ[1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور میری امت میں ستر ہزار یا سات لاکھ ایسے آدمی ہوں گے یہ راوی ابو حازم کو شک ہے کہ پتہ نہیں ان دونوں میں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کونسا عدد کہا ہے۔ جو جنت میں اس حالت میں داخل ہونگیں کہ بعض انکا بعض کے ہاتھوں کو اسطرح پکڑے ہوئے ہوگا کہ انکا پہلا اسوقت تک داخل نہیں ہوگا۔ جہاں

---

[1] صحیح مسلم

تک کہ پچھلا بھی اُنکا انکے ساتھ برابر داخل نہ ہو جائے۔ چہرے انکے اس چاند کی مانند ہوں گے۔ جس رات کہ وہ چاند اپنے پورے شباب میں ہوتا ہے۔

توضیح :-

(متماسکون) کے لفظ سے بظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اور ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ کر یکدم ہی سب کے سب جنت کے دروازے سے گزر جائیں گے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ (سبحان اللہ) جنت کا دروازہ کسقدر کشادہ ہوگا۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اتنی لمبی قطار عرض کی صورت میں یکدم ہی گزر جائے۔

ایک صحیح روایت کے الفاظ یوں ہیں۔

سَبْعُوْنَ اَلْفًا مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا [1]

ان ستر ہزار کے ایک ایک آدمی کے ساتھ ستر ستر ہزار اور ہونگے اب اگر ستر ہزار کو ستر ہزار سے ضرب دیں تو خود اندازہ کریں کہ وہ کتنی لمبی قطار ہوگی۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکا ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام کر یکدم داخل ہونا یہ انکا اس چیز کی تعبیر کر رہا ہے کہ وہ دنیا میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے عادی تھے اور یہ انکی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔

---

[1] صحیح مسلم کی شرح

مثالی آدمیوں کے کام بھی مثالی ہوتے ہیں

تو اب ان روایات میں یہ مسئلہ بھی واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے
کہ جس آدمی کا دل غیر اللہ سے ہٹ کر اپنے ایک ہی خالق کا ہو کر رہ گیا
کسی اور کی مدد اور سہارے کا خیال تک نہ آیا حتی کہ علاج معالجہ اور ظاہری
اسباب سے بھی اپنا دامن جھٹک لیا تو یہ بڑے اونچے درجے کے موحد
اور خواص بندوں کا نشان ہے جو سوائے دعا اور اعمال صالح کے
کسی اور چیز کو نظر میں نہیں لاتے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس
جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی حضرت اللہ تعالےٰ نے مجھے بہت
بڑی طاقت سے نوازا ہے اگر میں ایک ہی اپنا پر سمندر میں ماروں تو
عین ممکن ہے کہ اسکا سارا پانی باہر نکل آئے قوم لوط کی پوری بستی میں نے
اپنے ایک ہی پر پر اٹھائی تھی اور آسمان کے قریب لے گیا تھا اور اسطرح
کے چھ سو پر اللہ تعالےٰ نے مجھے عطا کئے ہیں لہذا میں حاضر ہوں اگر حکم
ہو تو مدد کروں جب آپ نے سنا تو انکار کر دیا اور کہا۔ حَسبی
اللہ نِعمَ الوکیل [1] مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا محافظ
ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنگ احد سے فارغ
ہوئے تو مدینے کی راہ لی دوسری طرف ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا
جب چند میل چلا تو دل میں خیال آیا کہ ابھی تک مسلمانوں کا اچھی طرح
صفایا نہیں ہوا لہذا پھر دوبارہ حملہ کیا جائے تاکہ انکی طاقت کلی طور
پر مدفون ہو کر رہ جائے۔ یہ سوچ کر پھر پلٹا کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳

کو بھی خبر دی کہ ابوسفیان پھر دوبارہ حملے کی نیت سے آرہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ زخموں سے چور ہوچکے تھے پھر بھی آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ چلو ابوسفیان کو جلدی پکڑنا چاہیئے تو آپ نے بھی اسوقت یہ ہی آیت پڑھی۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ [1]

کہ بس ہم کو ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا محافظ ہے۔

تو جب آپ واپس ہوئے تو اسوقت کامیابی کا کوئی ظاہری سہارا نہ تھا صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے چل پڑے تو یوں ہوا کہ کافروں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کا رعب اسقدر ڈالا کہ جب اس نے سنا کہ مسلمان بھی بڑی دلیری اور غصے سے آرہے ہیں تو فوراً وہ پچھلے پاؤں پلٹا اور مکہ میں پہنچ کر سانس لیا۔ اسی طرح ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں پڑاؤ ڈالا تو آپ کچھ وقت آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اور اپنی تلوار کو اس کی ایک ٹہنی سے لٹکا دیا صحابہ بھی اپنی اپنی جگہ پر لیٹ گئے۔ کسی کافر کو موقعہ ملا جو اسی گھات میں تھا وہ آیا اور آپ کی تلوار اٹھا کر آپ سے یوں مخاطب ہوا۔

فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ

اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

آپ کے ارد گرد صحابہ موجود تھے اگر آپ معمولی سی بھی آواز دیتے تو وہ فوراً پروانوں کی طرح بھاگتے اور کافر پر اس طرح جھپٹتے جس طرح کوئی چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ لیکن نہیں۔ مگر براہ راست ہی اپنے اللہ کو

---

[1] سورہ ال عمران آیت ۱۷۳

پکارا اور کہا کہ مجھے میرا اللہ بچا سکتا ہے تو کافر یہ سنتے ہی حواس باختہ ہوگیا اور اسکے ہاتھ سے تلوار گر گئی ۔ پھر آپ اٹھے اور تلوار پکڑ کر فرمانے لگے

فمن یمنعك منی ، ، فقال کن خیر آخذ فقال تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ ، ، قال لا ولکن اعاھدك ان لا اقاتلك ولا اکون مع قوم یقاتلونك فخلی سبیلہ فاتی اصحابہ فقال جئتکم من عند خیر الناس [1]

اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے تو اس نے کہا آپ بہتر پکڑنے والے ہیں ۔ آپ نے کہا اچھا پھر آپ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اسکا سچا رسول ہوں ۔ تو اس نے انکار کیا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا ہے البتہ آپ سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ نہ براہ راست آپ سے لڑوں گا اور نہ کسی قوم کے ساتھ مل کر جو آپ سے لڑنا چاہتی ہو تو پھر آپ نے چھوڑ دیا جب وہ گھر پہنچا تو کہا لوگوں میں تو اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ جب اس نے کہا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے ۔ تو آپ نے تین مرتبہ کہا : ۔ اللہ ۔

تو اب یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کا نشان ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا ضرورت پیش آتی ہے تو وہ براہ راست ہی اپنے اللہ کو پکارتے ہیں کسی دوسرے ہاتھ سے وہ لینا کبھی گوارہ نہیں کرتے ۔

---

[1] بخاری و مسلم

غور طلب پہلو:۔ غور کرنا کہ جب ایک اللہ کا بندہ کسی زندہ ہاتھ سے لینا گوارہ نہیں کرتا تو وہ مردہ جو سینکڑوں من مٹی کے نیچے پڑا ہوا ہے اس سے مانگنا وہ کیسے گوارہ کر سکتا ہے اب ہم اللہ تعالےٰ سے بھیک مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اپنی رحمت اور کرم سے اپنے ان موحدوں میں شامل فرمائے جن کا ذکر ابھی ہوا ہے آمین۔ ورنہ ہمارے اعمال تو ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہمیں بھی شرم آتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے کیا چاہتا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں اب وہ لوگ جن کا ان روایات میں ذکر ہوا ہے کہ وہ بغیر کسی حساب و کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونگے خاص کر انکے تین اوصاف نمایاں طور پر ذکر ہوئے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلا یہ ہے کہ وہ نہ خود اپنے آپ کا دم جھاڑا کرتے ہیں اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو داغتے ہیں۔

(۲) دوسرا یہ ہے کہ وہ نہ کسی دوسرے کو کہتے ہیں کہ آپ ہمیں دم جھاڑا کریں یا آپ ہمیں داغیں خواہ وہ شرعی الفاظ سے ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) تیسرا یہ ہے کہ وہ بدشگون نہیں لیتے۔ جس طرح کہ جاہلیت میں یہ عام تھا کہ اگر کسی کام کے متعلق پتہ کرنا ہوتا تو تیروں کو نکا لتے اگر وہ نکل آتا۔ جس پر یہ لکھا ہوتا کہ (کر) تو پھر وہ کام کرتے اگر وہ تیر نکل آتا کہ (نہ کر) تو وہ کام نہ کرتے اس طرح صبح درخت پر بیٹھے ہوئے پرندوں کو اڑاتے اگر دائیں طرف اڑ جاتے تو کہتے کام ہو جائے گا اور اگر بائیں طرف اڑ جاتے تو کہتے نہیں ہوگا۔ آج بھی بعض مسلمان ایسا ہی کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی کسی کام جا رہا ہے پیچھے سے کسی نے آواز دی تو کہا اٹھا او ہو اب یہ میرا کام نہیں ہوگا۔ اگر مکان کے ایک کونے پر بیٹھ کر کوا بول رہا ہے تو کہا اب ہمارے گھر مہمان آئے گا تو اس تیسری قسم کو تو شریعت نے بالکل ہی حرام قرار دیا ہے۔

فائدہ :- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی صاحب عزیمت کسی وقت علاج معالجہ سے رک جائے اور کوئی اس طرح کا دم جھاڑہ نہ کرے بلکہ صرف توکل اور دعا کو ہی اپنی کامیابی اور نجات کا ذریعہ بنائے تو یہ بھی اسی قافلہ کا آدمی ہے جن کا ابھی ذکر خیر ہوا ہے۔ تو ایسا بعض اوقات انبیاء علیہم السلام نے بھی کیا ہے ورنہ اس کے برعکس اگر کوئی دم جھاڑہ اور علاج معالجہ کرائے بشرطیکہ وہ شرعی ہوں تو اس میں بھی کوئی قباحت اور گناہ نہیں کیونکہ یہ بھی انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے ورنہ اگر انبیاء علیہم السلام ایسا نہ کرتے تو امت اس کے جواز کا علم کس طرح پا سکتی تھی۔

اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

لیکن کچھ ایسے مقامات اور مراحل بھی ہیں کہ جہاں ان کا اختیار کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے۔ مثلاً جنگ کے متعلق ذکر ہوا ہے کہ تم کفار کے مقابلہ میں پوری پوری تیاری کرو زرہ بناؤ گھوڑے اور ہتھیار خریدو ہر وقت مسلح اور لیس رہو اگر کہیں جنگ چھڑ جائے تو سختی بھی اسقدر ہو کہ تم اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اور انکے جوڑوں کو اڑا دو۔

ابتدائے جنگ میں تمہاری سیاست بھی ایسی ہو کہ جانا کسی اور طرف ہو لیکن اعلان کسی اور سمت کا کریں اور تمہاری جاسوسی بھی ایسی گہری ہو کہ کفار دیکھ کر ہی اپنے حواس کھو بیٹھیں کیونکہ مومن کی یہ بھی صفت ہے کہ وہ بیحد ہوشیار اور باخبر ہوتا ہے کسی ایک بل سے وہ دوبار نہیں ڈسا جاتا جب تم آمنے سامنے ہو ایک جانب تمہاری صفیں اور دوسری جانب کفار کی ہوں تو تمہارے ایسی چال ہو کہ تم کفار کی طرف اکڑتے اور تنتناتے ہوئے نکلو کہ وہ تمہیں دیکھ کر ہی مرعوب ہو جائیں۔ کیونکہ ایسی چال اللہ کو

دوران جنگ بے حد پسند ہوتی ہے۔ جیسا کہ جب کفار نے اپنے ساتھیوں کو یہ تاثر دیا کہ مسلمانوں کو مدینے کی ہوا بے حد مخالف پڑی ہے جس وجہ سے یہ کافی حد تک کمزور ہو چکے ہیں لہذا اب موقعہ ہے کہ ان پر ایک دم حملہ کر کے انہیں ختم کر دیا جائے جب سالار انبیاء کو خبر پہنچی تو فوراً آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ جب تم بیت اللہ کا طواف کرو تو پہلے تین چکر اکڑتے کاندھوں کو ہلاتے اور کچھ قدرے ابھرتے ہوئے تیزی سے چلو تاکہ کفار کو معلوم ہو کہ یہ لوگ کمزور نہیں بلکہ اپنے بالمقابل حریف کو بآسانی سے گرا سکتے ہیں۔

اسی طرح کاروبار کے معاملات میں کاشت اور تجارت کے معاملات میں بشرطیکہ وہ سچائی اور صفائی کے ساتھ ہوں ارادہ بھی صحیح ہو۔ کوئی ریاکاری تکبر اور بڑا بننے کی نیت نہ ہو بلکہ اپنے بیوی بچوں کو کھلانا فقراء اور اپنے ہمسائوں کی مدد کرنا مقصود ہو۔ تو حقیقت سے یہ بھی بڑے اونچے پایہ کے عمل ہیں۔ جو انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ[1]

بہت سچا امانت دار تاجر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ ہوگا۔

حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

---

[1] بخاری

ما اکل احدٌ طعامًا قط خیرًا من ان یاکل من عمل یدہٖ وان نبی اللّٰہ داود علیہ السلام کان یاکل من عمل یدہٖ [1]

کسی آدمی نے اس کھانے سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا۔ جو وہ اپنے ہاتھ کے عمل سے کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام کا یہی معمول تھا کہ وہ اپنے ہاتھ کے عمل سے کھاتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ

اِنَّ اِدرِیس کَانَ خَیَّاطًا وَکَانَ لا یغرز اِبرۃ اِلّاقال سُبحَانَ اللّٰہ

حضرت ادریس علیہ السلام سلائی کا کام کرتے تھے اور ہر ٹانکے پر سبحان اللہ پڑھتے تھے۔

البدایہ والنہایہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اِنَّ اللّٰہ حِیۡنَ اھبَطَ اٰدم من الجنۃ الی الارض علمہٗ صنعۃ کل شیٔ

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین کی طرف اُتارا تو انہیں ہر چیز کی صنعت سکھا دی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لان یحتطب احدکم حزمۃ علی ظھرہٖ خیر من ان یسال احدًا فیعطیہ او یمنعہٗ [2]

---

[1] صحیح بخاری [2] صحیح بخاری

اگر تم میں سے کوئی ایک جنگل میں جاکر لکڑیوں کی گھٹڑی کاٹ کر اپنی پیٹھ پر لائے تو یہ کسی سے سوال کرنے سے بہتر ہے ممکن ہے کہ وہ اسے دے یا نہ دے۔

انہی سے مروی ہے کہ

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا علیہ السلام لکڑی کا کام کرتے تھے۔

اسی طرح آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے

مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا إِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ [2]

جس شخص نے تین چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حلال روزی کو طلب کیا پہلی یہ کہ سوال سے بچنے کے لئے۔ دوسری اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کے لئے۔ تیسری اپنے پڑوسی پر ایثار کرنے کیلئے تو یہ وہ آدمی ہے جس کی اللہ تعالٰے سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات ہوگی کہ اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اسی طرح قَالَ إِذَا نْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ [3]

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ثواب کی نیت سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ تو یہ بھی اسکا صدقہ ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] بیہقی بسند ضعیف [3] بخاری و مسلم

تو اب یہ واضح طور پر ثابت ہوا کہ آدمی ہمت ہار کر نہ بیٹھ جائے بلکہ دین کی ترقی اور اسکی فلاح کے لئے ہر وقت سرگرم رہے لوگوں پر ایثار کرے دعوت و تبلیغ جو اسکا ایک اہم فریضہ ہے اسکو پوری محنت اور جانفشانی سے سرانجام دے کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکہ کی گلیوں میں تبلیغ کر رہے ہیں کبھی طائف جا رہے ہیں کبھی بدر کی تیاری کر رہے ہیں کبھی میدانِ احد میں کھڑے ہیں کبھی خیبر کو جا رہے ہیں کبھی حنین کی تیاری ہو رہی ہے اور کبھی خندق کھود رہے ہیں ۔ اور حال یہ ہے کہ پیٹ میں کچھ نہیں پتھر بندھا ہوا ہے لیکن پھر بھی آپ اپنے مشن میں سرگرم اور گامزن ہیں اور اپنی فوجوں کی کمان کر رہے ہیں ۔

سالارِ انبیاء کی پیش گوئی

دورانِ خندق ایک ایسا پتھر آیا جو ٹوٹتا نہیں تھا ۔ آپ اس کے قریب آئے اور بسم اللہ پڑھکر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ تہائی ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا اور ساتھ ہی آپ نے یہ الفاظ پڑھے ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْفَارِسِ وَاللّٰهِ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنَ الْاَبْيَضَ

اللہ سب سے بڑا ہے میں ملک فارس کی چابیاں دیا گیا ہوں مجھے اللہ کی قسم ! میں ان شہروں کے سفید محل دیکھ رہا ہوں ۔

پھر دوسری ضرب لگائی ایک تہائی پتھر اور ٹوٹ گیا اور فرمایا !

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ

اللہ سب سے بڑا ہے میں اب ملک شام کی بھی چابیاں دیا گیا ہوں

پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی تو پتھر کو چور کر دیا اور فرمایا ! ۔

اللّٰہُ اَکْبَرُ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ وَاللّٰہِ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَّکَانِیَ السَّاعَۃَ[1]

اللہ سب سے بڑا ہے میں اب ، اک یمن کی چابیاں بھی دیا گیا ہوں اور اللہ کی قسم میں یہاں اسوقت صنعاء شہر کے دروازوں کو بھی دیکھ رہا ہوں ۔

ضرب لگاتے وقت جب آگ کے شعلے نکلتے تھے تو یہ سب ممالک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی وقت میں دکھا دیئے تھے اور پھر آپ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا جس کو آپ نے اسوقت دیکھا ہو اور وہ فتح نہ ہوا ہو ۔ تو غور کرنا کہ ایسے ناساز اور نازک حالات میں جبکہ مدینہ ہر طرف سے گھرا ہوا ہے ایسے عظیم ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا یہ اللہ کے نبی کا ہی کام ہو سکتا ہے اور بس ، اب مریض کی عیادت کے بارے میں پڑھیں کہ اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا خوشخبری دی ہے ۔

مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ " مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ عَادَہٗ عَشِیَّۃً اِلَّا صَلّٰی عَلَیْہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ لَہٗ خَرِیْفٌ فِی الْجَنَّۃِ[2]

[1] ترمذی حدیث حسن

[2] صحیح مسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی صبح کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو شام تک اس کے لیئے ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اگر اسکی شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک اسکے لیے ستر ہزار فرشتے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور جنت میں اسکے لئے باغ ہوگا

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِی خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰی يَرْجِعَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ قَالَ جَنَاهَا[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے ۔ تو جتنا عرصہ وہاں بیٹھتا ہے وہ جنت کے عمدہ پھلوں میں ہوتا ہے آپ سے پوچھا گیا اللہ کے رسول خرفۃ الجنۃ سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا جنت کا پھل ۔

والدین کی طرف دیکھنے کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ[2]

---

[1] صحیح مسلم   [2] مشکوٰۃ شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو کوئی نیک لڑکا اپنے والدین کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس کو ایک ایک مرتبہ دیکھنے پر اللہ تعالےٰ اسکا ایک ایک حج لکھ دیتا ہے تو صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول اگر کوئی والدین کو ایک دن میں سو مرتبہ دیکھ لے تو کیا اس کے سو حج لکھے جائیں گے تو آپ نے فرمایا ہاں! اور اس میں تعجب کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی شان تو اس سے بھی بالاتر ہے کہ اگر وہ ان سے بھی بڑے بڑے اور عمدہ عطیوں سے اپنے بندوں کو نواز دے، تو کیا اسکے خزانوں میں کوئی کمی آ جائے گی؟

قابل غور پہلو

ذرا غور کریں کہ جب والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنے کا یہ اجر و ثواب ہے تو جو انکی ہر وقت دیکھ بھال اور خدمت کرتا ہے اپنی عاجزی اور انکساری کا پہلو جھکائے رکھتا ہے اور انہیں اُف تک نہیں کہتا اس کا اللہ تعالےٰ کے ہاں کتنا اجر ہوگا پھر وہ آدمی جو ازواج مطہرات اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ہمارے روحانی والدین ہیں انکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے اور انکے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتا ہے تو اسکا اللہ تعالےٰ کے ہاں کتنا مقام ہوگا۔

تنبیہ

یاد رکھنا کہ وہ لوگ جو ان اپنے روحانی والدین پر عیب لگاتے اور ان پر زبانیں کستے ہیں۔ قریب ہے کہ اچانک ان پر اللہ تعالےٰ کا غصہ اور قہر آ پڑے کہ وہ اٹھنے بھی نہ پائیں۔

ایثار کا ایک عجیب واقعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:۔ جَاءَ

رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی مجہود فارسل الی بعض نسائہ فقالت والذی بعثک بالحق ما عندی الا ماء ثم ارسل الی اخری فقالت مثل ذلک حتی قلن کلہن مثل ذلک لا والذی بعثک بالحق ما عندی الا ماء فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یضیف ھذہ اللیلۃ، فقال رجل من الانصار انا یا رسول اللہ فانطلق بہ الی رحلہ فقال لامرأتہ اکرمی ضیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی روایۃ قال لامرأتہ ھل عندک شیئ قالت لا الا قوت صبیانی قال فعللیھم بشیئ واذا ارادوا العشاء فنومیھم واذا دخل ضیفنا فاطفئ السراج واریہ انا ناکل فقعدوا واکل الضیف وباتا طاویین فلما اصبح غدا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال " لقد عجب اللہ من صنعکما اللیلۃ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں (مجھے کھانا چاہیے) تو آپ نے بعض بیویوں کی طرف پیغام بھیجا۔ جواب آیا کہ ہم کو اس اللہ کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں پھر آپ نے کسی اور بیوی کی طرف پیغام بھیجا اس نے بھی یہ ہی کہا حتی کہ تمام بیویوں کی طرف سے یہی جواب آیا کہ ہم کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ پھر آپ نے کہا کوئی اور ہے جو

---

[1] صحیح مسلم و بخاری

آج رات اس آدمی کی مہمان نوازی کرے۔ تو انصار سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس نے کہا میں کروں گا چنانچہ وہ اپنے گھر لے گیا اور بیوی کو کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اسکی مہمان نوازی احسن طریقہ سے کرنا۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو کہا کہ کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے تو اس نے کہا سوائے بچوں کی خوراک کے اور کچھ نہیں تو اس نے کہا جب بچے کھانا طلب کریں تو انکو کسی اور چیز سے بہلانا اور سلا دینا اور جب مہمان کھانے کے لئے بیٹھ جائے تو دیئے کو صحیح کرنے کے بہانے بجھا دینا اور دکھانا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں جب سب کے سب بیٹھ گئے مہمان تو سیر ہو گیا لیکن ان دونوں نے رات خالی پیٹ بسر کی جب وہ صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے کہا کہ تمہارے ان دونوں کے معاملہ پر اللہ تعالے نے بھی تعجب کیا ہے جو اس رات تم دونوں نے اپنے مہمان سے کیا ہے۔

آپ ذرا غور کریں کہ جس شخص کے کسی اچھے عمل پر اللہ تعالے بھی اظہار تعجب کرے تو وہ عمل کتنا بڑا ہوگا۔ اور پھر اس کے کرنے والے کا بھی کیا مقام اور شان ہوگا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا ایک عجیب واقعہ

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان ابنٌ لابی طلحۃ رضی اللہ عنہ یشتکی فخرج ابو طلحۃ فقبض الصبی فلما رجع ابو طلحۃ قال ! ما فعل ابنی قالت ام سلیم وھی ام الصبی ھو اسکن ما کان فقربت لہٗ العشاء

فتعشی ثم اصاب منها فلما فرغ قالت: واروا الصبی فلما اصبح ابو طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرہٗ فقال اعرستم اللیلۃ قال نعم قال " اللّٰھم بارك لھما فولدت غلاما فقال لی ابو طلحۃ احملہ حتی تاتی بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم و بعث معہ بتمرات فقال أ معہ شئ " ، قال نعم تمرات فاخذھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمضغھا ثم اخذھا من فیہ فجعلھا فی الصبی ثم حنکہٗ وسماہٗ عبد اللہ وفی روایۃ للبخاری قال ابن عیینۃ فقال رجل من الانصار فرایت تسعۃ اولاد کلھم قد قرءوا القرآن یعنی من اولاد عبد اللہ المولود[له]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا جو بیمار تھا ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر کسی کام کے لئے نکلے تو بعد میں بیٹا فوت ہوگیا جب واپس آئے تو اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اب بچہ کا کیا حال ہے ۔ کہا آپ کھانا کھالیں وہ بہت سکون میں ہے جب کھانا پیش کیا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھالیا اور بعد میں اپنی بیوی سے ہمبستر بھی ہوا ۔ جب فارغ ہوا تو ام سلیم نے کہا کہ بچے کو دفن کردو وہ فوت ہو چکا ہے ۔ جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور خبر دی کہ آج رات میری بیوی نے میرے ساتھ یوں کیا ہے تو آپؐ نے پوچھا کیا تم اس رات

[له] صحیح بخاری و مسلم

ہمبستر بھی ہوئے ہو۔ کہا ہاں۔ تو آپ نے دعا کی! اے اللہ ان دونوں کی اس رات میں برکت کر۔ تو اللہ تعالےٰ نے لڑکا دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چند کھجوریں دیں اور کہا کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ۔ جب آپ کے پاس آئے پوچھا کوئی چیز بھی لائے ہو۔ کہا ہاں کھجوریں ہیں۔ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پکڑیں اور انکو منہ میں چبا کر بچے کے تالو کے ساتھ لگا دیں اور نام عبداللہ رکھ دیا۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جس میں ابن عیینہ کا بیان ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس عبداللہ کو جس کے لئے آپ نے برکت کی دعا کی اور تحنیک دی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے نو لڑکے دیئے اور نو ہی قرآن کے قاری و حافظ تھے۔

صحیح مسلم میں یہ بھی الفاظ ہیں۔

مات ابن لابی طلحۃ من ام سلیم فقالت لاھلھا لا تحدثوا لابی طلحۃ بابنہ حتی اکون اَنَا احدثہ: فجاء فقربت الیہ عشاء فاکل وشرب ثم تصنعت لہ احسن ما کانت تصنع قبل ذلک فوقع بھا فلما رأَت انہ قد شبع واصاب منھا قالت یا ابا طلحۃ ارأَیت لو ان قوما اعاروا عاریتھم اھل بیت فطلبوا عاریتھم اَلھم ان یمنعوھم قال لا فقالت فاحتسب ابنک قال فغضب ثم قال ترکتنی حتی تلطخت ثم اخبرتنی بابنی: فانطلق حتی اَتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ بما کان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارک اللہ فی لیلتکما فحملت۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جو ام سلیم رضی اللہ تعالٰے عنہا سے تھا فوت ہوگیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے اقرباء اور ہمسائیوں کو کہا کہ تم کسی نے بھی ابوطلحہ کو اس کے بیٹے کے فوت ہونے کی خبر نہیں دینی۔ میں خود ہی خبر دونگی۔ جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ شام کو آئے تو کھانا پیش کیا۔ پس کھانا کھایا پانی بھی پیا پھر وہ آراستہ ہوئیں (جیسے عورت اپنے خاوند کے لئے ہوا کرتی ہے) پھر ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ہمبستری کی جب ام سلیم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب وہ فارغ ہوگئے ہیں پھر کہا اے ابوطلحہ رض کیا آپ خبر دیتے ہیں کہ اگر کوئی قوم کسی کو ادھاری چیز دے پھر وہ قوم اسکا مطالبہ کرے تو جنہوں نے وہ چیز لی ہے۔ وہ واپس کرتے وقت روئیں یا انکار کریں تو کیا یہ جائز ہے۔ کہا نہیں! کہا پھر آپ کا بیٹا فوت ہوگیا ہے۔ آپ صبر کریں۔ ابوطلحہ نے سنا تو کچھ قدر غصے بھی ہوا۔ کہا جب ہم نے ہمبستری کی اسکے بعد تو نے خبر دی اس سے قبل کیوں نہیں بتایا کہ میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ رض حضور علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور رات کو جو ہوا اسکی اطلاع دی آپ نے سنا تو دعا کی کہ اے اللہ ان دونوں کی اس رات میں برکت فرما۔ تو ایسے ہوا کہ حضرت ام سلیم اسی رات ہی حاملہ ہوگئیں۔

فائدہ

ذرا غور کریں کہ یہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جو ایک مثالی عمل تھا۔ اس کا میاں بیوی کو دنیا میں یہ صلہ ملا۔ کہ اللہ تعالٰے نے بھی ایک ایسا مثالی لڑکا دیا جس کے آگے نو لڑکے تھے جو سب کے سب قرآن کے ماہر اور قاری تھے یہ تو ایک دنیا میں صلہ تھا پتہ نہیں آخرت میں کتنا عظیم ہوگا۔ تو یاد رکھنا جسکا عمل مثالی ہو اسکا صلہ بھی مثالی ہوتا ہے۔

استرجع کا صلہ

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيَقُولُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ فَيَقُولُ فَمَاذَا قَالَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ [1]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ کے کسی بندے کا لڑکا فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے کہتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے لڑکے کی جان قبض کی ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں ہاں۔ پھر اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے دل کا پھل توڑ لیا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں ہاں پھر اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے جب تم نے ایسا کیا تو پھر میرے بندے نے کیا کہا۔ فرشتے کہتے ہیں اس نے "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھا اور تیری تعریف کی۔ تو اللہ تعالےٰ کہتا ہے اچھا اگر ایسا ہے تو پھر میرے اس بندے کا جنت میں ایسا گھر بناؤ کہ اس کا نام بھی بیت الحمد ہو (یعنی تعریف کا گھر) یاد رکھنا کہ (انا للہ) کے پڑھنے اور اللہ تعالےٰ کی تعریف کرنے کی قیمت جو کسی مصیبت اور صدمے

---

[1] رواہ الترمذی حدیث حسن

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اسقدر تیزی سے چلے کہ مشرکوں سے پہلے ہی مقام بدر پر پہنچ گئے۔ مشرک بھی آگئے تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی آدمی بھی آگے نہ ہو یہاں تک کہ میں آگے نہ ہوں جب مشرک بالکل ہی قریب آگئے۔ پھر آپ نے کہا کہ اب تم اس جنت کی طرف اُٹھو جس کی چوڑائی ہی زمین و آسمان کی مانند ہے۔ جب عمیر بن الحمام الانصاری رضی اللہ عنہ نے سنا تو تیزی سے اٹھا اور کہا کہ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی مانند ہے تو آپ نے کہا ہاں، کہا واہ واہ آفریں (ایسی جنت) حضور نے سنا تو پوچھا کہ یہ آفریں اور واہ واہ کہتے پر آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے۔ کہا اللہ کی قسم یہ سنتے ہی میرے دل میں امید کی یہ لہر اٹھی کہ میں بھی اسکے اہل سے ہوں گا۔ تو آپ نے فرمایا تو اسکے اہل سے ہے رجب یہ سنا تو اور جوش میں آگیا۔ اپنے ترکش سے کھجوریں لیں اور کھانی شروع کیں پھر سوچا کہ اگر میں اتنا عرصہ زندہ رہا جب تک کھجوریں ختم نہ ہو ئیں سے تو یہ تو بے حد لمبی زندگی ہے۔ (اتنا عرصہ کون صبر کرے گا) تو انہیں فوراً پھینک دیا اور دشمنوں پر وار کرتا ہوا شہید ہوگیا۔

توضیح

(۱) حقیقت ہے کہ جب کوئی ذوقِ یقین جیسی نعمت سے مالامال ہو جائے تو پھر کوئی ایسی الجھن نہیں رہتی جو درمیان میں حائل ہو سکے اور اسکو اسکے محسن حقیقی تک پہنچنے نہ دے۔

(۲) یہ بھی جان لیں کہ جب یہ نعمت کسی کو میسر ہو جاتی ہے تو سمتوں میں بھی اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیتا ہے اور جہاں پہنچنے کا ارادہ ہو وہاں پہنچ جاتا ہے۔

(۳) یہ بھی یاد رکھنا کہ مجاہدانہ وار بھی آدمی اُسی وقت کرتا اور رکھ

جب کوئی چیز اسے نظر آئے اور وہ دل میں ثبت ہو جائے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو کون موت کے منہ میں جانا اور اپنا مُثلہ ہونا پسند کرتا ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے غور کریں۔

ایک صحابی کا شوقِ شہادت

وعنه رضی اللہ عنه قال غاب عمی انس بن النضر رضی اللہ عنه عن قتال بدر فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم غبت عن اول قتال قاتلت المشرکین، لئن اللہ اشهدنی قتال المشرکین لیرین اللہ ما اصنع۔ فلما کان یوم احد انکشف المسلمون۔ فقال۔ اللھم انی اعتذر الیك مما صنع ھولاءِ (یعنی اصحابه) وابرأ الیك مما صنع ھولاءِ (یعنی المشرکین) ثم تقدم فاستقبله سعد بن معاذٍ فقال یا سعد بن معاذٍ الجنة ورب النضر انی اجد ریحھا من دون احدٍ قال سعد۔ فما استطعت یا رسول اللہ ما صنع قال انس: فوجدنا به بضعًا وثمانین ضربة بالسیف أو طعنة برمح او رمیةً بسھم ووجدناہ قد قتل ومثل به المشرکون فما عرفه احدٌ الا اختهٗ ببنانه۔ قال انس: کنا نری او نظن أن ھذہِ الاٰیة نزلت فیه وفی اشباھه مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوْا

اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا چچا انس بن النضر رضی اللہ عنہ، کسی عذر کی بنا پر جنگِ بدر میں حاضر نہیں ہو سکا تھا ایک دن کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے جو پہلی جنگ مشرکوں سے لڑی ہے اُس وقت تو میں حاضر نہ تھا پھر اگر موقع ملا تو یقیناً اللہ دیکھ لیگا جس قدر میں اپنے بالمقابل حریفوں سے لڑائی کرونگا۔ جب اُحُد کا دن آگیا صحابہ باہر نکلے تو یہ مجاہد بھی اٹھا اور کہا اے اللہ جنگ بدر جو حضور کے صحابہ نے لڑی میں اسکا تیرے ہاں عذر پیش کرتا ہوں کہ میں اس میں حاضر نہیں ہو سکا اور مشرکوں نے جو اسوقت حضور کے ساتھ کیا اس کی بھی براءت چاہتا ہوں۔ تو یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ سامنے سے حضرت سعد بن معاذ نظر آیا کہا اے سعد مجھے نضر کے رب کی قسم ہے اُحُد کی طرف سے مجھے جنت کی خوشبو مہکتی ہوئی آرہی ہے۔ حضرت سعد کا بیان ہے کہ جب ہم جنگ اُحُد سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہا اے اللہ کے رسول آج جس قدر حضرت نضر نے کفار پر چھپٹے اور ان پر حملہ کرنے کے جوہر دکھائے مجھے میں طاقت نہیں رکھتا کہ اس طرح لڑ سکوں۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے انکے جسمِ اطہر پر تلواروں، نیزوں یا تیروں کے اسی سے کچھ زیادہ زخم پائے اور انکا یہ بھی بیان ہے کہ کفار نے انکا مُثلہ بھی کر دیا تھا جس وجہ سے سوائے اسکی بہن کے اسے کوئی نہیں پہچان سکا۔ وہ بھی اس نے اس اپنے بھائی کی ایک انگلی کے پور سے

---

[1] سورہ احزاب آیت: ۲۳

پہچانا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت انہی اور دوسرے انکی مانند مجاہدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

"مومنوں سے کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔ بعض ان میں سے جنہوں نے اس باری اور نذر کو پورا کر دیا۔ اور بعض اسکی انتظار کر رہے ہیں کہ (کہیں ہمکو بھی ایسا موقع فراہم ہو) اور وہ اپنے اس عہد میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں لائے۔

فائدہ

یقین جانیں کہ جب آدمی یقین اور عشق کی نعمت سے مالا مال ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس چیز کی ٹوہ اور تلاش میں رہتا ہے کہ کہیں مجھے ایسا موقع فراہم ہو کہ میں اس اپنے خالق حقیقی کی خاطر کٹ مروں اور اس پر سب کچھ فنا کر دوں۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت نضر رضی اللہ عنہ کو یہ نعمت میسر ہوئی تو وہ منتظر رہتا تھا کہ کب وہ وقت آئے کہ میں اس کی راہ میں کٹ مروں اور اپنی خواہش اور تمنا کو پورا کر دوں۔ یہ بھی جان لیں کہ جب کوئی آدمی اپنے اللہ کی خاطر لڑتا اور مرتا ہے تو اسوقت جو اسکا مقام بنتا ہے یقین جانیں کہ وہ جنت میں پہنچ کر بھی اسکی مزید خواہش اور آرزو کرے گا۔ حالانکہ معلوم ہے کہ جنت میں وہ سرور اور انعاماتِ عالیہ ہیں جو کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

جنت میں ایک تمنا کا بھڑک اٹھنا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَی الدُّنْيَا

وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ [۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے۔ اور یہ خواہش کرے۔ کہ فلاں دنیا کی چیز میرے لیئے ہو اور وہ صرف شہادت ہے جس کی بزرگی دیکھ کر آرزو کرے گا۔ کہ میں دنیا کی طرف لوٹوں اور اللہ تعالے کے راستہ میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ صرف اسی وجہ سے کہ جب اس نے شہادت کی فضیلت کو دیکھ پایا۔

وہ لوگ جو بغیر لڑائی کے بھی شہید ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّونَ الشُّهَدَاءَ فِيكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ قَالَ إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِي إِذًا قَلِيلٌ قَالُوا فَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ

---

[۱] صحیح مسلم و بخاری ۱۲

شَهِيْدٌ ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے میں سے کن لوگوں کو شہید سمجھتے ہو، فرمایا اے اللہ کے رسول شہید وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل کیا جائے تو آپ نے فرمایا۔ پھر تو میری امت میں بہت کم لوگ شہید ہونگے۔ یاد رکھنا جو کافروں سے لڑکر مرا وہ بھی شہید۔ جو راستہ میں فوت ہوا وہ بھی شہید ہے۔ جو پچیس کیوجہ سے فوت ہوا وہ بھی شہید ہے اور جو ڈوب کر مرا وہ بھی شہید ہے۔

ابوداود اور ترمذی میں ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ [2]

جو اپنا مال بچانے کیوجہ سے قتل ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے آپ کو بچانے کیوجہ سے قتل کیا گیا۔ وہ بھی شہید ہے جو اپنے دین کیوجہ سے قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل کو بچانے کیوجہ سے قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم کے یہی الفاظ ہیں (وصاحب الهدم) اور جو گر کر فوت ہو گیا وہ بھی شہید ہے۔

---

[1] صحیح مسلم

[2] قال الترمذی حدیث حسن صحیح

یہ اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا فضل اور کرم ہے کہ ان لوگوں کو بھی درجۂ شہادت دے چھوڑا جنہوں نے ایک حملہ بھی کافروں پر نہیں کیا بلکہ یہاں تک ہے کہ اگر کوئی آدمی صرف شہادت کی دعا کرے بشرطیکہ وہ اپنی اس دعا اور آرزو میں مخلص ہو تو وہ بھی درجۂ شہادت کو پا جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت کیوں نہ ہو۔ تو یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے چھینٹے ہیں جس قدر آدمی کی تمنا اور آرزو ہو اسی قدر وہ اس پر پڑتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رحمت ہماری پیاس پر منحصر ہے اگر کسی کو زیادہ ہے تو یقیناً اسے زیادہ ہی ملے گا۔ اگر کم ہے تو اسے کم ہی ملے گا۔

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر شکوہ ساقی

غور طلب پہلو

پیچھے جو روایات گذریں اور آپ نے پڑھیں ہیں ان سے کوئی آدمی یہ دھوکہ مت کھائے کہ بس اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکا فضل اتنا وسیع اور کھلا ہے کہ کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا اس نے احاطہ نہ کیا ہوا ہو۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ اسکی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ ہر وقت اچھلتی اور ابھرتی رہتی ہے کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس کے جوش وخروش میں کمی واقعہ ہو جائے اور اسکی آب وتاب ماند پڑ جائے۔ بلکہ حقیقت ہے کہ اسکی رحمت کا ایک ہی چھینٹا پوری کائنات کو سیراب کر سکتا ہے کوئی ایسی علوی سفلی دنیا نہیں جہاں اسکی رحمت کا دریا نہ بہہ رہا ہو۔ اس کے رحم وکرم کا تو یہ حال ہے کہ وہ سمندروں کو بھی مات کر جاتا ہے۔ اور اگر کہیں اسکی رحمت

اور سخاوت کا ایک قطرہ زمین پر
پڑے۔ تو پوری دنیا کی قسمتوں کو بدل سکتا ہے یہ سب کچھ صحیح اور درست
ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس پر بھی غور کرنا
کہ ہر وہ آدمی جو اللہ تعالٰے کی نافرمانی اور شرک و بدعت کی سیاہ کاریوں
میں ہر وقت ڈوبا رہے اور کبھی اسکو ان کا احساس تک نہ آئے کہ آخر مجھے
ایک دن مرنا ہے۔ اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حساب و کتاب ہونا
ہے۔ بلکہ دن بدن اپنی خود بینی اور انانیت میں بڑھتا چلا جائے۔ اور
ان سے رکنے اور توبہ کرنے کا کبھی نام تک نہ آئے تو اللہ تعالےٰ کی رحمت
اور اسکا فضل اسقدر گھٹیا اور ارزاں بھی نہیں کہ خواہ مخواہ اس پر اچھل پڑے
اور اس کے کفر و شرک اور فسق و فجور کے جراثیم کو ختم کر دے بلکہ اللہ تعالےٰ
کا فضل اور اسکی رحمت کی چھینٹیں اسی شخص پر پڑتی ہیں۔ جو انکی شدت محسوس
کرتا ہوا اسکی طرف لپکتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ جب پیاسا آدمی
پانی کو دیکھتا ہے تو دیکھتے ہی بیتاب اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور بعض
دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر پیاس کی شدت زیادہ تیز ہو جائے تو اسے
دیکھتے ہی وجد میں آجاتا ہے تو اسی طرح کا آدمی جو اس راستہ کا صحیح طالب
اور ذوق رکھتا ہو۔ تو یقیناً وہ اسکو حاصل کر لیتا ہے کیا آپ دیکھتے نہیں
ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی طرف
دس قدم بڑھتا ہے جو چل کر آتا ہے اللہ تعالےٰ اسکی طرف دوڑ کر آتا
ہے۔ جس قدر اسکی تمنا تیز ہوگی۔ رحمت اس سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔
حتیٰ کہ اس تک پہنچ کر دل میں ایمان کا ایک ایسا پودہ قائم کر دے گی کہ
جوں جوں اسے پانی ملا بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ آخر اسکی وسعت اور کشادگی
کا یہ عالم ہوگا کہ اس کی شاخیں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال تک پھیل

جائیں گی۔ اور چوٹی آسمان کو جا لگے گی، تو معلوم ہوا کہ جس قدر اس کے دل کی جنت وسیع ہو گی، اسی قدر یہ اس کی آخرت میں ہو گی تو ذرا غور کرنا کہ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ آٹھوں جنتیں انکے دلوں میں مہک رہی ہوتی ہیں، جیسا کہ ایک عاشق نے کہا۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو،
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن تے پر آئی ہو؟

یہ ہی جنت دنیا کی ہے تو جسکو یہ نصیب نہیں اس کو آخرت میں کیسے نصیب ہو گی یہ نہیں ہو گا کہ دل کی جنت تو اس کی ویران پڑی ہوئی ہو اور اس میں ایک شجر تک نہ ہو اور آخرت میں اسے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال تک پھیلی ہوئی جنت مل جائے تو اب آخری خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رحمت انہیں لوگوں کے قریب تر ہے جو اس کے صحیح طالب ہیں اور وہ اسکی اپنے دل میں تڑپ رکھتے ہیں۔ جیسکہ ارشادِ باری ہے۔

نزولِ رحمت کے مقامات

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ
یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب تر ہے۔ [۱]

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ [۲]

میری رحمت تو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے لیکن میں اسے ان لوگوں

---

[۱] سورہ الاعراف آیت ۵۶ [۲] سورہ الاعراف آیت ۱۵۶

کے لئے ہی لکھوں گا جو پرہیزگار ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ رحمت اسی وقت برستی ہے جب کہ دل میں ایمان ہو اور پھر اسکی تصدیق عمل کے ساتھ ہو۔

تیسرا باب

نمازِ تسبیح

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن عبد المطلب یا عماہ الا اعطیک الا امنحک الا احبوک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ وحدیثہ خطأہ وعمدہ صغیرہ وکبیرہ سرہ وعلانیتہ ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ۔ فاذا فرغت من القراءۃ فی اول رکعۃ وانت قائم قلت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر خمس عشرۃ مرۃ ثم ترکع فتقولہا وانت راکع عشرا۔ ثم ترفع راسک من الرکوع فتقولہا عشرا۔ ثم تھوی ساجدا فتقولہا وانت ساجد عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولہا عشرا ثم تسجد فتقولہا عشرا ثم ترفع راسک من السجود فتقولہا عشرا فذلک خمس وسبعون فی کل رکعۃ تفعل ذلک فی اربع رکعات، ان استطعت ان تصلیہا فی کل یوم مرۃ فافعل فان لم تستطع ففی کل جمعۃ مرۃ فان لم تفعل ففی کل شہر مرۃ فان لم تفعل ففی عمرک مرۃ [1]

---

[1] ابوداؤد) واشار الیہ الترمذی وابن خزیمہ وله شواہد آخر

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کو کہا کہ اے چچا کیا میں تمہیں ایک ایسا مثالی عطیہ پیش نہ کروں اگر تو نے اسکو کر لیا تو تیرے اگلے پچھلے۔ نئے پرانے۔ چھوٹے بڑے ظاہر خفیہ عمداً ہوا تمام گناہوں کو صاف کر دے گا، عطیہ یہ ہے کہ تو ایسی چار رکعتیں پڑھ کہ جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورۃ ہو جب قراءت سے فارغ ہو تو رکوع سے پہلے ہی کھڑے کھڑے ان کلمات سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کو پندرہ مرتبہ پڑھ لے پھر جب رکوع جائے تو دس مرتبہ پھر جب رکوع سے اٹھے تو دس مرتبہ پھر جب سجدہ کرے تو دس مرتبہ پھر جب سجدہ سے اٹھے تو دس مرتبہ پھر جب سجدہ کرے تو دس مرتبہ پھر جب سجدہ سے اٹھے تو دس مرتبہ تو اب ایک رکعت میں یہ کل کلمات پچھتر (۷۵) مرتبہ ہوئے تو اگر ہر روز اس نماز کی طاقت نہیں رکھتا تو ہر جمعہ کے دن، ہر جمعہ نہ تو ہر مہینے، ہر مہینے نہ تو کم از کم اپنی عمر میں ایک مرتبہ ہی پڑھ لے۔

توضیح

حافظ منذری ترغیب میں ابنِ عباس کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے ثابت ہے صحابہ کی ایک جماعت نے بھی اس کو روایت کیا ہے اسی طرح حفاظ کی ایک جماعت بھی اسکو لائی ہے جن میں سے حافظ ابوبکر الآجری اور ہمارے شیخ ابو محمد عبد الرحیم المصری اور حافظ ابو الحسن المقدسی بھی ہیں ابوبکر بن ابی داؤد کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو اپنے باپ سے سنا اور میں نے اس سے بڑھ کر صلاۃِ تسبیح کی روایات میں سے کسی اور روایت کو

زیادہ صحیح نہیں پایا اسی طرح مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ جو کہ صحیح مسلم کے مؤلف ہیں انکا بیان ہے کہ صلاۃ تسبیح کی جتنی روایات ہیں ان میں سے وہ روایت جو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے اسکی سند جس قدر عمدہ اور صحیح ہے ایسی اس باب میں کسی اور روایت کی سند نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو عکرمہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہے حسن کے درجہ سے نہیں گرتی تحفۃ الاحوذی کے مؤلف شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری بھی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

والظاهر عندی انه لا ينحط عن درجة الحسن

میرے نزدیک تو یہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

اس مقام پر اگر کوئی آدمی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث فضائل کے باب سے نہیں ہے۔ جو اس پر عمل کیا جا سکے بلکہ یہ ایک جدا اور مستقل نماز ہے جو کسی بھی فرضی اور نفلی نماز سے میل نہیں کھاتی تو پھر اس کے ثبوت کے لئے ایک مستقل نص ہونی چاہیئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو پھر یہ کہنا کہ یہ اپنی دوسری ہم جنس اشیاء سے میل نہیں کھاتی یہ کہنا درست اور صحیح نہیں ہے۔

احسن طریقہ اب اس سلسلہ میں بہتر اور احسن طریقہ یہ ہی ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز تسبیح نہیں پڑھتا تو یہ اسکا اپنا ذہن ہے لیکن جو اسے پڑھتا اور مسنون سمجھتا ہے اسے منع بھی نہ کیا جائے۔ اب اس

کے پڑھنے کا جو وقت مسنون اور مستحب ہے۔ وہ زوال کے بعد کا ہے جیسا کہ سنن ابی داود میں ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں:

نمازِ تسبیح کا مسنون وقت

قَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِیْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِیْبُكَ وَاُعْطِیْكَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُعْطِیْنِیْ قَالَ اِذَا زَالَ النَّھَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا کہ میرے پاس کل آنا تو میں تم کو ایک بہت بڑا قیمتی عطیہ دونگا۔ میں نے یقین کر کر لیا کہ آپ مجھے ضرور دیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب سورج ڈھل جائے تو آپ چار رکعتیں پڑھیں جس کی تفصیل ماقبل گذر چکی ہے۔

---

[1] امام منذری نے کہا ہے کہ زوال کے بعد نمازِ تسبیح پڑھنے کی یہ جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں

چوتھا باب

بلند آواز سے آمین کہنے کی فضیلت

قَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِي مُصَنَّفِهِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تُؤَمِّنُ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهُ تَاْمِيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔ هٰكَذَا رُوِيْنَا فِي الْمَجْلِسِ الثَّانِي مِنْ اَمَالِي عَبْدِ اللّٰهِ الْجُرْجَانِي۔ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَةَ وَلَيْسَ فِيْهِ (وَمَا تَاَخَّرَ)

ابن وہب نے اپنی کتاب میں حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے جس میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں تو جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ حدیث عبد اللہ الجرجانی کی دوسری مجلس املاء میں ہم نے اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اس حدیث کو مسلم اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن انکی روایت میں "وما تاخر" کے الفاظ نہیں ہیں۔

اس حدیث کی توضیح کرنے سے پہلے مزید یہ مسئلہ بھی ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزہ ذکر و اذکار اور دیگر اعمال جو مستحبات کا مقام رکھتے ہیں یہ سب اسی وقت گناہوں کو مٹاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے اور جو کبیرہ گناہ ہیں وہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا[1] اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو جن سے تم منع کئے جاتے ہو تو پھر ہم تمہاری خطاؤں کو مٹا دیں گے اور تمہیں نہایت ہی عزت و تکریم سے داخل کریں گے۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ[2]

اے نبی آپ دن کے دو کناروں اور رات کے کچھ حصوں کی نماز قائم کریں کیونکہ یہ نیکیاں ایسی ہیں جو برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں تو یہ ایک نصیحت ہے ذاکروں کے لئے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا[3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے عمدہ طریقے سے وضو کیا پھر جمعہ پڑھنے آیا خطبہ سنا اور خاموش ہو کر بیٹھا رہا تو اس کے پچھلے جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں بلکہ اضافی طور پر تین دنوں

[1] سورہ نساء آیت ۳۱ [2] سورہ ہود آیت ۱۱۴ [3] مسلم شریف

ہفتہ، اتوار اور سوموار کے بھی گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور جس نے دوران خطبہ کسی کنکری کو چھوا تو اس نے بہت بڑی حرکت کی
دوسری روایت جو صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَوٰاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانَ اِلٰی رَمَضَانَ مُکَفِّرَاتٌ لِمَا بَیْنَھُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ

کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک یہ اعمال بھی سب ایسے ہیں کہ اپنے اپنے درمیانی اوقات کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں بشرطیکہ جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے

فائدہ

ہوسکتا ہے کہ آدمی کی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور دیگر اعمال جو استحباب کا درجہ رکھتے ہیں وہ بھی بعض کبیرہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالےٰ کی رضاجوئی کے لیئے اور سنت کے مطابق ہوں۔ اور ان میں ریا اور عجب کی بو تک نہ ہو۔

ایک عجیب استنباط

تاج سبکی رحمۃ اللہ نے ایک عجیب استنباط کیا ہے کہ گناہوں کو مٹانے والی آمین نہیں بلکہ وہ بندوں اور فرشتوں کی موافقت ہے کہ جب ان دونوں کی آواز میں موافقت ہوتی ہے۔ تو اسی موافقت کی برکت اور فضیلت کیوجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

نظم و نسق کی برکت

تو اب اس سے معلوم ہوا کہ نظم و نسق اور تنظیم سے جو نیک کام ہوتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کو بے حد محبوب ہیں اور پھر اس کا جماعت پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ امیر کی اطاعت بھی اسی وجہ سے ضروری قرار دی گئی ہے تاکہ جماعت نہ ٹوٹے اور لوگ

بکھر کر کہیں اپنے دشمنوں سے بلاک نہ ہوں کیونکہ یہ مسلمہ ہے کہ جب تک جماعت نہ ہوگی اور وہ ایسے لوگوں کی نہ ہوگی جو آپس میں نیک مخلص اور ہمدرد ہوں تو پھر بھی کامیابی نہیں کیونکہ کلمران اور کامیاب ہوتے اور دشمن کا سر کچلنے کے لئے آپس میں متحد، مخلص اور ایک دوسرے کا ہمدرد ہونا بھی ضروری ہے۔

فائدہ

یہ ٹھیک ہے کہ جماعت پر اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہوتا ہے اور متحد ہو کر ہی لوگ زمین پر ابھرتے اور اپنے موقف میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے امیر کی اطاعت اور موافقت کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں کامیاب کرتا ہے۔ لیکن یہاں یہ کہنا کہ آمین کہنے کی بجائے صرف موافقت کی وجہ سے انکے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ صحیح نہیں ہے۔

دوسرا استنباط

مزید اس باب کی حدیث پر غور کریں تو اس سے سورہ فاتحہ کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آمین سورہ فاتحہ کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے تو جس نے سورہ فاتحہ ہی نہیں پڑھی وہ آمین کہنے کا کس طرح مجاز ہو سکتا ہے۔

بلند آواز سے آمین کہنے کے دلائل

جب آدمی (اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا) پر ذرا سا غور کرے تو ظاہر ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے کیونکہ حکم ہے کہ جب امام آمین کہے تو اس وقت تم بھی کہو تو اگر امام دل میں ہی کہے تو مقتدیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ اب امام آمین کہہ رہا ہے ہمیں بھی ساتھ کہنی چاہیئے کیونکہ ایک کی آواز دوسرے کی آواز سے اسی وقت مل سکتی ہے جبکہ دونوں کی آواز ظاہر ہو۔ تو اگر دو آدمی دل میں ہی کوئی بات کہہ لیں اور زبان سے کوئی لفظ ظاہر نہ کریں تو کون کہے گا۔ کہ ان دونوں کی آواز ملی ہوئی ہے جب کہ کوئی لفظ ان دونوں

کا اس نے سنا ہی نہیں۔ حضرت عطاء کا بیان ہے۔

آمِيْنَ دُعَاءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَهُ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً [1]

کہ آمین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور انکے جو پیچھے تھے انہوں نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی انکے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں جن سے آدمی مطمئن ہوجاتا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّالِّيْنَ جَهَرَ بِآمِيْنَ۔ اَخْرَجَهُ السَّرَّاجُ۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کو ظاہر کرتے ہیں۔ ابن حبان میں ہے (كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ اُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ آمِيْنَ [2]

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو آمین اونچی آواز سے کہتے۔

امام بیہقی نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ

اَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ سَمِعْتُ لَهُمْ رَجَّةً بِآمِيْنَ [3]

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو سو صحابہ کو اس مسجد میں پایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا تو میں نے ان تمام کی گونجتی ہوئی آمین سنی۔ پھر یہ بات بھی صحیح نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اونچی آمین کہنی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاذان باب جہر الامام بالتامین

[2] فتح الباری کتاب الاذان [3] فتح الباری کتاب الاذان۔

شروع شروع اسلام میں تھی۔ بعد میں منسوخ ہوگئی۔ کیونکہ وہ راوی جو آپ کی اونچی آمین کہنی بیان کرتا ہے وہ تو وائل بن حجر ہے اور یہ آٹھ ہجری میں مسلمان ہوا تو اب منسوخ کیسے ہوئی کیونکہ یہ تو آخری زمانہ ہے ہاں اگر کوئی یوں کہے کہ شروع شروع اسلام میں آہستہ آمین کہنا مشروع تھی لیکن آٹھ ہجری میں حضرت وائل بن حجر کی بیان کردہ روایت سے آہستہ کہنا منسوخ ہوگئی تو مناسب تھا۔[1]

فرشتوں کی موافقت

دوسرا اس باب کی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی موافقت اہل زمین والوں کے ساتھ اخلاص اور خشوع میں نہیں بلکہ قول اور زمان میں ہے اور یہ بھی کہ ان سے مراد صرف وہی فرشتے نہیں جو زمین پر اترتے اور پھر اوپر چڑھتے ہیں اور یا وہ جو آدمی کے محافظ اور نمازوں پر بدلتے رہتے ہیں بلکہ ان سے مراد وہ فرشتے بھی ہیں جو آسمان پر ہیں اور وہاں اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس اور عبادت ہر لمحہ صفوں کی صورت میں کر رہے ہیں جیساکہ صحیح بخاری میں ہے۔

اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ اٰمِیْن قَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْن[2]

جب تمہارا کوئی ایک آمین کہتا ہے تو آسمان میں فرشتے آمین کہتے ہیں۔

رَوَی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عِکْرَمَۃَ قَالَ صُفُوْفُ اَھْلِ الْاَرْضِ عَلٰی صُفُوْفِ اَھْلِ السَّمَاءِ فَاِذَا وَافَقَ اٰمِیْنُ فِی الْاَرْضِ اٰمِیْنَ فِی السَّمَاءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ[3]

---

[1] فتح الباری کتاب الاذان میں یہ روایت صحیح ہے۔ [2] کتاب الاذان باب فضل التامین [3] فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰

عبدالرزاق نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ اہل نماز والوں کی صفیں اہل آسمان والوں کی صفوں پر ہوتی ہیں تو جب زمین کی آمین آسمان کی آمین سے ملتی ہے تو پھر اسکی مغفرت کردی جاتی ہے۔

آمین کہنے کا وقت

اس باب کی روایات پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مقتدی کی آمین میں مقارنت ہونی چاہیئے تاکہ ایک ہی وقت میں دونوں اللہ تعالےٰ کی رحمت اور بخشش سے اپنے گناہوں کا ازالہ کرسکیں حافظ ابن حجر رحمہ نے اسی کو ترجیح دی ہے احمد، نسائی اور سراج میں جو روایت ہے وہ بھی اسی موقف کو مضبوط کرتی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَقُوْلُ اٰمِیْنَ وَالْاِمَامَ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُہٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اور فرشتے بھی آمین کہتے ہیں تو جسکی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اسکے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"۔ جمہور کا بھی یہ ہی موقف ہے۔ (فانہ یستحب فیہ المقارنۃ) کہ امام اور مقتدی کی آمین میں مقارنت کا ہونا مستحب ہے مزید اگر کوئی اس مسئلہ کی تہہ تک پہنچنا چاہے تو وہ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب القراءۃ فی الصلوٰۃ کا مطالعہ کرے۔

پانچواں باب

نمازِ ضحیٰ کی فضیلت

قَالَ آدَمُ بْنُ اِيَاسٍ فِي كِتَابِ الثَّوَابِ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الضُّحٰى رَكْعَتَيْنِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِائَتَيْ حَسَنَةٍ وَّمَحٰى عَنْهُ مِائَتَيْ سَيِّئَةٍ وَّرَفَعَ لَهُ مِائَتَيْ دَرَجَةٍ وَّغُفِرَ لَهُ ذُنُوْبُهُ كُلُّهَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَا تَأَخَّرَ اِلَّا الْقِصَاصَ لٰكِنَّ اِسْنَادَهُ ضَعِيْفٌ جِدًّا

آدم بن ایاس کتاب الثواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس پر ایمان رکھتے ہوئے صرف ثواب کی نیت سے دو رکعتیں ضحیٰ کی پڑھیں تو اللہ تعالےٰ اسکی دو سو نیکیاں لکھ دیتا ہے دو سو برائیاں مٹا دیتا ہے اور دو سو درجات بلند کرتا ہے۔ ماسوائے قصاص کے اس کے سب اگلے پچھلے تمام گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں لیکن آدم بن ایاس کا بیان ہے کہ اس کی سند بے حد ضعیف ہے۔

فائدہ یہ ضروری نہیں کہ اسی باب کی روایت سے ہی نمازِ ضحیٰ کی فضیلت کو واضح کیا جائے جو کہ اکثر علماء کے نزدیک ضعیف ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی صحیح روایات ہیں جو اس نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

کا بیان ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الضُّحٰی اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ قَصْرًا مِنْ ذَھَبٍ فِی الْجَنَّۃِ [۱]

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے ضحیٰ کی بارہ رکعتیں پڑھیں تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تیار کر دیتا ہے

ضحیٰ کی چار رکعتیں

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اَرْبَعًا وَ یَزِیْدُ مَا شَاءَ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ کی چار رکعتیں پڑھتے اور اگر چاہتے تو زیادہ بھی پڑھ لیتے۔

ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ۔

ذَھَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِہٖ صَلّٰی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ وَ ذٰلِکَ ضُحًی [۳]

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فتح مکہ کے دن گئی تو کیا دیکھا کہ آپ غسل فرما رہے ہیں جب فارغ ہوتے تو آٹھ رکعتیں پڑھیں اور یہ ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں تھیں۔

---

[۱] ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ [۲] صحیح مسلم [۳] صحیح بخاری و مسلم

ضحیٰ کی دو رکعتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَی الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے خلیل نے مجھے ہر مہینے کے تین روزے رکھنے[2] اور ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھنے اور سونے سے پہلے ہی وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

اب ان روایات سے معلوم ہوا کہ ضحیٰ کی کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں

نمازِ ضحیٰ کا وقت

نمازِ اشراق کا وقت اسوقت ہوتا ہے جبکہ سورج اپنے مطلع سے بقدر ایک نیزہ کے اوپر آجائے اور اسکا آخری وقت دو نیزہ تک ہے جتنا کہ سورج مغرب کی جانب عصر کے وقت ہوتا ہے پھر اس کے بعد ضحیٰ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جیسکہ حدیث میں ہے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَطْلَعِهَا مَا قِیْدَ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَیْنِ کَقَدْرِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ مَغْرِبِهَا صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَمْهَلَ حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَ الضُّحٰی صَلّٰی اَرْبَعًا[3]

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

[2] اس سے مراد ہر ماہ کی تیرویں چودھویں اور پندرویں کا روزہ رکھنا ہے۔

[3] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سورج اپنے مطلع سے بقدر ایک یا دو نیزے اوپر آجاتا ہے مانند عصر کے جب کہ سورج مشرقی سمت ہو تو آپ دو رکعتیں پڑھتے پھر کچھ وقت ٹھہرتے جب سورج اور اونچا ہوتا تو ضحیٰ کی چار رکعتیں پڑھتے۔

فائدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ اشراق نمازِ ضحیٰ اور ان دونوں کے اوقات، جدا جدا ہیں ایک نہیں ہے جیسا کہ بعض نے سمجھ رکھا ہے۔،، واللہ اعلم ،،

چھٹا باب

نمازِ جمعہ کے بعد ذکر کرنے کی فضیلت

عن عبد الرحمن السلمی عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرءَ اذا سلم الامام من صلاۃ الجمعۃ قبل ان یثنیٰ رجلہ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احدٌ وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس سبعًا سبعًا غفر لہٗ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر واعطی من الاجر بعدد من آمن باللہ والیوم الآخر ھکذا رواہ ابو الاسعد القشیری وفیہ ضعفٌ وفی مصنف ابن ابی شیبۃ عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما من قرء بعد

صلاۃ الجمعۃ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس حفظ ما بینہ و بین الجمعۃ الاخریٰ) و ذکر ابوعبید مثلہ من غیر ذکر الفاتحۃ و قال حفظ وکفی من مجلسہ ذالک الی مثلہ۔

حضرت عبدالرحمن السلمی کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نمازِ جمعہ کے متصل جب امام سلام پھیرتا ہے اپنا پاؤں بچھانے سے پہلے ہی سورہ فاتحہ، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس سات سات مرتبہ پڑھ لیتا ہے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئیے جاتے ہیں اور وہ اجر اس تعداد سے دیا جاتا ہے کہ جیسے کوئی شخص اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پرا یمان لایا ہو۔

اسی طرح اسکو ابوالاسعد القیشری نے بھی بیان کیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے جمعہ کی نماز کے بعد سورۃ فاتحہ، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس کو پڑھا تو سمجھو وہ اس اور آنے والے جمعہ کے درمیانی دنوں میں ہر گناہ اور برائی سے محفوظ کر لیا گیا۔ ابو عبید ؒ نے بھی سورہ فاتحہ کے علاوہ اسی طرح ذکر کیا ہے ۔ اور حفظ کے ساتھ کفی بھی ذکر کیا ہے

توضیح

اس حدیث کی سند پر بحث کی جائے تو واضح ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک راوی حسن بلخی جو یزید بن ہارون سے بیان کرتا ہے ضعیف ہے حضرت حاکم کا بیان ہے کہ وہ اکثر منکر روایات بیان کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ جن کے متعلق احتمال ہی نہیں ہو سکتا کہ اس نے ان سے سماع کیا ہو خطیب کا بیان ہے کہ اکثر انکے نسخے یزید بن ہارون سے موضوع ہیں۔ لیکن اس روایت کے علاوہ اور بہت سی روایات صحیحہ ہیں جن میں سورہ فاتحہ قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے پڑھنے کی فضیلت بڑے ہائی پیمانے پر ثابت ہوئی ہے۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

سورہ فاتحہ کے متعلق ہے کہ یہ وہ سورۃ ہے کہ ایسی کوئی سورۃ نہ تورات میں ہے اور نہ انجیل میں ہے اور یہی سورۃ ہے جو میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے[۱] پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دن میرے پاس جبریل تھے اچانک اوپر سے آواز سنی جبریل نے دیکھا تو اچانک ایک ایسا دروازہ کھلا پایا جو پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ وہاں سے ایک فرشتہ اتر کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ دو نوروں کے ساتھ خوش ہو جائیں ایک تو سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کی آخری آیات آپ انکا ایک ایک حرف پڑھیں۔ تو یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کہ جو آپ مانگیں اس سے محروم رہ جائیں[۲] صحیح بخاری و مسلم و ابو داود میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ ہم چند صحابہ کسی مقام پر جا رہے تھے۔ راستہ میں ہم ایک بستی میں ٹھہرے بھوک لگی ہوئی تھی۔ خیال تھا

(۱ ترمذی و نسائی) (۲ صحیح مسلم)

کہ یہ لوگ ہماری میزبانی کریں گے لیکن کسی نے ہمارا خیال تک نہ کیا آخر یوں ہوا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی ایک آدمی کو سانپ نے کاٹ لیا کافی کوشش کی کہ اسکو کسی دوائی سے آرام آجائے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا آخران سے ایک آدمی دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو دم کرتا ہے۔ کیونکہ ہمارا ایک ایسا آدمی ہے جسے سانپ نے کاٹ لیا ہے تو ہم نے کہا ہاں لیکن یاد رکھنا کہ ہم مفت دم نہیں کریں گے اسکا کوئی عوض طے ہونا چاہیے آخر تیس بکریاں طے ہوئیں۔ تو ہم میں سے ایک شخص نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا تو وہ اسی وقت ٹھیک ہوگیا اور جو تکلیف تھی وہ سب رفع ہوگئی ہم واپس ہوئے تو وہ تیس بکریاں اسی طرح محفوظ تھیں کوئی ایک بھی انکو اپنی ضرورت میں نہیں لایا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے حلال ہونے میں ہمیں شبہ تھا اسلئے ہم نے فیصلہ کیا کہ جب تک ان بکریوں کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لیں اس وقت تک کوئی ان کو اپنے استعمال میں نہ لائے چنانچہ جب پوچھا تو آپ نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا اور مزید کہا کہ (اقسموا واضربوا الی سھم) آسے تقسیم کرلو اور میرا بھی اس سے حصہ نکالو۔

تنبیہ

ذرا غور کرنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کھانے پینے کے معاملہ میں بھی کسقدر احتیاط کرتے تھے جو ان کے پاس مال آتا وہ اس وقت تک استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ انہیں اسکے حلال ہونے کا شرح صدر نہیں ہوجاتا تھا۔ اسی لئے تو انکی دعائیں قبول ہوتیں اور آسمانوں کو چیرتی ہوئیں عرش تک پہنچتی تھیں اور وہ دنیا میں معزز اور اپنے دشمنوں پر غالب تھے اگر آج بھی ہم اسے اپنائیں اور اس معاملہ میں پوری احتیاط سے کام لیں تو آج بھی دعائیں قبول ہونگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے۔

ایک ضمنی بات تھی جو درمیان میں آگئی اصل بات سورۃ فاتحہ کی ہو رہی تھی کہ اگر مردِ مومن اسے یقین کامل سے پڑھے تو ایسی کوئی روحانی اور جسمانی مرض نہیں جو اس کے سامنے ٹھہر سکے کیونکہ دواؤں میں اسقدر تاثیر ہے کہ بعض دفعہ ایک ہی گولی اور پڑیا سے آدمی اچھا ہو جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی اپنی کلام ہے اس میں تاثیر کیسے نہ ہو گی بلکہ اس کو تو اگر پہاڑوں پر نازل کر دیا جاتا تو وہ بھی پاش پاش ہو کر رہ جاتے۔

مترجم کا خود اپنا ایک واقعہ

میرا خود ایک واقعہ ہے کہ بندہ گوجرانوالہ مدرسہ جامعہ محمدیہ میں پڑھا کرتا تھا۔ اچانک بخار ہونا شروع ہو گیا اور کئی دن تک رہا گولیاں کھائیں اور انجکشن لگوائے لیکن افاقہ نہ ہوا آخر ارادہ ہوا کہ کسی یونانی حکیم سے علاج کیا جائے شاید افاقہ ہو جائے تو بندہ ایک یونانی حکیم کے پاس گیا۔ اس نے نبض دیکھی تو چند پڑیاں اور ایک یا دو تعویذ دیئے جو کہ شرکیہ تھے۔ جن پر بزرگوں کا نام لکھا ہوا تھا۔ جب میں نے پڑھا تو دل بہت تنگ ہوا اور فیصلہ کیا کہ اسکے تعویذ تو کیا پڑیاں بھی استعمال نہیں کرونگا۔ تعویذ تو اسی وقت اسکو واپس کر دیئے اور وہ پڑیاں جو پہلے لے چکا تھا وہ بھی واپس آکر اپنے کمرے سے باہر پھینک دیں اور سورۃ فاتحہ سے علاج کرنا شروع کیا سورۃ فاتحہ پڑھتا اور پانی پہ دم کر کے پی لیتا۔ چھ سات دن بھی نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل شفا دے دی۔ اور پھر کبھی بھی اس بخار کی حرارت محسوس نہ کی اور یہی نہیں کہ یہ صرف سورۃ فاتحہ میں تاثیر ہے بلکہ قرآن مجید تمام کا تمام ہی شفائے تامہ اور رحمتِ کاملہ ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ[1]

اور ہم نے قرآن مجید کو اتارا جو پورے کا پورہ مومنوں کے لئے رحمت وشفائے تامہ ہے۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّشِفَاءٌ[2]

اے نبی آپ کہہ دیں کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں ہدایت اور شفاء ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۞ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ[3]

اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نصیحت آ چکی ہے جس میں مومنوں کے لئے رحمت، ہدایت اور سینے کی تمام بیماریوں کی شفا ہے۔ چنانچہ اے نبی تم اعلان کر دو کہ تم اس اللہ تعالٰی کی رحمت اور فضل سے خوش ہو جاؤ کیونکہ یہ ان تمام اشیاء سے بہتر ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے ہو۔

فائدہ

یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی آدمی سورہ فاتحہ اور قرآن مجید کی دوسری آیات پڑھ کر ہی اپنی مرض کا علاج کرے بلکہ اگر کوئی مردِ مومن صرف اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوا براہ راست ہی اپنے اللہ کو پکارے تو پھر بھی اس کے تمام روگ ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ شعرآء میں اللہ تعالٰی نے اپنے ایک مردِ مومن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے کہ وہ جب بیمار ہوتے تو میرے سوا کسی اور طرف انکی نظر نہیں اٹھتی تھی بلکہ یوں کہتے تھے۔

---

[1] سورہ الاسراء آیت ۸۲ [2] سورہ حٰم سجدہ آیت ۴۴ [3] سورہ یونس آیت ۵۷، ۵۸

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ [1]

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا وہ دیتا ہے۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت

حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ قَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ قَصْرًا فِى الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ اِذًا نَسْتَكْثِرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْثَرُ وَ اَطْيَبُ [2]

کہ جس شخص نے سورہ اخلاص آخر تک دس مرتبہ پڑھی تو اس کے لئے اللہ تعالےٰ جنت میں ایک محل تیار کر دیتا ہے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بولے کہ اے اللہ کے رسول ہم تو پھر بہت سے محل تیار کرلیں گے تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے اللہ تو اس سے بھی زیادہ اور پاکیزہ محلات دینے پر قادر ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ قَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَكَاَنَّمَا قَرَءَ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ [3]

کہ جس شخص نے سورہ اخلاص پڑھی تو گویا کہ اس نے قرآن مجید کے دس پارے پڑھے۔

غربت کا دور ہونا

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ

---

[1] سورۃ الشعراء: ۸۰ [2] احمد، دارمی [3] ابن کثیر حدیث صحیح ہے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَكَا إِلَيْهِ الْفَقْرَ فَقَالَ إِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَلِّمْ إِنْ كَانَ فِيهِ أَحَدٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَحَدٌ فَسَلِّمْ عَلَى نَفْسِكَ وَاقْرَأْ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) مَرَّةً وَاحِدَةً فَفَعَلَ الرَّجُلُ فَأَدَرَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رِزْقًا حَتَّى أَفَاضَ عَلَى جِيرَانِهِ ۱؎

سہل بن سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر غربت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اگر کوئی گھر میں ہو تو سلام کہہ اگر نہیں تو خود اپنے نفس پر ہی کہہ لے اور پوری سورہ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ جب آدمی نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالےٰ نے اسے اسقدر عام رزق دیا کہ پھر وہ اپنے ہمسایوں پر خرچ کیا کرتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

سورۂ اخلاص سے محبت کرنیکا صلہ

إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُ فِي جَمِيعِ صَلَاتِهِ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" فَسَأَلَهُ الرَّسُولُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ ۲؎

ایک آدمی اپنی تمام نمازوں میں سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا آپ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اس سے محبت کرتا

۱؎ بحوالہ تفسیر کبیر ۲؎ روایت صحیح ہے بحوالہ تفسیر کبیر

ہوں تو آپ نے کہا آپ کی یہ محبت جو سورہ اخلاص سے ہے جنت میں پہنچا کر رہے گی۔

سورۃ اخلاص اور معوذتین سے دم کرنا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى شَيْئًا مِنْ جَسَدِهٖ

قَرَءَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) (وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِيْ كَفِّهِ الْيُمْنٰى وَمَسَحَ بِهَا الْمَكَانَ الَّذِيْ يَشْتَكِيْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ مَنَعَ مِنَ الرُّقٰى لِمَا رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰى وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ مَنِ اكْتَوٰى وَاسْتَرْقٰى وَاُجِيْبَ بِاَنَّهٗ يُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ النَّهْيُ عَنِ الرُّقٰى الْمَجْهُوْلَةِ الَّتِيْ لَا تُعْرَفُ حَقَائِقُهَا فَاَمَّا مَا كَانَ لَهٗ اَصْلٌ مَوْثُوْقٌ فَلَا نَهْيَ عَنْهُ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جسم میں کوئی تکلیف ہوتی تو آپ سورہ اخلاص اور معوذتین اپنے دائیں ہاتھ پر پڑھتے اور پھر اسے اس جگہ ملتے جہاں تکلیف ہوتی تھی اور بعض لوگ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی

---

[1] تفسیر کبیر شرح معوذتین

کہ بعض اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہیں۔ جو نہ داغتے ہیں اور نہ ہی دم کرواتے ہیں اور صرف وہ اپنے اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور یہ کہ آپ نے فرمایا جس نے داغا اور دم کروایا اس نے اللہ پر توکل نہیں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دم جھاڑے سے منع کیا گیا ہے جو مجہول ہو اس کے الفاظ قرآن و حدیث سے نہ ہوں ورنہ اگر اس کے الفاظ قرآن و حدیث سے ہوں جن کے حقائق واضح طور پر ہیں۔ تو پھر اگر کوئی ان سے دم جھاڑا کرے تو کوئی گناہ نہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ إِذَا اشْتَكَى بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَمْسَحُ بِيَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ طَفِقْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُثُ بِهَا عَلَى نَفْسِهِ (وَعَنْهَا) أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ وَقَرَأَ فِيهِمَا بِالْمُعَوِّذَاتِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تو آپ معوذات پڑھ کر ہاتھوں پر پھونک مار کر اپنے تمام جسم پر پھیر لیتے۔ پھر جب آپ نے اس بیماری کی تکلیف محسوس کی جس میں فوت کئے گئے تھے تو میں نے بھی معوذات پڑھ کر اسی طرح پھونکیں مارنی شروع

---

[1] صحیح بخاری

کہیں جسطرح آپ خود اپنے اوپر مارا کرتے تھے ۔ اور انہیں سے ہے کہ جب آپ لیٹنے بستر پر جگہ پکڑتے تو معوذات پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکتے۔ اور پھر ہاتھ اپنے جسم پر پھیر لیتے ۔[1]

[1] صحیح بخاری میں معوذات سے مراد (قل ھو اللہ احد) قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس یہ تینوں سورتیں مراد ہیں ۔

ساتواں باب

ماہِ رمضان اور لیلۃ القدر میں قیام کرنے کی فضیلت

۱۔ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأْمُرُ بِقِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ اَنْ یَّأْمُرَنَا فِیْہِ بِعَزِیْمَةٍ وَیَقُوْلُ "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ"، ھٰکذا اخرجہ الامام احمد فی مسندہ رواہ مسلم وغیرہ من طرق کثیرۃ من غیر وما تاخّر

مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں رمضان میں قیام کا حکم دیا کرتے تھے اور یہ آپ کا حکم فرضیت کا حامل نہیں تھا بلکہ استحبابی تھا کہا کرتے تھے جس شخص نے ایمان اور اخلاص سے رمضان میں قیام کیا تو اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اسکو امام احمد نے اپنی "مسند" میں نکالا ہے مسلم کے علاوہ اوروں نے بھی اسکو کثیر طرق سے ذکر کیا ہے جن میں (وما تاخر) کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱:۔ قَالَ النَّسَائِیُّ فِی السُّنَنِ الْکُبْرٰی لَہٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ، وَفِیْ رِوَایَۃِ قُتَیْبَۃَ غُفِرَلَہٗ وَمَا تَاَخَّرَ وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ، وَفِیْ حَدِیْثِ قُتَیْبَۃَ وَمَا تَاَخَّرَ کَذَا رَوَاہُ النَّسَائِیُّ عَنْ قُتَیْبَۃَ وَتَابَعَہٗ حَامِدُ بْنُ یَحْیٰی

امام نسائی رحمۃ اللہ کی سنن الکبریٰ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے ایمان اور اخلاص سے رمضان میں قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان اور اخلاص سے لیلۃ القدر کا قیام کیا تو اسکے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور قتیبہ کی حدیث میں ہے کہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اسی طرح نسائی نے بھی قتیبہ سے ذکر کیا ہے اور انکی متابعت حامد بن یحییٰ نے بھی کی ہے۔

۴:۔ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْبَوَاقِیْ مَنْ قَامَهُنَّ اِبْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَغْفِرُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَھِیَ لَیْلَۃُ وِتْرٍ تِسْعٍ اَوْ سَبْعٍ اَوْ خَامِسَۃٍ اَوْ ثَالِثَۃٍ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ ھٰذَا حَدِیْثٌ رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ

امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت عبادہ بن الصامت

سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیلۃ القدر آخری دس دنوں میں ہے اور جس شخص نے ان راتوں میں ایک نمایاں فضیلت کو حاصل کرنے کی نیت سے انکا قیام کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور یہ لیلۃ القدر طاق راتوں میں ہوتی ہے اور وہ انتیسویں یا ستائیسویں یا پچیسویں یا تیئیسویں یا آخری رات میں ہے۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری تیسویں رات میں بھی لیلۃ القدر کے آنے کا احتمال ہے۔

۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ” هِيَ فِيْ رَمَضَانَ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِيْ وِتْرٍ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ اَوْ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ تِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ فَمَنْ قَامَهَا اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا ثُمَّ وُفِّقَتْ لَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ وَكَذَا الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ نَحْوَهُ

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ رمضان میں ہے اور اسے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور وہ اکیس یا تئیس یا پچیس یا ستائیس یا انتیس اور یا آخری تیسویں رات ہے۔ پس

جس شخص نے ایمان اور اخلاص سے ان دنوں کا قیام کیا اور پھر اسے لیلۃ القدر بھی مل گئی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اسی طرح طبرانی نے معجم میں ذکر کیا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایمان اور اخلاص سے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں

توضیح ان سابقہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جن اعمال کے کرنے کی وجہ سے گناہوں کے مٹنے اور معاف ہونے کی خوشخبریاں دی گئی ہیں وہ تین طرح کے ہیں تو اب ان میں سے ہر ایک کی کچھ قدرے تفصیل کی جائیگی۔

لیلۃ القدر کا قیام کرنا

مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا کہ جس نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس لیئے آدمی کو چاہیے کہ طاق راتوں میں اسکی تلاش اور جستجو میں پوری پوری کوشش کرے جیسا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ [1]

تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاوِرُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کیا کرتے تھے

تو اسی وجہ سے ان دنوں میں آپ کی عبادت اور ریاضت اس قدر ہوا کرتی تھی کہ ایسی کسی اور دنوں میں نہیں پائی گئی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْتَہِدُ فِیْ رَمَضَانَ مَا لَا یَجْتَہِدُ فِیْ غَیْرِہٖ وَفِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْہُ مَا لَا یَجْتَہِدُ فِیْ غَیْرِہٖ [3]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں اسقدر عبادت کرتے کہ اتنی کسی اور مہینے میں نہیں کرتے تھے اور پھر اس مہینے کے آخری دس دنوں میں اسقدر عبادت کرتے کہ اتنی کسی اور مہینے کے آخری دس دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

وَعَنْہَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَا اللَّیْلَ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ [4]

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح بخاری ومسلم [3] صحیح مسلم [4] صحیح بخاری

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپؐ رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور اسقدر کوشش کرتے کہ آپ اپنا ازار بند کس لیتے [۱]

لیلۃ القدر کی دعاء

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَءَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیَّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْھَا قَالَ قُوْلِیْ :- اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگر میں لیلۃ القدر کی رات معلوم کر لوں تو اس وقت کیا پڑھوں تو آپ نے فرمایا:-
اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ وَاعْفُ عَنِّیْ
اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے اور مجھے معاف کر دے۔

لفظِ قدر کے معانی

لیلۃ القدر کے لفظ (قدر) پر غور کریں تو اس سے تین مفہوم لئے جا سکتے ہیں

پہلا :- پہلا اسکا معنیٰ عزت و وقار اور عظمت کا پایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ [۳] جس طرح اللہ تعالےٰ کی عزت و عظمت ملحوظ رکھنے کا حق تھا اس طرح انہوں نے

---

[۱] اس سے مراد عورتوں سے علیحدہ ہونا ہے [۲] ترمذی [۳] سورہ الزمر آیت ۶۷

اسے ملحوظ نہیں رکھا اس معنیٰ کے اعتبار سے لیلۃ القدر کا یہ مفہوم ہوگا۔ کہ یہ رات اسقدر عزت وعظمت کی رات ہے کہ اسکی عزت وعظمت کو کوئی اور رات نہیں پہنچ سکتی چنانچہ اسی وجہ سے اس کی تلاش میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم بے حد ریاضت کیا کرتے تھے۔

دوسرا :۔ دوسرا اسکا معنیٰ تقدیر کا پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ [1] بے شک ہم نے ہر چیز کو اس کی تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اب اس معنیٰ کے اعتبار سے اسکا یہ معنیٰ ہوا کہ اس سال میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب کچھ لکھ لیا جاتا ہے یعنی انسان کے ایک سال کا پہلے ہی اس کا پورا ریکارڈ جمع کر لیا جاتا ہے۔

تیسرا :۔ تیسرا اسکا معنیٰ مخفی اور تنگی کا پایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ [2] اور جس پر اسکا رزق تنگ کر دیا گیا ہو۔

تو اب اس معنیٰ کے اعتبار سے اسکا معنیٰ یہ ہوا کہ یہ رات اسقدر مخفی اور پوشیدہ ہے کہ جو بغیر کوشش اور جستجو کے نہیں ملتی اسلیے اسکی تلاش میں بے حد تگ و دو اور کوشش کرنی پڑتی ہے تو تب جا کر یہ کسی کو میسر ہوتی ہے۔

لیلۃ القدر کی علامات

عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان امارۃ لیلۃ القدر انہا صافیۃ بلجۃ کان فیہا قمرا ساطعا ساکنۃ شاجیۃ لا برد فیہا ولا حر ولا یحل لکوکب یرمی بہ فیہا حتی یصبح وان امارتہا ان الشمس صبیحتہا تخرج مستویۃ لیس فیہا شعاع مثل القمر

[1] سورۃ القمر آیت ۴۹ [2] سورہ الطلاق آیت ۷

البدر لا یحل للشیطان ان یخرج معھا[1]

عبادہ بن صامتؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کی علامات یہ ہیں کہ وہ رات اپنی پہلی حالت بدل کر اس قدر پرسکون معتدل اور کشادہ ہوتی ہے گویا کہ اس میں چاند سر افق پر پھیلا ہوا ہے صبح تک نہ کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اس میں گرمی و سردی ہوتی ہے اور اسکی علامات یہ بھی ہیں کہ جب صبح سورج طلوع ہوتا ہے تو اسمیں شعاعیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ بدر کی طرح صاف اور کامل ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس رات شیطان کے لئے ہوسکتا ہے کہ وہ اس رات کی صبح کو سورج کے ساتھ نکلے۔

دوسرا ماہِ رمضان کا روزہ

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ[2]

کہ جس شخص نے ایمان اور اخلاص سے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامُ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالصِّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ

---

[1] رواہ احمد حافظ ھیثمی نے زوائد میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

[2] صحیح بخاری ومسلم

فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے بنی آدم کے تمام عمل جو وہ کرتے ہیں ان کا انہیں صلہ اور اجر بتا دیا گیا ہے مگر روزے کا نہیں وہ محض میرے لیے ہی ہے اور میں ہی اسکا صلہ دوں گا۔ اور روزہ دوزخ سے بچنے کی ایک ڈھال ہے۔ تو جب تمہارے کسی ایک کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش گوئی اور شور و غل کرے اور اگر کوئی اسے مارے یا گالی دے تو صاف کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں، اور مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے ہاں کستوری سے بھی زیادہ معطر ہے اور روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک تو جب روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری کہ جب اللہ تعالےٰ سے ملاقات ہوگی تو وہ اپنے روزے سے خوش ہوگا) بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے۔

---

[۱] صحیح بخاری

يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي، الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا۔

وہ صرف میری وجہ سے اپنا کھانا پینا اور دیگر خواہشات کو ترک کر دیتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دوں گا اور ہر نیکی میں اضافہ دس مثل تک ضرور ہے

فرائض کو ادا کرنے کا اجر

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ، قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس کو کرنے کی وجہ سے میں جنت میں پہنچ جاؤں تو آپ نے کہا کہ تو اللہ تعالےٰ کی اسطرح

---

[1] صحیح بخاری مسلم

عبادت کر کہ اس میں کسی اور کی شرکت نہ ہو۔ اور فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ تو اس نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اتنا ضرور کروں گا مگر زیادہ نہیں۔ جب واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کہا اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا میں جنتی دیکھ لے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

فائدہ اگر فرضی روزوں کے ساتھ ساتھ آدمی نفلی روزے بھی کثرت سے رکھے بشرطیکہ وہ سنت سے ثابت ہوں تو پھر تو اس کو وہ مقاماتِ عالیہ ملیں گے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہونگے جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ فِی الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ[1]

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریّان ہے اور قیامت کے دن روزے داروں کے علاوہ اس دروازے سے کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا آواز ہوگی۔ روزے دار کہاں ہیں اور وہ داخل ہوں جب وہ اٹھیں گے تو کوئی دوسرا انکے ساتھ نہیں ہوگا جب داخل ہو گئے تو اسی وقت دروازے کو بند کر دیا جائیگا۔ تاکہ بعد میں کوئی اور داخل نہ ہو۔

---

[1] صحیح بخاری مسلم

دو پیاری چیزوں کے خرچ کرنے کا صلہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ یُدْعٰی اَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا فَقَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اللہ تعالٰی کے راستہ میں دو پیاری چیزیں خرچ کیں تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائیگا اور حکم ہوگا کہ اے اللہ کے بندے یہ بھلائی ہے اس طرح جو اہل نماز سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے اور جو اہل جہاد سے ہوگا اسے جہاد کے دروازہ سے اور جو اہل صیام سے ہوگا

[1] صحیح بخاری و مسلم

اسے دروازہ ریّان سے اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائیگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ مقصود تو جنت میں داخل ہونا ہے۔ لہٰذا ہر آدمی کو جدا جدا ان دروازوں سے بلانے کی کیا ضرورت ہے اور پھر کوئی ایسا بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے آواز آئے تو آپ نے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ ابوبکر تو ان لوگوں سے ہوگا۔

فائدہ اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر ہوا ہے وہ صرف فرضی نہیں ہیں بلکہ انکے ساتھ ساتھ نفلی بھی ہیں تو جس نوع کا اسکا فرضی اور نفلی عمل نمایاں ہوا تو بس اسی کو اسی دروازے سے آواز آئے گی۔

صرف ایک روزے کا ثواب

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا [1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس ایک روزے کیوجہ سے ستر سال کی مسافت پہ اسکا چہرہ آگ سے دور رکھے گا۔

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

تیسرا ماہِ رمضان کا قیام کرنا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان کا قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تنبیہ اب یہاں اس باب کی روایات شروع کرنے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ کا قیام کوئی جدا نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک ہی تھا اور وہ قیام اللیل تھا جسے ہم نماز تہجد کہتے ہیں صرف فرق یہ تھا کہ رمضان کی راتوں میں بانسبت دوسری راتوں کے زیادہ ریاضت اور عبادت کیا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا تو خیال ہے کہ آپ رکعتوں میں بھی کمی بیشی نہیں کرتے تھے بلکہ جتنی آپ کی رکعتیں رمضان میں ہوتی تھیں اتنی ہی غیر رمضان میں جیسا کہ فرمایا۔

مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ

---

[1] صحیح بخاری مسلم

ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ "يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي" [۱]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے جب پہلی چار رکعتیں پڑھتے (تو وہ ایسی ہوتی تھیں) کہ انکے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھو پھر چار اور پڑھتے تو وہ بھی ایسی ہی ہوتی تھیں۔ پھر تین پڑھتے تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہؓ میری دونوں آنکھیں تو سو جاتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

فائدہ

یہی وجہ ہے کہ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے ورنہ اگر نبی کا بھی دل سو جائے تو پھر نبی اور غیر نبی کے خواب میں امتیاز نہیں رہتا۔

آپکی کثرت عبادت

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ أَفَلَا أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا [۲]

---

[۱] باب ما جاء فی الوتر بروایت ابن عباس

[۲] صحیح بخاری مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے تو اس قدر لمبا قیام کرتے کہ آپ کے قدم سوج جاتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے پہلے اور پچھلے گناہ تو سب معاف ہو چکے ہیں لہذا پھر آپ اتنی ریاضت کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

(۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ قِيْلَ: مَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدْعَهُ [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کے پیچھے تہجد کی نماز پڑھی تو آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا جب پوچھا گیا کہ وہ کونسا بُرا کام تھا جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔ کہا کہ آپ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔

۳:۔ وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضَى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا إِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهُ قَرِيْبًا مِنْ قِيَامِهِ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات آپ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی میں سمجھا کہ جب سو آیتیں پڑھیں گے تو آپ رکوع کرلیں گے۔ پھر آپ پڑھتے چلے گئے میں نے سمجھا کہ اب پوری سورت ایک رکعت میں پڑھیں گے پھر آپ پڑھتے رہے جب سورہ بقرہ ختم ہوئی تو میں نے سمجھا اب رکوع کریں گے پھر سورۂ نساء شروع کی اور وہ پوری پڑھی پھر آل عمران وہ بھی پوری پڑھی پھر یہ کہ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور جہاں کوئی ایسی آیت آتی کہ اس میں اللہ تعالےٰ کی تسبیح وتقدیس کا ذکر ہوتا تو وہاں اسکی تسبیح کرتے اور جہاں کوئی سوال کی آیت ہوتی وہاں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتے اور جہاں کوئی پناہ مانگنے کا مقام آتا تو وہاں پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور کہا کہ پاک ہے میرا رب عظمت والا آپ کا رکوع بھی اس قدر لمبا تھا جسقدر کہ آپ کا قیام تھا پھر آپ نے کہا اللہ تعالےٰ نے ہر اس شخص کی تعریف کو سن لیا جس نے اسکی تعریف کی ہمارے پروردگار تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں پھر آپ نے اتنا لمبا قیام کیا جو کہ آپ کے رکوع کے قریب تھا پھر سجدہ کیا

---

[1] صحیح مسلم

اور کہا (پاک ہے میرا رب بلند) پھر آپ کا سجدہ بھی اتنا لمبا تھا جو کہ آپ کے قیام کے قریب تھا۔

فائدہ اس حدیث پر غور کریں تو آدمی حیران ہو کر رہ جاتا ہے کہ ایک رکعت میں آپ نے سوا پانچ پارے پڑھے پھر آپ کا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور ہر مقام کے مطابق اور اسکی مناسبت سے وہی مانگنا اور کہنا اور پھر آپ کے رکوع وسجود کا اسقدر لمبا ہونا تو حقیقت ہے کہ اسی کا نام عبودیت ہے جو آدمی کو ہر مخلوق سے بالاتر کرتی ہے اور اسکو ان مقامات عالیہ پر لے جاتی ہے۔ کہ جہاں کسی ستارے کی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی اسی طرح ایک اور حدیث میں اسی عبودیت کا یوں بیان ہوا ہے

قربت کی راہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری بحوالہ ریاض الصالحین

اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی تو میں اسے معلوم کراتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ لڑائی کے لیئے نکل آئے۔ اور وہ چیز جس سے میرا بندہ میرے قریب تر ہوتا ہے وہ میری عبادت ہے جو مجھے زیادہ پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کی ہے خاص کر وہ جس سے یہ ہر وقت میرے قریب تر ہوتا رہتا ہے نفل ہیں حتی کہ میں اسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے یہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے یہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے یہ پکڑتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے یہ چلتا ہے پھر اگر مجھ سے کوئی چیز مانگے تو دے دیتا ہوں اگر پناہ مانگے تو وہ بھی دے دیتا ہوں۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان بننے کا یہ مطلب ہے کہ پھر اسکا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو جاتا ہے اسی کے لئے سنتا، دیکھتا چلتا اور پکڑتا ہے اور اسکا کوئی جذبہ اسکی رضا اور خوشنودی کے خلاف نہیں اٹھتا۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْہِ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ:- اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً [1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری بحوالہ ریاض الصالحین

نے اللہ تعالٰی سے بیان کیا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب میرا بندہ میرے قریب ایک بالشت ہوتا ہے تو میں اسکے قریب ایک ہاتھ ہوتا ہوں اور وہ جب میرے قریب ایک ہاتھ ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ ہوتا ہوں۔ اگر میری طرف چل کر آئے تو میں بھاگ کر آتا ہوں۔

فائدہ جس قدر آدمی کے دل میں اللہ تعالٰی کی طلب ہو گی اللہ تعالٰی کے ہاں اسکی دوگنا ہو گی چنانچہ اسی طرح قدر و وقار عزت و احترام محبت و پیار اور دیگر اشیاء میں بھی سمجھ لیں۔

آٹھواں باب

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت

قَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ النَّقَّاشُ الْحَافِظُ فِیْ اَمَالِيْهِ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ، وَقَدْ ثَبَتَ فِیْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْمُسْتَقْبِلَةَ فَلَعَلَّ ذٰلِكَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ

الوسعید النقاش الحافظ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب امالی میں ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے یوم عرفہ کا روزہ رکھا اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور صحیح مسلم میں یہ ثابت ہے کہ یہ روزہ ایک گزرے ہوئے سال اور ایک آنے والے سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

ہوسکتا ہے جو مفہوم (ما تاخر) کا ہو وہ ہی مفہوم صحیح مسلم کے لفظ (المستقبلة) کا ہو۔

توضیح عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ

وَالسَّنَةِ الَّتِي قَبْلَهُ [1]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالےٰ پر امید ہے کہ جو یوم عرفہ کا روزہ رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسکے ایک گزرے ہوئے اور ایک بعد میں آنے والے سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔

ایک سوال اور اسکا جواب

اب یہاں خود بخود آدمی کے ذہن میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ جو آدمی گناہ کر چکا ہے تو ان کے مٹنے اور معاف ہونے میں تو کوئی مشکل نہیں لیکن جو ابھی تک اس نے گناہ کئے ہی نہیں اور نہ ہی انکا کوئی وجود ہے تو پھر انکے مٹنے اور معاف ہونے کا کیا مفہوم ہوگا۔ تو علماء نے اسکے دو جواب دیئے ہیں۔

۱:۔ پہلا یہ کہ آنے والے سال کے گناہوں کے مٹنے اور معاف ہونے کا جو مژدہ سنایا گیا ہے اسکا یہ مفہوم ہے کہ اس سال میں اس سے جو گناہ ہونے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ اس روزے کی برکت اور عظمت کی وجہ سے ان گناہوں سے اسکو محفوظ کر لیتا ہے پہلے تو یہ کہ وہ کوئی گناہ کرتا ہی نہیں اگر کوئی ہو گیا تو وہ اسی وقت معاف کر دیا جاتا ہے۔

۲:۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالےٰ اس روزے کے عوض اسکو اتنا اجر و ثواب دیتا ہے کہ آنے والے سال میں جو اس سے گناہ ہونے تھے۔ یہ ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اب یہاں ایک اور چیز بھی سامنے آتی ہے کہ اگر آدمی کا بچپن اور جوانی کے جو لمحات اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسکی مخلصانہ عبادت میں گزریں تو پھر اگر اس پر کوئی پر خطر مقام آجاتے جو اسکی تباہی و ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو اس سے بال بال بچا لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اسکی عبادت اور ریاضت کی جو قدر و قیمت

[1] جامع ترمذی

اور مانگ ہوتی ہے اسکا ماں وہی اندازہ لگا سکتا ہے کسی اور کی طاقت نہیں کہ وہ اسکا کوئی اندازہ لگا سکے۔

اب آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت پڑھیں اور انکی زندگی کا ایک ایک دن ٹٹولیں تو انکی سیرت میں آپ کو کوئی ایسا سیاہ دھبہ نہیں ملے گا کہ جس نے انکی سیرت کے کسی پہلو کو ناقص کر دیا ہو چنانچہ یہی وجہ تھی جو ان پر ایک بہت بڑی کٹھن منزل آئی کہ زلیخا نے پوری ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح میں اس کی اس اعلیٰ سیرت کو ناقص کر ڈالوں لیکن وہ نہ کر سکی اور ناکام ہو کر رہ گئی جیسا کہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

فائدہ

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں سے تھا۔

ورنہ کب تھا کہ وہ ایسی مشکل ترین منزل سے نکل جاتا اب اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی نیکی کو پیدا کرتی ہے۔ یعنی نیکی دوسری کا سبب ہوتی ہے اور ایسے ہی برائی برائی کو پیدا کرتی ہے یعنی پہلی برائی دوسری برائی کا سبب بنتی ہے

نواں باب

حج اور عمرہ کرنے کی فضیلت

قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ فِی السُّنَنِ لَهٗ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ اَوْعُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی اِلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ شَكَّ عَبْدُاللّٰهِ وَرَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ فِیْهِ " غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَاتَاَخَّرَ وَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ هٰكَذَا نُسْخَةٌ بِوَاوٍ وَلَیْسَ مَنْكُهَا اَلِفٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِهِ الْكَبِیْرِ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ (وَمَا تَاَخَّرَ)

ابوداود نے اپنی سنن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے بیت اللہ کی طرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور یا یہ کہ اسکے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ عبداللہ کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے آپ نے کونسے الفاظ کہے، امام بیہقی نے بھی اپنی شعب الایمان میں اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اسکے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

اور اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ انکا نسخہ اسی طرح واؤ کے ساتھ یعنی (ووجبت) ہے (واو) کے ساتھ نہیں جیسا کہ پہلی روایت میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے بھی اس کو اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے لیکن اس میں (وما تاخر) کے الفاظ نہیں ہیں۔

دوسری حدیث

(قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ حَاجًّا يُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَشُفِّعَ فِيْمَنْ دَعَا لَهٗ۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ کی روایت ذکر کی ہے انکا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ کہ جس آدمی نے محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے بیت اللہ کا حج کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور جس آدمی کے بارے میں اس نے دعا کی تو وہ اسکی دعا بھی قبول کرتا ہے۔

تیسری حدیث

حَدِيْثٌ فِي ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ مَنْدَةَ

فِي اَمَالِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ الْحَاجُّ مِنْ بَيْتِهٖ كَانَ فِي حِرْزِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَ نُسُكَهٗ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ بَقِيَ حَتّٰى يَقْضِيَ نُسُكَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ

وَاِنْفَاقُ دِرْهَمٍ فِیْ ذٰلِکَ الْوَجْہِ یَعْدِلُ اَلْفَ اَلْفٍ فِیْمَا سِوَاہُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"، وَرَوَیْنَاہُ فِی الْجُزْءِ السَّابِعِ مِنْ کِتَابِ التَّرْغِیْبِ لِاَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ شَاہِیْنَ۔

اسی حج کی فضیلت کے بارے میں ابوعبداللہ بن مندہ نے اپنی کتاب امالی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے اگر وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا تو اللہ کے ہاں اسکا ثواب لکھ لیا جاتا ہے اور اگر اس نے حج کر لیا تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسی راستہ میں جو اس نے صرف اللہ کے لئے کیا اسمیں ایک درہم خرچ کرنا ایک ہزار درہم خرچ کرنے کے برابر ہے اور ہم نے کتاب الترغیب کی جز ساتویں جو ابی حفص عمر بن شاہین کی ہے وہاں بھی اسکو روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث

قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰی وَسَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَاَخْرَجَہٗ اَبُوْ یَعْلٰی فِیْ مُسْنَدِہِ الْکَبِیْرِ کَذٰلِکَ۔

امام احمد بن منیع اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس آدمی نے حج کے احکامات پورے کئے اور اسکی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ابو یعلی نے بھی اپنی مسند کبیر میں اسکو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

پانچویں حدیث

ذَكَرَ الْقَاضِي عِيَاضٌ فِي الشِّفَا أَنَّ مَنْ صَلَّى خَلْفَ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ رَكْعَتَيْنِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَحُشِرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْآمِنِينَ ۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے کتاب الشفاء میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں تو اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن ہر قسم کے خوف و ہراس کے بغیر اٹھے گا۔

توضیح

ان پانچ روایات پر غور کرنے سے آٹھ چیزیں سامنے آتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جس آدمی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۲) اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر وہ کسی کے بارے میں دعا کرے تو اسکی دعا کو قبول کیا جاتا ہے۔

(۴) جب وہ سفر حج کی نیت سے نکلتا ہے تو وہ اللہ تعالے کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

(۵) اگر وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو اس نے گویا کہ حج کر لیا اور اسکے ثواب کو پہنچ گیا۔

(۶) ادائیگی حج کے لئے ایک درہم کا خرچ کرنا ایک ایک ہزار درہم کا حامل ہوتا ہے۔

(۷) مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل پڑھنے سے بھی آدمی کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۸) قیامت کے دن اسکا اٹھنا با امن ہوگا۔

ثواب اس باب کی پانچ روایات کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن میں حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے اور بھی خصوصی انعامات کا ذکر ہوا ہے مثلاً

پہلی روایت عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

یَقُوْلُ مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس آدمی نے اس طریقے سے حج کیا کہ دوران حج کوئی گناہ اور فحش گوئی کا ارتکاب نہ کیا تو وہ گناہوں سے اسطرح چھٹ جاتا ہے گویا کہ وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

دوسری روایت عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم

الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عمرہ کے کرنے کے بعد جب دوسرا عمرہ کیا جاتا ہے تو یہ درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے خواہ وہ جس وقت بھی ہو اور حج مبرور کا تو جنت کے سوا کوئی اور بدلہ ہے ہی نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں حج مبرور کی یوں تعریف ہوئی ہے۔

اِنَّ بِرَّ الْحَجِّ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيْبُ الْكَلَامِ - وَعِنْدَ بَعْضٍ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ [2]

بے شک مبرور حج یہ ہے کہ کھانا کھلایا جائے اور اچھی کلام کی جائے۔ بعض کے نزدیک یوں بھی ہے۔ کہ کھانا کھلایا جائے اور سلام عام کہا جائے۔

تیسری حدیث

وَمَا سَبَّحَ الْحَاجُّ مِنْ تَسْبِيْحَةٍ وَلَا هَلَّلَ مِنْ تَهْلِيْلَةٍ وَلَا كَبَّرَ مِنْ تَكْبِيْرَةٍ اِلَّا بُشِّرَ بِهَا تَبْشِيْرَةً [3]

جب آدمی (سُبْحَانَ اللّٰہِ) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ان میں سے جو بھی کلمہ کہتا ہے تو وہ اسی وقت اس کی خوشخبری دیا جاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری ومسلم، نسائی، ابن ماجہ [2] ترغیب وترہیب کتاب الحج
[3] ترغیب وترہیب

چوتھی حدیث

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ جَبَانٌ وَاِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقَالَ هَلُمَّ اِلَى جِهَادٍ لَا شَوْكَةَ فِيْهِ اَلْحَجُّ [1]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں ایک کمزور اور کم دل آدمی ہوں تو آپ نے فرمایا تم پھر ایسے جہاد کی طرف آؤ کہ جس میں کوئی نیزہ بازی نہیں اور نہ ہی زخم ہوتا ہے اور وہ حج ہے۔

پانچویں حدیث

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ دَعَاهُمْ فَاَجَابُوْهُ وَسَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالے کے مہمان ہوتے ہیں۔ ان سے دعا کراؤ کیونکہ جب وہ دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالے انکی دعا قبول کرتا ہے۔ اور جو وہ مانگتے ہیں تو اللہ تعالے انہیں دے دیتا ہے

چھٹی حدیث

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ [3]

---

[1] اسکو طبرانی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں [2] اسکو بزاز نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں [3] ترغیب وترہیب حاکم نے کہا ہے کہ اسکی سند مسلم کی شرط

اے اللہ حاجیوں کو بخش دے اور اسکو بھی کہ جسکے لئے حاجی دعا کرے۔

ساتویں حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا کہ اسکے بعد تو آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا کہ اسکے بعد تو آپ نے فرمایا کہ مبرور حج کرنا۔ مبرور حج کی توضیح پہلے ہو چکی ہے۔

آٹھویں حدیث

عَنِ ابْنِ شَمَاسَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِیْ سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكٰى طَوِيْلًا وَقَالَ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فِیْ قَلْبِیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُبْسُطْ يَدَكَ لِاُبَايِعَكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِیْ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَمْرُو قَالَ اَرَدْتُ اَنْ

---

[1] صحیح بخاری مسلم

اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قَالَ اَنْ یُّغْفَرَ لِیْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ یَا عَمْرُو اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ [1]

ابن شماسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رض فوت ہونے کے قریب تھے تو ہم انکی بیمار پرسی کرنے کے لئے گئے (تو کیا دیکھا) کہ وہ کافی دیر روتے رہے۔ پھر کہا کہ جب اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت بٹھا دی تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ کے رسول آپ اپنا دایاں ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں جب آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے پیچھے کھینچ لیا۔ پھر آپ نے کہا کہ اے عمرو تو نے ایسا کیوں کیا میں نے کہا اللہ کے رسول مجھے یاد آگیا کہ آپ کے ساتھ کوئی شرط کر لوں تو آپ نے فرمایا ہاں طے کر لو تو میں نے عرض کیا اگر میں مسلمان ہو گیا تو میرے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے تو آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اسی طرح ہجرت اور حج بھی پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

آخری عمل کی اہمیت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَاَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَکَفِّنُوْهُ بِثَوْبَیْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ

[1] صحیح بخاری و مسلم و صحیح ابن خزیمہ

وَلَا تُخَنِّطُوْهُ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ میدانِ عرفات میں ہمارے درمیان ایک آدمی تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا وہ اچانک اونٹنی سے گرا اور فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اس کے انہیں دو کپڑوں میں کفن دے کر دفن کر دو لیکن سر کو نہ ڈھانپنا اور نہ خوشبو لگانا کیونکہ یہ اسی طرح قیامت کے دن لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُبْعَثُ کُلُّ عَبْدٍ عَلٰی مَا مَاتَ عَلَیْہِ ۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی کا اٹھنا اسی حالت میں ہوگا۔ جس حالت میں وہ فوت ہوا۔

شہداء کا اٹھنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَکْلُوْمٍ یُکْلَمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَکَلْمُہٗ یَدْمٰی اَللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّیْحُ رِیْحُ مِسْکٍ ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں زخمی کیا گیا تو وہ قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھے گا۔ اور اس کے

---

[1] صحیح بخاری و مسلم و صحیح ابن خزیمہ [2] صحیح مسلم [3] صحیح بخاری مسلم

زخم سے خون بہتا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا ہوگا اور خوشبو کستوری کی مانند ہوگی۔

۴:۔ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا كَالْمِسْكِ[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان اللہ تعالےٰ کے راستہ میں صرف اتنا وقت لڑا جتنا کہ ایک آدمی اونٹنی کا دودھ دھونے کے بعد دوبارہ اسی وقت دھونے کے لئے درمیانی وقفہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو مسلمان اللہ تعالےٰ کے راستہ میں زخمی کر دیا گیا اور یا کوئی معمولی سا زخم آیا تو وہ قیامت کے دن اس طرح خون بہتا ہوا آئے گا جیسے کہ کسی بہت دودھ دینے والی اونٹنی کا دودھ بہتا ہے جس کا رنگ زعفران سا ہوگا اور عطر کستوری کی مانند

۵:۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِيْ وَاِيْمَانٌ بِيْ وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ فَهُوَ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرْجِعَهُ اِلٰى مَنْزِلِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ

---

[1] ابوداؤد و ترمذی حدیث صحیح ہے

فِي سَبِيْلِ اللهِ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ كُلِمَ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ وَرِيْحُهٗ رِيْحُ مِسْكٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَبَدًا وَلٰكِنْ لَّا اَجِدُ سَعَةً فَاَحْمِلُهُمْ وَلَا يَجِدُوْنَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ اَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اَغْزُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ ثُمَّ اَغْزُوَ فَاُقْتَلَ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اس آدمی کے بارے میں ضمانت دیتا ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے اور اسکا نکلنا صرف مجھ پر ایمان لانا اور میرے رسولوں کو ماننا اور میری راہ میں جہاد کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تو ایسے شخص کا اللہ تعالےٰ خود ضامن ہے کہ یا تو اسے جنت میں داخل کرے گا اور اگر زندہ بچ گیا تو گھر کی طرف بہت سے اجر و ثواب اور غنائم سے واپس کرے گا اور مجھے اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان ہے

کہ جو آدمی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں زخمی کر دیا جاتا ہے تو وہ اسی طرح قیامت کے دن زخموں سے چور اور خون سے بھرا ہوا آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ اسی خون کی طرح ہو گا۔ مگر خوشبو کستوری کی مانند ہو گی پھر مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح مسلم، صحیح بخاری میں بھی اسکا بعض حصہ ذکر ہوا ہے

کی جان ہے اگر میرا ہر لڑائی میں جانا مسلمانوں پر شاق نہ ہوتا تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا جسکو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں روانہ کر دیا ہو۔ اور وہ لوگ جو جانی اور مالی اعتبار سے کمزور ہیں اور اپنے لئے پیچھے رہنا بھی موت کے مترادف سمجھتے ہیں لیکن ان کے پاس زاد راہ اور کوئی سواری نہیں ہے جس پر وہ بیٹھ کر وہاں پہنچ جائیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی سواری ہے کہ میں انہیں بٹھا کر وہاں لے جاؤں تو ایسے لوگوں کو بھی وہی اجر و ثواب ملے گا جو ایک میدان مارنے اور جیتنے والے غازی کو ملتا ہے اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے میں یہ تمنا اور آرزو رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑوں، اور پھر قتل کیا جاؤں پھر لڑوں پھر قتل کیا جاؤں پھر لڑوں اور قتل کیا جاؤں

دنیا کے لمحات کی قدر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَہٗ مَا عَلَی الْاَرْضِ مِنْ شَیْئٍ اِلَّا الشَّھِیْدُ، یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا یَرٰی مِنَ (الْکَرَامَۃِ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ الشَّھَادَۃِ [1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے علاوہ کوئی ایسا آدمی نہیں جو جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر دنیا میں کسی چیز کی تمنا رکھتا ہو دوبارہ دنیا میں آنے کی خواہش کرے گا۔ تو وہ صرف شہید ہی ہے جو شہادت کی عظمت ایک روایت میں شہادت کی فضیلت

---

[1] صحیح بخاری مسلم

دیکھ کر تمنا کرے گا کہ میں دنیا کی طرف لوٹوں اور اس کی راہ میں دس مرتبہ پھر قتل کیا جاؤں۔

۱۷ - عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ فَقَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِیْلًا وَّاُجِرَ کَثِیْرًا[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ کے پاس ہتھیار پہنے ہوئے آیا۔ اور کہا اے اللہ کے رسول کیا میں لڑوں یا پہلے مسلمان ہوؤں تو آپ نے فرمایا پہلے مسلمان ہو جاؤ پھر لڑو۔ تو وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا پھر لڑا اور قتل ہو گیا آپ نے دیکھا تو فرمایا اس نے عمل بہت کم کیا مگر اجر بہت دیا گیا

صدق کی برکت

عَنْ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَاَلَ اللّٰہَ الشَّھَادَۃَ بِصِدْقٍ بَلَّغَہُ مَنَازِلَ الشُّھَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِہٖ[2]

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے صدق دل سے اللہ تعالےٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالےٰ اسے شہداء کا ضرور مقام دے دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پہ ہی کیوں نہ فوت ہوا ہو۔

---

[1] صحیح بخاری و مسلم [2] صحیح مسلم

دسواں باب

سورۃ حشر کی آخری آیات اور اپنی اولاد کو قرآن پاک پڑھانے کی فضیلت

قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ الثَّعْلَبِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ اٰخِرَ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ

حضرت ابو اسحاق الثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے سورہ حشر کی آخری آیات پڑھیں تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

وَقَالَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ لَالٍ فِیْ کِتَابِہٖ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلَّمَ ابْنَہُ الْقُرْاٰنَ نَظَرًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَمَنْ عَلَّمَہٗ قُرْاٰنًا ذُکِّرًا کُلَّمَا قَرَءَ اٰیَۃً رَفَعَ اللّٰہُ بِھَا الْاَبَ دَرَجَۃً حَتّٰی یَنْتَھِیَ اِلٰی اٰخِرِ مَا مَعَہٗ مِنَ الْقُرْاٰنِ

حضرت ابوبکر بن لال رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنے

بیٹے کو اسقدر تعلیم دلائی کہ اسے دیکھ کر قرآن پڑھنا آگیا تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس آدمی نے اپنے بیٹے کو قرآن پڑھایا تو جب وہ کوئی آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی وجہ سے اسکے باپ کا ایک درجہ بلند کرتا ہے حتیٰ کہ آخری آیت تک اسکے اتنے درجے بلند ہونگے

توضیح

اس باب کی دونوں روایات کی سند کو دیکھا جائے تو دونوں ضعیف ہیں حتیٰ کہ بعض اہل علم نے پہلی کو موضوع اور دوسری کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس مضمون کی ایک اور روایت ہے جو طبرانی میں ہے اسکا بھی تقریباً یہی مفہوم ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ عَلَّمَ ابْنَهُ الْقُرْآنَ نَظَرًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَمَنْ عَلَّمَهُ إِيَّاهُ ظَاهِرًا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَيُقَالُ لِابْنِهِ اقْرَأْ فَكُلَّمَا قَرَأَ آيَةً رَفَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْأَبِ بِهَا دَرَجَةً حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى آخِرِ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْآنِ [1]

جس آدمی نے اپنے بیٹے کو اس حد تک قرآن مجید پڑھایا کہ وہ ناظرہ پڑھ سکتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے اس قرآن کا ظاہری مفہوم بھی پڑھایا تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اسکو اس حالت میں اٹھائے گا کہ اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس کے بیٹے کو حکم ہوگا کہ تو پڑھ جب اس نے ایک ایک آیت کر کے پڑھا (جتنا کہ اسے یاد تھا) تو ہر آیت کے بدلے اللہ تعالےٰ اس کے باپ کا ایک ایک درجہ بلند کرے گا۔

---

[1] حضرت ہیثمی نے کہا ہے کہ اس میں ایک ایسا راوی ہے کہ جسے میں نہیں پہچانتا۔

تنبیہ

ان روایات کے ضعیف ہونے کی بناء پر کوئی آدمی یوں بھی نہ سمجھ بیٹھے کہ کسی آدمی کا اپنے بیٹے کو قرآن مجید پڑھانا اور دوسرا سورہ حشر کی آخری آیات پڑھنے کا بھی اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ اگرچہ یہ ضعیف ہیں لیکن ان کے علاوہ اور بھی روایات صحیحہ ہیں جو قرآن مجید کی فضیلت اور اس کے پڑھنے والے کی برتری کو واضح کرتی ہیں۔

بہتر کون لوگ ہیں

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ [1]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے بہتر وہ آدمی ہے جو قرآن مجید پڑھتا اور پڑھاتا ہے

آدمی کا بہتر سہارا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے تم قرآن پڑھو کیونکہ یہ پڑھنے والوں کا قیامت کے دن شفیع بن کر آئے گا۔

قرآن کے ماہر کا مقام

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَھُوَ مَاھِرٌ بِہٖ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ

---

[1] صحیح بخاری [2] صحیح مسلم

الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیَتَتَعْتَعُ فِیْهِ وَهُوَ عَلَیْهِ شَاقٌّ لَهُ اَجْرَانِ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کو اسطرح پڑھا کہ اس کے مفہوم کو بخوبی سمجھ گیا۔ تو وہ معزز و مکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن کو اس حالت میں پڑھتا ہے کہ اس پر زبان اٹکنے اور لکنت کی وجہ سے مشکل ہو جاتا ہے۔ تو اسے دُگنا اجر ملتا ہے۔

وہ آدمی جو قابلِ رشک ہے

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَاحَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُهٗ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں رشک کے قابل صرف دو آدمی ہیں۔ ایک تو وہ جس کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ اسکی تلاوت میں رات اور دن کھڑا رہتا ہے دوسرا کہ جس کو مال دیا ہے اور وہ اس سے دن رات خرچ کرتا ہے۔

۵:۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ

---

[1] صحیح بخاری مسلم   [2] صحیح بخاری و مسلم

اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا ؎

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے حافظ اور ماہر کو کہا جائے گا کہ اب پڑھ اور اوپر چڑھ اور اسی طرح پڑھ جس طرح کہ تو دنیا میں اطمینان اور سکون سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تو اب تیرا اس جگہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر تو آخری آیت پڑھے گا۔

فائدہ

خطابی کا کہنا ہے کہ اثر میں یہ چیز بھی آتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات بھی بقدر جنت کے درجات کی ہیں تو بقدر کسی کی قرأت ہو گی اسی قدر وہ ان درجات تک پہنچ سکے گا۔ ہاں اگر کسی کی تلاوت تمام آیات کی مسلسل آخر تک ہوئی تو وہ اجر و ثواب اور درجات کی بھی آخری سیڑھی تک پہنچ جائے گا۔ ؎

مومن کے تاج اور لباس کا حسن

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا ؎

؎ ابوداود و ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث صحیح حسن ہے ؎ ترغیب و ترہیب ۳؎ ابوداؤد حاکم نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح مسلم کی سند جیسی ہے بحوالہ ترغیب و ترہیب

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے قرآن پاک پڑھا اور پھر اس پر عمل بھی کیا تو اسکے والدین کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی چمک سورج کی چمک سے بھی زیادہ ہوگی وہ چمک کہ جو دنیا کے گھروں میں ہوتی ہے تو اب وہ شخص جس نے اسے پڑھا اور پھر عمل کیا تو اس کے مقام کے بارے میں اب آپ کا کیا خیال ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ وَتَعَلَّمَ وَعَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَاجًا مِنْ نُوْرٍ ضَوْءُهُ مِثْلُ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَيُكْسٰى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُوْمُ لَهُمَا الدُّنْيَا فَيَقُوْلَانِ لِمَ كُسِيْنَا هٰذَا فَيُقَالُ بِاَخْذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ [1]

حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا اور سکھایا اور اس پر عمل کیا تو اسکے والدین کو قیامت کے دن ایک ایسا نورانی تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی چمک سورج جیسی ہوگی اور دو جوڑے پہنائے جائیں گے جو اسقدر نفیس اور قیمتی ہونگے کہ پوری دنیا بھی انکی قیمت کو نہیں پہنچ سکتی۔ تو وہ کہیں گے اے اللہ ہم نے تو کوئی ایسا عمل ہی نہیں کیا۔ لہذا وہ کونسا عمل ہے جسکی وجہ سے ہم کو یہ دو کپڑوں کے جوڑے پہنائے گئے ہیں تو حکم ہوگا کہ یہ وہ عمل ہے جو تمہارے لڑکے نے قرآن پڑھا تھا۔

---

[1] ترغیب وترہیب حاکم نے کہا کہ یہ صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

قوموں کی ترقی و تنزل کا ذریعہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالےٰ اس کتاب کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے قوموں کو بلند کرتا ہے اور وہ قومیں جو اسکے برعکس چلتی ہیں۔ انہیں نیچا بھی اسی وجہ سے کرتا ہے۔

عالم کی عابد پر فضیلت

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِي النَّاسِ الْخَيْرَ [2]

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تمہارے کسی ادنیٰ پر ہے پھر آپ نے کہا کہ وہ عالم جو لوگوں کو دین سکھاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے اپنی

---

[1] صحیح مسلم [2] رواہ الترمذی اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ فرشتے اور زمین و آسمان کے رہنے والے حتیٰ کہ چیونٹیاں بھی اپنی بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

تنبیہ یہاں پر یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ یہ مقامات اور درجات آدمی کو اسی وقت ہی میسر ہو سکتے ہیں جب کہ وہ اس علم کو صرف اللہ تعالےٰ کی رضا اور اسکی خوشنودی کے لئے پڑھے ورنہ اگر اس مقصد سے ہٹ کر کوئی اور مقصد ہوا تو پھر سوا ئے خسارے اور ندامت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور دنیا کی غرض سے پڑھا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

عالم بے عمل کی سزا

عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَيَدُوْرُ بِهَا كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ فِي الرَّحَا فَيَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَهْلُ النَّارِ فَيَقُوْلُوْنَ

؎ : ابوداؤد اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

يَا فُلَانُ مَا لَكَ اَلَمْ تَكُنْ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ: فَيَقُوْلُ كُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَاَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ [1]

ابی زید اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ایک ایسا شخص لایا جائے گا جب اسے جہنم میں ڈالا گیا۔ تو اس کے پیٹ کی تمام انتڑیاں نکل کر باہر آجائیں گی۔ اور وہ انکے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح کہ چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے تو تمام اہل نار اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے۔ اے فلاں کیا تو لوگوں کو نیکی کا حکم اور برائی سے نہیں روکتا تھا۔ تو وہ کہے گا۔ ہاں لیکن جس نیکی کا حکم کرتا تھا۔ میں اسے خود نہیں کرتا تھا۔ اور جس برائی سے روکتا تھا اسے خود کرتا تھا۔

سورہ حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ حَبِيْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِسْمِ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ فَقَالَ عَلَيْكَ بِاٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَاَكْثِرْ قِرَاءَتَهَا فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ فَاَعَادَ عَلَيَّ :

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسم اعظم کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا سورۃ حشر کی آخری آیات نہ چھوڑنا بلکہ انہیں اکثر پڑھتے رہنا۔ پھر میں نے سوال کیا تو آپ نے یہ ہی کہا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَءَ خَوَاتِیْمَ الْحَشْرِ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ فَقُبِضَ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ اَوِ اللَّیْلَةِ فَقَدْ اَوْجَبَتْ لَہُ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سورہ حشر کی آخری آیات رات یا دن کے کسی حصہ میں پڑھ لیں اور پھر وہ اسی رات یا دن کے کسی حصہ میں فوت ہوگیا تو اسکے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَءَ (لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ اِلٰی اٰخِرِھَا فَاِنْ مَاتَ مِنْ لَیْلَتِہٖ مَاتَ شَھِیْدًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے (لو انزلنا ھذا القرآن) سے لیکر آخر سورہ تک ان آیات کو پڑھا۔ تو اگر وہ پڑھنے کے بعد اسی رات فوت ہوگیا۔ تو وہ شہادت کی موت فوت ہوا۔

(۴) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

وَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ سَبْعِيْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَمَنْ قَالَهُ حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ كَذٰلِكَ [1]

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور سورہ حشر کی تین آخری آیات پڑھ لیتا ہے تو شام تک اللہ تعالے ستر ہزار فرشتے اس پر مقرر کر دیتا ہے۔ جو اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اسی طرح اگر وہ شام کے وقت انکو پڑھ لیتا ہے تو صبح تک وہ دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

تنبیہ

اگرچہ ان روایات میں کسی قدر ضعف ہے لیکن پھر بھی ان آیات کی برتری اور ایک نمایاں مقام اور شان ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

گیارھواں باب

تسبیح تہلیل اور تکبیر کہنے کی فضیلت

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ جِبَانٍ فِيْ فَوَائِدِ الْأَصْفَهَانِيْ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

[1] قال الترمذی حسن غریب بعض نسخوں میں صرف (غریب) ہے۔ ان روایات میں ایک راوی (خالد بن طہمان) ہے جو پہلے صدوق تھا مگر وفات سے دس سال قبل اسکے حافظہ میں ضعف آگیا تھا۔

وَكَانَتْ تُكْثِرُ الصِّيَامَ وَالصَّلٰوةَ وَالصَّدَقَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَتْ إِلَيْهَا ضَعْفَهَا فَقَالَ سَأُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ عِوَضٌ مِنْ ذٰلِكَ تُسَبِّحِيْنَ اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ فَتِلْكَ مِائَةُ رَقَبَةٍ تَعْتِقِيْنَهَا مُتَقَبَّلَةً وَتَحْمَدِيْنَ اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ فَذٰلِكَ مِائَةُ بَدَنَةٍ مُحَلَّلَةٍ تَهْدِيْنَهَا مُتَقَبَّلَةً وَتُكَبِّرِيْنَ اللّٰهَ مِائَةَ مَرَّةٍ وَهُنَالِكَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكِ وَمَا تَأَخَّرَ۔

ابوعبداللہ محمد بن حبان فوائد اصفہانین میں حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ مائی تھی جو نماز، روزہ اور صدقہ کثرت سے کیا کرتی تھی ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکے پاس آئے تو اس نے اپنی کمزوری کی شکایت کی کہ اللہ کے رسول اب میں کثرت سے نفلی نماز روزہ اور صدقہ تو نہیں کر سکتی لہذا آپ اسکا کوئی اور حل فرمائیں تو آپ نے کہا اچھا اسکے عوض میں تمہیں ایک اور وظیفہ بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ تو سو مرتبہ (سبحان اللہ) پڑھ لیا کر تو اسکا ثواب تم کو سو مقبول آزاد کردہ غلاموں کی مانند ہوگا۔ اور سو مرتبہ الحمدللہ پڑھ لیا کرو تو اسکا ثواب تمکو سو مقبول اونٹ اللہ تعالی کی راہ میں ذبح کرنے کی مانند ہوگا۔ اور سو مرتبہ (اللہ اکبر) پڑھ لیا کر تو اسوقت اللہ تعالے تیرے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے گا۔

کھانا کھانے کے بعد کی دعا

قَالَ أَبُوْدَاوُدَ فِي السُّنَنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ

طعامًا ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ اُغْفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ وَسَهْلُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِیُّ الْمِصْرِیُّ تَابِعِیٌّ مَشْهُوْرٌ بِالصِّدْقِ [۱]

ابوداود نے اپنی سنن میں سہل بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے کھانا کھانے کے بعد یہ حدیث میں ذکر کردہ دعا پڑھی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جس کا یہ ترجمہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے یہ رزق یہ کھانا بغیر میری جدوجہد اور طاقت صرف کرنے کے مجھے کھلایا) اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اور سہل بن معاذ بن انس الجہنی المصری تابعی ہیں اور سچے ہیں۔

حضرت امام احمد اور نسائی نے اسی ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت کو ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

مَرَّبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ کَبُرَتْ سِنِّیْ وَضَعُفْتُ اَوْ کَمَا قَالَتْ فَمُرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ وَاَنَا جَالِسَةٌ فَقَالَ سَبِّحِی اللّٰهَ مِائَةَ تَسْبِیْحَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ مِائَةَ رَقَبَةٍ تَعْتَقِیْنَهَا مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاحْمَدِی اللّٰهَ مِائَةَ تَحْمِیْدَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ تَحْمِلِیْنَ عَلَیْهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکَبِّرِی اللّٰهَ مِائَةَ تَکْبِیْرَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ مِائَةَ

---

[۱] وایضاً رواہ ابن ماجہ ترمذی وقال حدیث حسن غریب۔

بَدَنَةً مُقَلَّدَةً مُتَقَبَّلَةً وَهَلِّلِي اللّٰهَ مِائَةَ تَهْلِيلَةٍ قَالَ اَبُوْخَلَفٍ اَحْسِبُهُ قَالَ "تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا يُرْفَعُ لَكِ اِلَّا اَنْ يَاْتِيَ بِمِثْلِ مَا اَتَيْتِ" [1]

کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو میں نے کہا اللہ کے رسول آپ دیکھتے ہیں کہ میں بے حد ضعیفی کو پہنچ چکی ہوں۔ اور یا ایسی کوئی اور بات کہی تو آپ آپ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ جو میں بیٹھ کر ہی پڑھ لیا کروں۔ تو آپ نے فرمایا کہ سو مرتبہ (سُبْحَانَ اللّٰہ) پڑھ لیا کر تو تم کو اتنا ثواب ملے گا۔ گویا کہ تو نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک سو غلاموں کو آزاد کیا اور اسی طرح سو مرتبہ (الحمد للہ) پڑھ لیا کر تو اسکا ثواب اسقدر ہے کہ ایک سو گھوڑا بمع اپنی زین اور لگام کے ہو اور پھر تو ان تمام پر لوگوں کو بٹھا کر اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لے جائے اور اسی طرح سو مرتبہ (اللہ اکبر) پڑھ لیا کر تو اسکا ثواب ایک سو قلادہ پہنائے گئے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول اونٹوں کی مانند ہو گا۔ اور اسی طرح سو مرتبہ (لا الہ الا اللہ) پڑھ لیا کر۔ تو ابوخلف کہتے ہیں۔ کہ میں گمان کرتا ہوں کہ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ یہ کلمہ زمین و آسمان کے درمیانی خلا کو بھر دیتا ہے اور جس دن تو نے یہ وظیفہ کر لیا تو تیرا کوئی عمل اس پایہ کا نہیں ہوگا جو وہ اللہ کی طرف اٹھایا جا سکے مگر اسی کا عمل کہ جس نے یہ ہی عمل تیری ہی مانند پڑھا۔

فائدہ ان کلمات کی فضیلت صحیحین کی روایات میں بھی کثرت سے ملتی ہے

[1] اسی طرح امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو پورا ذکر کیا ہے ابن ماجہ اور طبرانی کبیر میں ہے لیکن الفاظ میں قدرے تبدیلی ہے

نماز کے بعد پڑھنے کا وظیفہ :-

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ :-

ان فقراء المهاجرين اتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا ذهب اهل الدثور بالدرجات العلى والنعيم المقيم يصلون كما نصلى ويصومون كما نصوم ولهم فضل من اموال يحجون ويعتمرون ويجاهدون ويتصدقون فقال :- الا اعلمكم شيئاً تدركون به من سبقكم وتسبقون من بعدكم ولا يكون احدٌ افضل منكم الا من صنع مثل ما صنعتم : قالوا بلى يا رسول الله قال تسبحون وتحمدون وتكبرون خلف كل صلاة ثلاثا وثلاثين قال ابو صالح الراوى عن ابى هريرة رضى الله عنه لما سئل عن كيفية ذكرهن قال يقول سبحان الله والحمد لله والله اكبر، حتى يكون منهن كلهن ثلاثا وثلاثين [1]

وزاد مسلم فى روايته فرجع فقراء المهاجرين الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا سمع اخواننا اهل الاموال بما فعلنا ففعلوا مثله :- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ذلك فضل الله يوتيه من يشاء"

---

[1] صحیح بخاری

بے شک فقراء مہاجرین کی ایک جماعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول مالدار لوگ تو درجات اور ہمیشہ کی نعمتوں کے اعتبار سے ہم سے آگے نکل گئے ہیں کیونکہ جسطرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جسطرح ہم روزہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی رکھتے ہیں لیکن اُنکی فوقیت ہم پر یہ ہے کہ انکے پاس مال ہے جس کی وجہ سے وہ حج، عمرہ، جہاد اور خیرات کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس مال نہیں کہ ہم بھی یہ اعمال کرسکیں۔ تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسا وظیفہ نہ بتاؤں اگر تم نے اس پر دوام کیا تو ان مالدار لوگوں سے بھی تم آگے نکل جاؤ گے۔ اور تمہارے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکے گا مگر وہی کہ جس نے اس وظیفے کو تمہاری ہی طرح پڑھا۔ تو صحابہ نے کہا ہاں ضرور تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر) ہر فرض نماز کے بعد تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ اس روایت کے راوی ابو صالح جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان کلمات کے پڑھنے کا طریق کار کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ (سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ) یہ تینوں کلمات جدا جدا پڑھنے کے علاوہ ایک ہی مرتبہ تینوں ملا کر تینتیس ۳۳ مرتبہ پڑھ لئے جائیں تو پھر بھی یہ ہر کلمہ تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ ہو جائے گا۔

مسلم کی روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوبارہ پھر وہی فقراء مہاجرین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اللہ کے رسول جب اس وظیفے کا علم ہمارے اُن مالدار بھائیوں کو ہوا تو اب انہوں نے بھی اسکو پڑھنا شروع کر دیا۔ تو پھر اب ہم کو کیا

کرنا چاہیے) تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے تو جس شخص کے بارے وہ چاہے اُسے زیادہ بھی دے دیتا ہے۔

سوتے وقت پڑھنے کا وظیفہ

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ وَلِفَاطِمَةَ رضی اللہ عنہما اذا اويتما الى فراشكما اواذا اخذتما مضاجعكما فكبرا ثلاثا وثلاثين وسبحا ثلاثا وثلاثين واحمدا ثلاثا وثلاثين وفي رواية: التسبيح اربعا وثلاثين وفي رواية التكبير اربعا وثلاثين [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو ایک وظیفہ بتایا فرمایا جب تم دونوں اپنی اپنی چارپائی پر سونے کا ارادہ کرو۔ تو تنتیس ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر تنتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تنتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کرو ایک روایت میں ہے کہ (سبحان اللہ) چونتیس ۳۴ مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ (اللہ اکبر) چونتیس ۳۴ مرتبہ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَاَنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ احب الی مما طلعت علیہ الشمس [2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اسقدر افضل ہے کہ میں اگر اسکو ایک مرتبہ پڑھ لوں تو یہ مجھے پوری دنیا سے بھی زیادہ پسند ہے جس پر کہ سورج طلوع ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] صحیح مسلم

بہت اونچے درجے کا وظیفہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیہ وسلم مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ یَاْتِ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ اَوْزَادَ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر صبح اور شام کرنے کے بعد (سبحان اللہ و بحمدہ) سو مرتبہ پڑھ لیتا ہے۔ تو قیامت کے دن کوئی شخص بھی اس شخص کی افضیت کو نہیں پہنچے گا۔ مگر وہی کہ جس نے ان کلمات کو سو مرتبہ پڑھا اور یا زیادہ

اسی طرح کا ایک اور وظیفہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ فی یوم مائة مرةٍ كانت له عدل عشر رقاب وكتبت له مائة حسنة ومحيت عنه مائة سيئةٍ وكانت له حرزًا من الشيطان يومه ذلك حتی يمسی ولم يأت احدٌ بافضل مما جاء به الا رجل عمل اكثر منه وقَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فی یوم مائة مَرَّةٍ

[1] صحیح مسلم

حطت خطایاہ وان کان مثل زبد البحر[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ کلمہ (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر) ایک دن میں سو مرتبہ پڑھ لیا تو گویا کہ اس نے دس غلام آزاد کئے سو نیکیاں لکھی گئی سو برائیاں مٹ گئیں اور اس دن شام تک وہ شیطان سے بھی محفوظ رہا اور کوئی آدمی اس کے اس عمل کو نہیں پہنچ سکے گا۔ مگر وہی کہ جس نے یہ ہی کلمہ سو مرتبہ پڑھا اور یا زیادہ یہ بھی آپ نے فرمایا (سبحان اللہ وبحمدہٖ) دن میں سو مرتبہ کہہ لینے سے آدمی کے سب گناہ مٹ جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو شخص یہ ہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ دس مرتبہ پڑھ لیتا ہے تو گویا کہ اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار غلام آزاد کئے[2]

مدینہ کی فضیلت

قال ابو الحسن الربعی فی کتاب فضائل الشام عن النبی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ بین الجبلین یقال لھا عکا من دخلھا رغبۃ فیھا غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر ومن خرج منھا رغبۃ عنھا لم یبارک لہ فی خروجہ وبھا عین تسمی عین البقر من شرب منھا ملأ اللہ بطنہ

[1] صحیح بخاری ومسلم [2] صحیح بخاری

نوراً ومن افاض عليه منها كان طاهرا الى يوم القيمه اسناده مجهول

حضرت ابوالحسن الربعی نے اپنی کتاب فضائل الشام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے اور اسکا نام عکا ہے جو شخص اس میں داخل ہو گیا تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور جو اس سے اعراض کرتا ہوا نکل جاتا ہے تو اسکا نکلنا بابرکت نہیں ہوتا اور اس میں ایک چشمہ ہے جسکا نام عین البقر ہے جس نے اس سے ایک دفعہ پی لیا تو اللہ تعالے اسکا پیٹ نور سے بھر دے گا۔ اور جس نے اس کا پانی اپنے جسم پر ڈالا تو وہ قیامت تک کے لئے پاک ہو گیا اس روایت کی سند مجہول ہے۔

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس روایت کو فضائل الشام میں تو پایا ہے لیکن اسکی سند کے راویوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں نے اس روایت کو حدیث کی ان کتابوں میں پایا ہے جو میرے پاس موجود ہیں اور ان میں عکا کے فضائل ہیں سوا اس کے کہ میں نے معجم البلدان میں ایک حدیث پائی ہے جو یاقوت حموی کی ہے اس میں ذکر ہے "طُوبٰی لِمَنْ رَأٰی عَكَّا" خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے عکا کو دیکھا۔

بارھواں باب

جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

قَالَ الْإِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ فِيْ مُسْنَدِهٖ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى نُسُكَهٗ وَسَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ واخرجه ابو يعلٰى فى مسنده الكبير كذلك

حضرت امام احمد بن منیع اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حج کے احکامات پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ اور زبان سے بھی کسی مسلمان کو تکلیف نہ دی تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ابو یعلٰی نے اپنی مسند کبیر میں بھی اس حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

توضیح وتنبیہ: اس مقام پر مسلمان آدمی کو خبردار کیا گیا ہے کہ نماز، روزہ، حج زکٰوۃ اور دیگر اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اس چیز کا بھی خاص کر خیال رکھا جائے کہ تیرے کسی اعضاء سے کسی مسلمان کو کوئی دکھ اور تکلیف نہ پہنچے ورنہ اگر کسی مسلمان کو کوئی ایذا یا کسی مظلوم پر ہاتھ لمبا کر کے تو نے اس پر آوازیں

کہیں اور اسکو پریشان کیا تو پھر ہو سکتا ہے کہ اسکا ایک ہی ٹھنڈا سانس تیرے نامہ اعمال کو تباہ کر کے رکھ دے یاد رکھنا مومن مرد اور مومن عورتوں کو پریشان کرنا یہ کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے اسی وجہ سے اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کثرت سے ہدایات دی ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ [1]

صرف مومن ہی تو آپس میں بھائی بھائی ہیں اور جب کہیں ان کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو تم اُن اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو۔ اور یہ بھی چاہیے کہ تم ہر وقت اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ (تمہیں یہ بھی چاہیے) کہ کوئی قوم کسی قوم کو استہزا نہ کرے ہو سکتا ہے کہ جو قوم کسی کو استہزا کرتی ہے وہی اس سے بہتر ہو اور نہ ہی عورتیں

[1] سورہ حجرات آیت ۱۰ تا ۱۲

عورتوں کو استہزا کریں ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں جن کو استہزا کرتی ہیں وہی ان سے بہتر ہوں اور یہ بھی چاہیے کہ تم خود اپنے ایک دوسرے پر عیب مت لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے لقب دو۔ کیونکہ کسی شخص کا ایمان لانے کے بعد پھر ایسے فسق کام کرنا یہ بہت بُری چیز ہے کہ جسکا نام بھی اچھا نہیں ہے۔ تو اگر اب بھی جن لوگوں نے توبہ نہ کی تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لاتے ہو اور یہ بھی چاہیے کہ تم بُرے گمانوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ بعض گمان واضح طور پر گناہ ہوتا ہے اور یہ بھی چاہیے کہ تم کسی مسلمان کے گناہ کی جاسوسی مت کرو اور نہ ہی کوئی بعض تمہارا کسی بعض مسلمان بھائی کی غیبت کرے کیونکہ کیا تم سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے عینی بھائی کا گوشت کھاتے بلکہ تم تو اس سے گھن جاؤ گے۔ (تو اب یہ بھی چاہیے) کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالٰے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

۲۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ؀

وہ لوگ جو مومن مرد اور مومن عورتوں پہ بغیر اس کے کہ کوئی اُن پہ جُرم ثابت ہو زبانیں کستے ہیں تو وہ لوگ ایک بہت بڑے بہتان اور صریح بہتان کے متحمل ہوتے ہیں۔

سابقہ آیت کے ایک جُز کی توضیح

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ

پہ غور کریں تو اس جملے کے دو ہی معانی ہو سکتے ہیں ایک تو وہ جو پہلے گذر چکا ہے جسکی تفصیل یہ ہے

؀ سورہ الاحزاب آیت ۵۸

کسی شخص کا ایمان لانے کے بعد پھر ایسے بُرے کام کرنا کہ اسکا نام ہی فاسق پڑجائے تو یہ بہت بُرا نام ہے جو اس نے کثرتِ فسق کی وجہ سے حاصل کر لیا ہے۔

۲:- اگر کسی آدمی نے ایمان لانے کے بعد پھر کسی آدمی کو مذاق، عیب اور یا اس کے کسی بُرے کام کو دیکھ کر اس پر فوراً فاسق کا فتویٰ لگا دیا تو یہ اس نے بہت بُرا کیا کیونکہ کسی کو فاسق کہنا یہ کوئی معمولی سا نام نہیں ہے کہ وہ اسے برداشت کر جائے بلکہ یہ تو بہت بُرا نام ہے لہٰذا سوچ کر بات کرے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ ہوا تو پھر یہ ہی پلٹ کر تمہاری طرف آجائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو فاسق یا کافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں ہے تو پھر یہ ہی کلمہ اسکی طرف پلٹ آئے گا۔ اب انشاء اللہ یہاں چند ایسی روایات ذکر ہوں گی کہ جن میں مسلمانوں کو آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے سے بات نہ کرنا اور ہر وقت بغض کینہ اور حسد سے بھرا رہنا بات بات پر ٹوکنا اور ایک دوسرے کو رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا تو یہ بھی کوئی اچھے کام نہیں ہیں کہ جن سے آدمی آخرت میں سرخرو ہو سکے بلکہ یہ بھی تو اسکی رضا اور عطا سے کوسوں دور کر دینے والے کام ہیں۔ اجتناب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

[1] صحیح بخاری

اس بارے میں ایک بہت بڑی جامع حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ التقوی ھھنا۔ التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ ان اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم وفی روایۃ لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تحسسوا ولا تجسسوا وکونوا عباد اللہ اخوانا وفی روایۃ لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وکونوا عباد اللہ اخوانا وفی روایۃ ولا تہاجروا ولا یبیع بعضکم علی بیع بعض[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خاص کر برے گمانوں سے بچو کیونکہ بدگمان بڑی جھوٹی کلام ہے اور تم کسی مسلمان کے اچھے اور برے کام کی بھی ٹوہ مت لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے پر تکبر اور حسد کرو اور نہ ہی تم آپس میں ایک دوسرے کو دشمن اور مبغوض جانو۔ بلکہ تم اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو جس طرح کہ اللہ تعالے نے تمہیں حکم دیا ہے۔ مسلمان نہ تو کسی مسلمان کو ذلیل وحقیر

---

[1] صحیحین

سمجھتا ہے اور نہ وہ اس پر کوئی ظلم کرتا ہے کیونکہ وہ اسکا بھائی ہے۔ پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دو دفعہ کہا کہ تقویٰ اس جگہ ہے۔ تو آدمی کے لئے برا کام اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ہر مسلمان کا مال خون اور اسکی عزت ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے تو اللہ تمہارے جسم صورتیں اور ظاہری اعمال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے ایک روایت میں ہے کہ تم آپس میں حسد بغض نہ کرو۔ اور نہ ہی کسی کے گناہوں کی ٹوہ لگاؤ اور جب کوئی چیز فروخت ہو چکی ہو تو تم اسکی بولی مت بڑھاؤ تم اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو ایک روایت میں ہے کہ تم ایک دوسرے سے جدا مت ہوؤ اور نہ ہی تم ایک دوسرے کو دشمن اور مبغوض سمجھو اور نہ ہی حسد کرو بلکہ تم صرف اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو اور یہ بھی کہ تم ایک دوسرے کو نہ چھوڑو اور نہ ہی تم اپنے بعض بھائی کی بیع پر بیع کرو۔

فائدہ

یہ حدیث مسلمانوں کو متحد کرنے نظم ونسق کو سنوارنے معاشرے کو صحیح کرنے اور سب کو ایک جان بنا دینے میں مسِ کیمیا کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ اس پر عمل ہو۔

بغض وکینہ کے نقصانات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا اِلَّا رَجُلًا کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] صحیح مسلم

سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان ہر دو دنوں میں ہر شخص کو بخش دیا جاتا ہے سوائے تین آدمیوں کے ایک تو وہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ دوسرے وہ دو آدمی کہ جن کے دلوں میں ایک دوسرے کا کینہ بھرا ہوا ہے تو کہا جاتا ہے کہ صلح ہونے تک ان دونوں کا انتظار کرو صلح ہونے تک ان دونوں کا انتظار کرو صلح ہونے تک ان دونوں کا انتظار کرو۔

مسلمان کو مارنے اور گالی دینے کی سزا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُہٗ کُفْرٌ [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا بدترین گناہ ہے۔ اور اسکو مارنا کفر ہے۔

غلام کو تہمت لگانے کی سزا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْکَہٗ بِالزِّنَا یُقَامُ عَلَیْہِ الْحَدُّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ کَمَا قَالَ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس شخص نے اپنے غلام کو تہمت لگائی تو اگر اس نے زنا نہیں کیا تو مالک کو قیامت کے دن حد لگائی جائے گی۔

حسد رکھنے کے نقصانات

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ

---

[1] صحیح بخاری [2] صحیح بخاری و مسلم

الْحَطَبَ اَوْ قَالَ الْعُشْبَ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاص کر تم حسد سے بچو کیونکہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور یا لکڑیوں کی بجائے گھاس کہا۔

کبر کی توضیح

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنَۃً فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے دل میں بقدر ایک ذرہ برابر بھی کبر ہوا۔ تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا۔ اللہ کے رسول اگر کوئی آدمی یہ پسند کرے کہ میرا کپڑا اور جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بھی کبر ہے۔ فرمایا نہیں یہ تو خوبصورتی ہے اللہ بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ کبر تو یہ ہے حق بات کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔

اللہ تعالٰے کی غیرت

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلَانٍ فَقَالَ

---

[1] ابوداؤد [2] صحیح مسلم

اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَأَلّٰی عَلَیَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ إِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَکَ [1]

حضرت جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ فلاں شخص کو اللہ نہیں بخشے گا۔ تو اللہ نے کہا کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ فلاں شخص کو اللہ نہیں بخشے گا اب میں نے اسکو تو بخش دیا اور تیرے اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔

تنبیہ:۔ ذرا غور کرنا کہ آدمی کی زبان کا معاملہ بیحد کمزور اور نازک ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسے کلمات کا ارتکاب بھی کر جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہی کہہ لیا گیا۔ تو آدمی کی پوری زندگی کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اس لئے بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہیے۔

مسلم اور مہاجر کی تعریف

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُہَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَہَی اللّٰہُ عَنْہُ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس چیز سے اللہ نے روکا اسے ترک کر دے۔

کلمۂ ہلاک کہنے کی ممانعت

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ ھَلَکَ النَّاسُ فَھُوَ أَھْلَکُھُمْ [3]

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح بخاری مسلم [3] صحیح مسلم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی یوں کہے کہ فلاں لوگ ہلاک ہو گئے ۔ تو وہ ان سے زیادہ ہے ۔

توضیح :-

علماء نے اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ یہ ممانعت صرف اسی آدمی کے حق میں ہے جو خود اپنے آپ کو دوسروں کی نسبت بڑا سمجھتا ہے اور اس پر اتراتا ہے ۔ کہ دنیا میں صرف میں ہی کامیاب و کامران ہوں ۔ دوسرے سب لوگ مجھ سے ہیچ اور نیچ ہیں اور کوئی ایسا نہیں جو میرے سوا ہلاکت کے گھڑے میں گرا ہوا ہو تو پھر یہ کلمہ کہنا گناہ اور ناجائز ہے ورنہ اگر کوئی مسلمان امر دین کی کمی محسوس کرتا ہوا کہہ دے کہ لوگ کیوں اس نعمت کی قدر نہیں کرتے بلکہ آئے دن دین سے دور ہی ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ تو پھر ایسے رنج و حزن کی بناء پر یہ کلمہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ۔

آپس میں غصہ رکھنے کی حد

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ [1]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے بھائی سے کٹا رہے اور جب راستے میں کہیں انکا ٹکراؤ ہو تو دونوں ایک دوسرے سے اعراض کریں تو اب ان دونوں سے بہتر وہ ہوگا جو پہلے سلام کرے ۔

۲: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّھْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاِنْ

---

[1] صحیح بخاری

مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثُ لَيَالٍ فَلْيَلْقَهُ وَيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے فرمایا کسی مومن کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مومن بھائی سے تین راتوں سے زیادہ کٹا رہے جب تین دن ہوں تو اسے ملے اور سلام کہے اگر اس نے جواب دیا تو پھر اجر میں دونوں شریک ہوئے ورنہ وہ گناہ لے کر واپس ہوگا اور سلام کرنے والا اس بائیکاٹ کے گناہ سے نکل جائے گا۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ کٹا رہے کیونکہ اگر وہ تین دنوں کے بعد بغیر صلح کئے فوت ہوگیا تو وہ آگ میں چلا گیا ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ذکر ہے۔ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ [3]
جس آدمی نے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑا اور اس سے بات تک نہ کی، تو یہ اسکا چھوڑنا اس کے خون بہانے کے مترادف ہے۔

بے گناہ نوکر کو مارنے کی سزا

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي

---

[1] اسکو ابوداود نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرط پر ذکر کیا ہے [2] اسکو ابوداود نے صحیح سند سے ذکر کیا ہے [3] مسلم

اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ یَقُوْلُ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰہَ اَقْدَرُ عَلَیْكَ مِنْكَ عَلٰی هٰذَا الْغُلَامِ فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَہٗ اَبَدًا وَفِیْ رِوَایَةٍ فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ یَدِیْ مِنْ هَیْبَتِہٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْہِ اللّٰہِ فَقَالَ اَمَا اَنَّہٗ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ[1]

حضرت ابو مسعودؓ البدری کا بیان ہے کہ میں ایک دن اپنے غلام کو کوڑے سے پیٹ رہا تھا۔ اچانک میں نے پیچھے سے آواز سنی کہ اے ابا مسعود چونکہ میں غصہ میں تھا اس لئے آواز نہ سمجھ سکا۔ پھر جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ ہی مجھے کہہ رہے ہیں کہ اے ابا مسعود جتنی تم کو اس غلام پر قدرت ہے اللہ اس سے بھی تم پر زیادہ قدرت رکھتا ہے جب سنا تو میں نے اسی وقت کہا کہ اب اس کے بعد میں کبھی غلام کو نہیں ماروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے ڈر کی وجہ سے میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ اسی مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا اللہ کے رسول اب میں نے اسکو اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا تو آپ نے فرمایا اب اگر تو ایسا نہ کرتا تو جہنم کی آگ تمہیں جھلس کر رکھ دیتی اور یا آپ نے یہ کہا کہ وہ تمہیں ضرور پہنچ کر رہتی۔

۲:۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ یَأْتِہٖ اَوْ لَطَمَہٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَہٗ اَنْ یُّعْتِقَہٗ[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح مسلم

نے فرمایا جس آدمی نے اپنے غلام کو کوئی ایسا گناہ سمجھتے ہو جس پر کوئی حد قائم ہوتی تھی حالانکہ اس نے اس گناہ کو نہیں کیا تھا اور یا اس کو تھپٹر مارا تو اسکا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسکو آزاد کرے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں کا قیامت کے دن ایک ایسا گروہ ہوگا کہ انکی نیکیاں پہاڑوں کی مانند ہونگیں چونکہ انہوں نے لوگوں کو مارا پیٹا اور ان پر بے شمار ظلم ڈھائے ہونگے اس لئے انکی نیکیاں ان میں بانٹ دی جائیں گی اور وہ غریب ہو کر رہ جائیں گے

سب لوگوں سے غریب تر لوگ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ [1]

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غریب کون ہے تو ہم نے کہا ہاں یعنی وہ کہ جس کے پاس کوئی درہم یا سامان نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ میری امت میں تو مفلس وہ شمار ہوتا ہے جس کے نماز روزہ اور زکوٰۃ جیسے اعمال ہوں لیکن انکے ساتھ کسی کو اس نے

---

[1] صحیح مسلم

گالی دی کسی پر تہمت لگائی۔ کسی کا مال کھایا۔ کسی کا خون کیا اور کسی کو مارا تو اس کے ایک حقدار کو اسکی کچھ نیکیاں دی جائیں گی پھر دوسرے کو اسی طرح تیسرے کو تو پھر بھی اگر سب نیکیاں تقسیم ہونے کے بعد انکے حقوق باقی رہے تو پھر ان سب کے گناہ اس پر رکھ کر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

آپ کی تعلیمات عالیہ تو ہمیں اس چیز کا بھی درس دیتی ہے کہ انسان تو کجا اگر کسی شخص نے کسی حیوان بھی ظلم کیا تو اس ظلم کی بھی اسکو پوری پوری سزا بھگتنی پڑے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

کسی حیوان پر ظلم کرنے کی سزا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتْ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ: لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک عورت صرف اسی وجہ سے جہنم میں داخل کی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا نہ اسے خود کھلاتی اور نہ ہی چھوڑتی تھی کہ وہ خود چل کر زمین سے کچھ کھالے حتیٰ کہ وہ مر گئی۔

غدر اور دھوکے کی سزا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ[2]

حضرت ابن مسعود، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم ان تینوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ہر غادر

---

[1] صحیح بخاری و مسلم
[2] صحیح بخاری و مسلم

شخص کا دھوکے کا جھنڈا ہو گا۔ اور کہا جائے گا۔ دیکھو یہ فلاں آدمی کا غدر ہے۔

۲:۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرْفَعُ لَہٗ بِقَدْرِ غَدْرِہٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِیْرِ عَامَّۃٍ [1]

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر غادر شخص کا جھنڈا بقدر اس کے غدر کے اس کے چوتڑوں کے پاس اونچا کیا جائے گا۔ (اور یاد رکھنا) کہ ایک عام امیر آدمی کے غدر سے بڑھ کر کوئی غدر نہیں ہے۔

۳:۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا [2]

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاتا ہے اور ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ ہم سے نہیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی صُبْرَۃِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِیْھَا فَنَالَتْ اَصَابِعُہٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْہُ السَّمَاءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَہٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰی یَرَاہُ النَّاسُ مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔

ایک دفعہ گندم کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا آپ نے اپنا ہاتھ ڈالا تو آپ کا ہاتھ گیلا ہو گیا۔ کہا اے اس ڈھیر والے یہ کیا ہے اس نے کہا اے اللہ کے رسول۔ بارش آئی تھی

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح مسلم

جسکی وجہ سے گیلی ہو گئی تو آپ نے فرمایا پھر اسکو اوپر کیوں نہیں کیا تا کہ لوگ دیکھ لیں (دیکھو) جو ہمیں دھوکا دیتا ہے وہ ہم سے نہیں۔

شیطان ایک چیز میں مایوس نہیں ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطَانَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَعْبُدَہُ الْمُصَلُّوْنَ فِیْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَلٰکِنْ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَہُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ شیطان جزیرہ عرب کے لوگوں سے اس چیز میں تو مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اسکی عبادت کریں گے لیکن انکو لڑانے اور جدا جدا کرنے میں مایوس نہیں ہے۔

تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ اکبر کہیں توحید کا علم تھامیں اور کتاب و سنت کو مشعل راہ سمجھتے ہوئے اسی پر متفق اور متحد ہو جائیں کیونکہ اسی میں ہی دین و دنیا کی کامیابی اور کامرانی کے راز پنہاں ہیں۔

غور طلب پہلو

ذرا غور کرنا کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جو لوٹ جائے اور پھر اسکو جوڑنے کی کوئی چیز نہ ہو تو جب ہر ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے کی چیز موجود ہے تو دیکھو انسانوں کو جوڑنے اور متحد کرنے کی بھی کوئی چیز ہونی چاہیے تو آپ اس بارے میں جتنا دماغ پر زور دیں گے اور غور کریں گے تو آخر آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ صرف اور صرف کتاب و سنت ہے جو بچھڑے اور بکھرے ہوئے لوگوں کو ملا سکتی ہے۔

۲:- یا یوں سمجھیں کہ قدرت نے کوئی ایسی مرض پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ ہو تو جب ہر مرض کی دوا ہے جو اسکے جسم کو صحیح کر دے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لوگوں کا آپس میں بٹنا منتشر ہونا اور گروہ بندیوں میں کھو جانا جو ایک زہر قاتل اور تباہ کن مرض ہے اسکی دوا نہ ہو۔

لہ صحیح مسلم

اور پھر یہ صرف پڑھ لینے اور دیکھ لینے سے ہی پتہ نہیں چلا کہ یہ ہی اس مرض کا دوا ہے بلکہ صحابہ کی زندہ مثالیں اور تجربات موجود ہیں کہ جب انہوں نے انہی دو چیزوں کو اپنایا اور انہی پر جمع ہوئے تو انکی اس مرض کا کوئی ایسا جراثیم باقی نہیں رہا جس مرض کے کہ وہ جراثیم آج ہم لوگوں کو ڈس رہے ہیں اور کھا رہے ہیں یاد رکھنا کہ مرض کا ٹھہرنا اور اسکا جگہ پکڑنا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ مرض کو اسکا صحیح دوا نہ ملے ورنہ اگر مرض کو اسکا صحیح دوا مل جائے اور پھر شرط یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرے اور جن چیزوں سے طبیب نے روکا اور منع کیا ہے ان سے رُکا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس مرض سے نہ چھوٹے جس نے کہ اسکو کمزور اور پریشان کر رکھا ہے ۔

نتیجہ :- اب ان حقائق کی روشنی میں یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حق صرف وہی ہے جو آپ کی زبان اطہر پر آیا اور آپ نے اسکو لوگوں کے سامنے رکھا آپ کہا کرتے تھے ۔ میرے صحابہ میں جو بات کرتا ہوں اسکو ذہن نشین اور لکھ لیا کرو کیونکہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کہتا ہوں وہ حق ہوتا ہے حق کے سوا میری زبان سے کچھ نہیں نکلتا تو اب ہم خود ہی فیصلہ کریں کہ حق کے بعد اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ جھوٹ اور گمراہی ہی ہو سکتی ہے اور کیا ہو سکتی ہے ۔

جیسا کہ ارشادِ باری ہے ۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ [1]

پس وہ ہی تمہارا اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے اور یاد رکھنا کہ حق کے بعد ضلالت کے سوا کچھ نہیں ۔ تو اب حقائق کے ہوتے ہوئے پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو ۔

---

[1] سورۃ یونس آیت ۳۲

وَیَسْتَنْبِئُوْنَکَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ[1]
اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے تو آپ کہہ دیں ہاں مجھے میرے رب کی قسم ہے وہ ضرور حق ہے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا[2] اور آپ کہہ دیں کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا کیونکہ باطل تو بھاگا ہی کرتا ہے

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ[3]

بلکہ جب ہم حق کو باطل پر ڈال لیتے ہیں تو اچانک وہ بھاگتا ہے تو آخر وہ حق اسکا سر کچل کے رکھ دیتا ہے اور تمہیں ہلاکت ہو کہ تم کتنا غلط بیان کرتے ہو۔

اب تم پڑھ چکے ہو کہ اس سے پہلے جو اکثر روایات ذکر ہوئی ہیں انکا خلاصہ اور پس منظر یہ ہی تھا کہ مسلمانوں کو آپس میں متحد اور مل جل کر رہنا چاہیے کیونکہ اس میں بھلائی اور خیر ہے ورنہ جس شخص نے اپنے دل کو کسی مسلمان کے متعلق بغض کینہ اور حسد جیسی بیماریوں سے بھر رکھا تو پھر جان لے کہ وہ اپنی بہت سی نیکیوں سے محروم رہ جائے گا تو اب یہ چیز صحیح اور مسلمہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کو اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ عداوت اور بغض نہیں رکھنا چاہیے۔

تنبیہ مگر وہ لوگ جو کتاب وسنت کے حقائق پانے اور اس کو سمجھنے کے باوجود پھر کسی اور نئی چیز کے پیچھے چل پڑیں اور ان حقائق کو ترک کر دیں تو پھر ایسے لوگوں سے کٹنا اور "الحب للہ والبغض للہ" کے تحت انکے ساتھ عداوت اور بغض رکھنا بھی عین دین ہے جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ وہ نبی جس سے سلسلۂ نبوت شروع ہوا ہے۔ اسکا طریقہ اور اسوہ

---

[1] سورہ یونس آیت ۵۳ [2] سورہ الاسراء آیت ۸۱ [3] سورہ الانبیاء آیت ۱۸

جو ہم پر بھی لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے وہ کیا تھا تو یقیناً وہی تھا جو میں نے ذکر کر دیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ[1]

جو عمدہ اور اعلیٰ نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کا تھا تمہارا بھی وہی ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ ہم تم سے بھی جدا اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان سے بھی جدا ہیں ہم نے تمہارا انکار بھی کیا اور پھر ہمارے اور تمہارے درمیان بغض و عداوت بھی ہمیشہ تک ٹھہر گئی جب تک کہ تم ایک ہی اللہ کو نہ مانو باقی وہ جو انہوں نے اپنے باپ کو کہا تھا کہ میں تمہارے لئے ضرور بخشش کی دعا کرونگا۔ تو یہ صرف ایک وعدہ کی بناء پر تھا لہذا یہ انکی بات تمہارے لئے نمونہ نہیں اور پھر انہوں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اب میں تم کو اللہ تعالےٰ سے بچانے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب ہم نے تم پر ہی بھروسہ کیا ہے اور تیری طرف ہی جھکے ہوئے ہیں اور لوٹ کر بھی تیری طرف ہی جانا ہے۔

---

[1] سورہ الممتحنہ آیت ۴

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْدَہ فِیْ اَمَالِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خَطْوَةً غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ) قال ابو عبد اللہ وھو غریب وقال للامام احمد وابن معین وابو داود رواتہ ثقات۔

ابو عبداللہ بن مندہ نے اپنی کتاب امالی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نابینے آدمی کو چالیس قدم تک لے جاتا ہے تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ابو عبداللہ نے کہا کہ وہ ایک راوی جو عبدالباقی بن قانع غریب ہے) لیکن امام احمد ابن معین اور ابوداود نے کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

توضیح:۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے نابینے اور معذور آدمی کی مدد کرنا یہ کوئی معمولی اور کمزور عمل نہیں ہے اور نہ صرف اسی روایت میں اسکی فضیلت ذکر ہوتی ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن میں ایسے معذور اور کمزور آدمیوں کی مدد کرنا ایمان کا ایک جز قرار دیا ہے بلکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کمزور لوگوں کی مدد کرنے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ لوگوں کی مدد کرتا ہے اور انکے رزق میں بھی فراوانی کر دیتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ضعیفوں کی مدد کرنے کا صلہ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ [1]

حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ سعدؓ نے بنسبت دوسرے لوگوں کے اپنی برتری کچھ زیادہ خیال کی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایسا مت کرنا) کیونکہ تم مدد اور رزق انہیں کمزوروں کی وجہ سے دیئے جاتے ہو۔

۲:۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عُوَیْمِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِبْغُوْنِیْ فِی الضُّعَفَاءِ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ [2]

حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ کمزور لوگوں کے معاملہ میں تم میری مدد کرو کیونکہ تم مدد اور رزق انہیں کی وجہ سے دیئے جاتے ہو۔

۳:۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ اَحَدُهُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ [3]

---

[1] امام بخاری نے اسے مرسل بیان کیا ہے لیکن حافظ ابوبکر البرقانی نے اپنی صحیح میں اسکو متصل السند بیان کیا ہے [2] ابوداؤد نے اسے عمدہ سند کیساتھ ذکر کیا ہے [3] امام ترمذی نے صحیح سند کیساتھ جیسکہ مسلم کی سند ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ایک تو حدیث سننے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتا دوسرا کام کرتا ایک دن ایسا ہوا کہ جو کام کرتا تھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کی شکایت کی کہ میں پورا دن کام کرتا ہوں اور یہ آپکے پاس بیٹھا رہتا ہے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ تو رزق اسی کی وجہ سے دیا جاتا ہو۔

فائدہ:- چنانچہ اسی وجہ سے آپ کا بھی معمول تھا کہ کوئی عمل آپ کو بے حد پسند ہوتا لیکن آپ اسکو صرف امت کی رعایت کرتے ہوئے چھوڑ دیتے کہ کہیں یہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔

نماز میں ضعیفوں کا خیال رکھنا

آپ غور کریں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پوری امت کا اعلیٰ خیال رکھتے ہیں تو ان میں جو بوڑھے کمزور اور معزور قسم کے لوگ ہیں اُن کا کسقدر خیال ہوگا۔ اسی وجہ سے جب آپ کوئی امام مقرر کرتے تو اسکو خاص طور پر یہ ہدایات کرتے کہ دیکھو اگر تم اکیلے نماز پڑھو تو جتنا جی چاہے قرأت لمبی کر لو مگر جب آپ کے پیچھے لوگ ہوں تو پھر قرأت لمبی نہ کرنا کیونکہ آپ کے پیچھے بوڑھے کمزور اور بیمار لوگ بھی ہونگے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّ اَحَدُکُمُ النَّاسَ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الصَّغِیْرَ وَالْکَبِیْرَ وَالضَّعِیْفَ وَالْمَرِیْضَ فَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیُصَلِّ کَیْفَ شَآءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ اسکے پیچھے چھوٹے بڑے کمزور اور بیمار آدمی بھی ہوتے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو پھر جتنی چاہے لمبی کرے

لہ صحیح بخاری مسلم

۲۔ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَاَیُّکُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِہِ الْکَبِیْرَ وَالضَّعِیْفَ وَذَا الْحَاجَۃِ[1]

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہ میں صرف فلاں آدمی کی وجہ سے صبح کی نماز میں حاضر نہیں ہوتا کیونکہ وہ قرأت لمبی کرتا ہے جب آپؐ نے سنا تو اس دن اتنے غصے میں آئے کہ وعظ کرتے وقت اتنا کبھی پہلے غصے میں نہیں آئے تھے پھر آپ نے کہا لوگو تم سے بعض ایسے ہیں جو لوگوں کو بھگاتے ہیں (دیکھو) جب تم سے کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ تمہارے پیچھے بڑے، کمزور، اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

۳:۔ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اُمَّ قَوْمَکَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَجِدُ فِیْ نَفْسِیْ شَیْئًا قَالَ اُدْنُہْ فَجَلَسَنِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ثُمَّ وَضَعَ کَفَّہٗ فِیْ صَدْرِیْ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَھَا فِیْ ظَھْرِیْ بَیْنَ کَتِفَیَّ ثُمَّ قَالَ اُمَّ قَوْمَکَ فَمَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الْکَبِیْرَ وَاِنَّ فِیْھِمُ الْمَرِیْضَ وَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ وَاِنَّ فِیْھِمْ ذَا الْحَاجَۃِ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ وَحْدَہٗ فَلْیُصَلِّ کَیْفَ شَاءَ[2]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ [2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ

حضرت عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے مجھے کہا کہ تو اپنی قوم کی امامت کر میں نے کہا اللہ کے رسول میں تو اس قابل نہیں ہوں کیونکہ میں اپنے دل میں کوئی چیز پاتا ہوں تو آپ نے کہا اچھا آپ میرے قریب ہوں تو آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور میرے سینے کے درمیان ہاتھ رکھا پھر کہا کہ اب پیٹھ کر تو پھر آپ نے میری پیٹھ کے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا اور کہا اب تو اپنی قوم کی امامت کر اور (دیکھ) کہ جب کوئی کسی قوم کی امامت کرے تو نماز ہلکی کرے کیونکہ ان میں بوڑھے مریض ضعیف اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں

فائدہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کہا کہ میں اپنے دل میں ایک چیز پاتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان کے دل میں اکثر وسوسے آتے تھے جس وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا کہ میں امام بنوں اس معنی کی تائید میں خود مسلم نے انہوں سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے امامت کے لئے کہا تو میں نے عرض کی اللہ کے رسول میں جب قرآن پڑھتا ہوں تو پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہوں تو آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے جسکا نام خنزب ہے تو جب آپ کے دل میں کوئی وسوسہ یا کوئی اور خیال آئے تو (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) پڑھ کر تین بار اپنی بائیں جانب دل پر تھوک لیا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے اسی طرح کیا تو پھر میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا۔

بچوں کی آواز سن کر نماز ہلکی کرنا:- آپ صلے اللہ علیہ وسلم چھوٹوں کا بھی اسقدر خیال رکھتے تھے کہ جب انکی رونے کی آواز سنتے تو نماز کو ہلکا کر دیتے تھے تاکہ بچے کی ماں کو بھی تکلیف نہ ہو کیونکہ یہ فطرتی چیز ہے کہ جب بچہ روتا ہے تو ماں بھی بیقرار ہو جاتی ہے

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ مَعَ اُمِّہٖ وَھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ فَیَقْرَءُ بِالسُّوْرَۃِ الْخَفِیْفَۃِ اَوْ بِالسُّوْرَۃِ الْقَصِیْرَۃِ [1]

کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بچے کا روتا سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو آپ سورۃ کو چھوٹا کر دیتے۔

۲:- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوۃِ اُرِیْدُ اِطَالَتَہَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاُخَفِّفُ مِنْ شِدَّۃِ وَجْدِ اُمِّہٖ بِہٖ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسکو لمبا کروں لیکن جب بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز کو اس لئے ہلکا کر دیتا ہوں کہ کہیں بچے کی ماں اس کے رونے کو زیادہ محسوس نہ کرے۔

نماز میں چھوٹے بچے کا اٹھانا:- بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اللہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچے کو نماز میں اٹھا لیا کرتے تھے تاکہ یہ روئے اور پریشان نہ ہو تو یہ بھی آپ کا بچوں پر از کمالِ شفقت اور پیار کرنے کا ایک واضح ثبوت ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ [2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ

كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ فَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا [1]

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے امامہ بنت زینب اپنی نواسی جو عاص بن ربیع کی بیٹی تھی اٹھایا ہوا تھا۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو اسکو اٹھا لیتے اور جب سجدہ کرتے تو پھر زمین پر بٹھا دیتے۔

۲:- عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ وَهِيَ بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَاتِقِهِ فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا [2]

حضرت ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوتے تو (کیا دیکھا) کہ حضرت امامہ جو ابو العاص کی بیٹی اور آپ کی نواسی تھی وہ آپ کے کاندھے پر تھی جب آپ رکوع کرتے تو اسکو زمین پر بٹھا دیتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو پھر اسکو کاندھے پر اٹھا لیتے۔

آپ کا وصال سے روکنا:- آپ کا جو اپنی امت کو وصال سے منع کرنا تھا یہ بھی آپ کا از کمال شفقت اور رحمت کی بنا پر تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

---

[1] صحیح مسلم [2] ص ۲۰۵

الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنَّمَا هُوَ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِي[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے از روئے شفقت اپنی امت کو وصال کرنے سے منع کر دیا تو صحابہ کرام نے پوچھا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں کیونکہ میرا رب مجھے کھلا اور پلا دیتا ہے

فائدہ:- حدیث میں جو ذکر ہوا ہے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں اسکا مفہوم یہ ہے کہ میری امت کو جو طاقت کھانے اور پینے کے ساتھ میسر ہوتی ہے تو وہ مجھے کھانے پینے کے بغیر بھی مل جاتی ہے۔ اسی لئے نبی ہر امت کے فرد سے شہ زور اور طاقتور ہوتا ہے اور اس میں کبھی ایسی کمزوری نہیں آتی جو اوروں میں آجاتی ہے۔

مسلمان کی تکلیف دور کرنے کا اجر:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ فَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسکو کسی ظالم کے سپرد کرتا ہے جو آدمی اپنے کسی بھائی کے کام کرنے میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام کرنے میں ہوتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ اسکی قیامت کی تکلیفوں

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] صحیح بخاری مسلم : وصال: یہ ہوتا ہے کہ بغیر افطاری سحری کھانے کے ہی دوسرا اور تیسرا روزہ رکھ لینا تو یہ صرف آپکے لئے خاص تھا۔ آپ کی امت کو اجازت نہیں تھی۔

سے کوئی تکلیف دور کر دے گا اور جس کسی نے مسلمان کی پردہ داری کی تو اللہ تعالیٰ اسکی قیامت کے دن پردہ داری فرمائے گا۔

بیمار پرسی کرنے کا ثواب

عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ [1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو آپؐ کے غلام تھے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص نے بیمار کی تیمارداری کی تو واپسی تک وہ جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔

۲:۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَا مِنْ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ [2]

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس آدمی نے صبح کے وقت بیمار کی عیادت کی تو شام تک ستر ہزار فرشتے اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جس نے شام کے وقت عیادت کی صبح تک وہی ستر ہزار فرشتے اسکے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور پھر دیکھو کہ اس کے لئے باغ میں چنا ہوا پھل بھی ہوتا ہے۔

یہودی لڑکے کی بیمار پرسی کرنا:۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ يَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ [3] حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی غلام تھا جو آپؐ کی خدمت کیا کرتا تھا (ایک دن ایسا ہوا) وہ بیمار ہوگیا تو آپؐ اسکی بیمار پرسی کے لئے آتے اور اسی کے سر کے قریب بیٹھ گئے اور کہا اے لڑکے تو مسلمان ہو جا تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے بھی کہا تو ابوالقاسم کی پیروی کر لے تو وہ سنتے ہی مسلمان ہوگیا تو پھر آپؐ یہ کہتے ہوئے نکلے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس بچہ کو آگ سے بچا لیا۔

---

[1] صحیح مسلم [2] ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے [3] صحیح بخاری

فائدہ ذرا غور کرنا کہ جب اس لڑکے کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا اور وہ اس جہنم سے بال بال بچ گیا وہ جہنم جو اسکو مجلس دینے کے لئے تیار کھڑی تھی تو اس نعمت کا شکر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کیا حالانکہ یہ شکر تو اس کو یا اس کے باپ کو کرنا چاہیے تھا تو واضح ہوا کہ جس قدر نبی اپنی امت پر مشفق ہوتا ہے۔ اسقدر والدین بھی اپنی اولاد پر نہیں ہوتے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [1]

یقین جانو کہ تمہارے پاس تم سے ہی ایک ایسا رسول آگیا کہ جس چیز سے تم تکلیف پاؤ وہ اس پر بے حد بھاری ہو جاتی ہے اور وہ مومنوں پر مشفق مہربان اور اُنکی ہر بھلائی کی بہت حرص رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب تک کوئی آدمی نبی کو اپنی جان اپنی اولاد اپنے والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہیں سمجھتا تو اسوقت تک وہ کبھی بھی کامل ایماندار نہیں ہو سکتا۔

کھانا کھلانے اور عیادت کرنے کی اہمیت: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ

---

[1] سورہ توبہ آیت: ۱۲۸

فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا اِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ۔[1]

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ کہ اے آدم کے بیٹے میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی تو وہ کہے گا اے اللہ میں تیری کس طرح عیادت کرتا کیونکہ تو تو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تو اللہ فرمائے گا۔ کیا تو جانتا نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تو نے اس کی بیمار پرسی نہیں کی اور کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسکی بیمار پرسی کرتا تو تو مجھ کو اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تم سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کو نہیں کھلایا تو وہ کہے گا۔ اے اللہ میں تم کو کس طرح کھلاتا کیونکہ تو تو خود ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو اللہ فرمائے گا کیا تو جانتا نہیں کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اس نے تم سے کھانا مانگا لیکن تو نے اس کو نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو ضرور اسکا میرے پاس اجر پاتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تم سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا تو بندہ کہے گا۔ اے اللہ یہ کس طرح کیونکہ تو تو خود ہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ تو

---

[1] صحیح مسلم

اللہ فرمائے گا۔ کیا تو جانتا نہیں کہ میرا فلاں بندہ پیاسا تھا اس نے تم سے پانی مانگا لیکن تو نے اسکو نہیں پلایا اور اگر تو اس کو پلاتا تو ضرور اسکا میرے پاس اجر پاتا۔

گمنام اور ناتواں کی فضیلت

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا بھی ہوتا ہے جو خستہ حال اور دروازوں سے دھکیلا گیا ہوتا ہے (لیکن اس کے تقرب کا یہ عالم ہوتا ہے) کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم اٹھالے تو اللہ اسکی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

۲:- عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٍ مَا رَاْیُكَ فِیْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ یُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ یُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاْیُكَ فِیْ هٰذَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَلَّا یُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَا یُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَا یُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ

[1] صحیح مسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا [1]

حضرت ابوالعباس سہل بن سعد کا بیان ہے کہ ایک آدمی اللہ کے رسول کے پاس سے گزرا تو جو آدمی آپؐ کے پاس بیٹھا تھا اس سے آپ نے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے تو اس نے کہا یہ تو سردار لوگوں سے ہے اور حقیقت ہے کہ اگر یہ منگنی کا پیغام بھیجے تو شادی کر دیا جائے ۔ اور اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے ۔ اس کے بعد ایک اور آدمی گزرا پھر اس سے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ۔ تو اس نے کہا یہ مسلمانوں میں سے ایک غریب آدمی ہے اور حقیقت ہے کہ اگر یہ منگنی کا پیغام بھیجے تو نکاح نہ کیا جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو وہ بھی نہ قبول کیا جائے اور اگر کسی سے بات کرے تو کوئی بات نہ کرے تو آپ نے فرمایا اگر پہلے آدمی کی مانند زمین بھری ہوئی لوگوں کی بھی ہو ۔ تو پھر بھی ان سب سے یہ فقیر مسلمان بہتر ہے ۔

فائدہ :- معلوم ہوتا ہے کہ پہلا شخص گزرنے والا متکبر تھا تب آپ نے کہا کہ اگر ایسے لوگوں کی زمین بھر کر بھی ہو تب بھی یہ سب ملکر ایک صوم وصلوٰۃ کے پابند مسلمان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے ۔

مومن جسدِ واحد کی طرح ہیں :-

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] ۔ صحیح بخاری

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ [1]

حضرت ابو موسیٰ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن سے منسلک ہو کر اس طرح مضبوط ہوتا ہے جس طرح دیوار کی ایک اینٹ اپنی دوسری اینٹ سے ملکر مضبوط ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر دکھایا۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمّٰى [2]

حضرت نعمان بن بشیر رضؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ رحم و کرم اور مشفق ہونے میں ایک جسم کی مانند ہے جب اسکا کوئی ایک عضو درد کرتا ہے تو اسکا سارا جسم بیقرار ہو جاتا ہے نیند نہیں آتی اور بخار بھی ہو جاتا ہے۔

ہتھیار پکڑ کر چلنے کا طریق کار:

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا وَ مَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ أَوْ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ أَنْ يُصِيْبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ [3]

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح مسلم [3] صحیح مسلم و بخاری

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس مسجد یا بازار سے گزرتے وقت تیر ہو تو اس کو احتیاط سے پکڑے اور اسکی پیکان پر ہاتھ رکھ لے تاکہ کسی مسلمان کو نہ چھیل دے

(۲) عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً مَرَّ بِاَسْہُمٍ فِی الْمَسْجِدِ قَدْ اَبْدٰی نُصُوْلَہَا فَاُمِرَ اَنْ یَّاْخُذَ بِنُصُوْلِہَا کَیْلَا تَخْدِشَ مُسْلِمًا [۱]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی اپنے تیر کی پیکان کھولے ہوئے مسجد سے گزرا تو اسکو کہا گیا تو اپنے تیر کی پیکان تھام لے تاکہ کسی مسلمان کو نہ چھیل دے۔

فائدہ:- تیر یا کسی اور ہتھیار کی نوک تھامے ہوئے بازار سے گزرنے کا بھی جو آپ نے حکم دیا ہے۔ وہ بھی صرف اسلیئے ہے تاکہ اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔

راستہ سے تکلیف دہ چیز دور کرنا:- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَۃٍ عَلٰی ظَھْرِ طَرِیْقٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَاُنَحِّیَنَّ ھٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ لَا یُؤْذِیْھِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ [۲]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی درخت کی ایسی ٹہنی سے گزرا جو راستہ کے درمیان پڑی ہوئی مسافروں کو تکلیف دیتی تھی تو اس نے کہا اللہ کی قسم میں اسکو ضرور دور کر دونگا تاکہ یہ آنے جانے والے مسافروں کو تکلیف نہ دے (تو ایسا ہوا) کہ اللہ نے اسکو اسی عمل کی برکت سے جنت میں داخل کر دیا۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب البر والصلہ، [۲] صحیح مسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَجُلًا یَتَقَلَّبُ فِی الْجَنَّۃِ فِیْ شَجَرَۃٍ قَطَعَھَا مِنْ ظَھْرِ الطَّرِیْقِ کَانَتْ تُؤْذِی النَّاسَ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک آدمی کو جنت میں مزے لیتے ہوئے دیکھا جسکا صرف عمل یہ تھا کہ ایک درخت کی ٹہنی جو راستہ میں مسافروں کو تکلیف دیتی تھی اسکو کاٹ کر دور کر دیا تھا۔

۲:۔ عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَنْتَفِعُ بِہٖ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰی عَنْ طَرِیْقِ الْمُسْلِمِیْنَ [2]

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جس سے میں نفع حاصل کروں تو آپ نے فرمایا وہ چیز جو کہ مسلمانوں کو راستہ میں تکلیف دے دور کر دے۔

جنت میں پرندہ دل لوگوں کا جانا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُھُمْ مِثْلُ اَفْئِدَۃِ الطَّیْرِ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ لوگ داخل ہونگے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہونگے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح مسلم [3] صحیح مسلم

توضیح:۔ اس حدیث میں جو ذکر ہوا ہے کہ پرندوں جیسے دل رکھنے والے لوگ جنت میں جائیں گے۔ اس سے دو مفہوم لئے جا سکتے ہیں ایک یہ کہ۔

انکے دل پرندوں کے دلوں کی مانند اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوں جیساکہ وہ خالی پیٹ صبح کے وقت نکل جاتے ہیں، اور پیٹ بھرے ہوئے شام کو واپس پلٹتے ہیں اور کوئی چیز کل کے لئے جمع کر کے نہیں رکھتے دوسرا یہ

۲:۔ کہ انکے دل بھی پرندوں کے دلوں کی مانند اس طرح نرم ہوں کہ جب وہ کسی مسلمان کی تکلیف کو دیکھ لیں تو وہ بھی اس کی تکلیف کو دیکھ کر پگھل جائیں اور اپنا کوئی انہیں کام ہی نہ سوجھے تو یاد رکھنا کہ نرمی اللہ کی صفت ہے تو جو اس کو اپناتا ہے لازماً اسکی طرف بہت سی بھلائیاں سمٹی ہوئی چلی آتی ہیں۔ جیساکہ حدیث میں ہے۔

نرمی کی فضیلت:۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ [۱]

آپ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا" اللہ تعالےٰ نرم ہے اور وہ نرمی کو پسند کرتا ہے اور جو وہ نرمی پر دیتا ہے۔ وہ سختی یا کسی اور دوسری چیز پر نہیں دیتا۔

۲:۔ عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ [۲]

---

[۱] صحیح مسلم [۲] صحیح مسلم

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں
کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جو نرمی سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔

۲:۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ [1]

آپ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں ہوگی وہ اسکو مزین کردے گی۔ اور اگر نہ ہوگی۔ تو وہ ناپسندیدہ ہو جائے گی۔

---

[1] صحیح مسلم

چودھواں باب

کسی مسلمان کا کام کرنے کی فضیلت

قَالَ اَبُوْ اَحْمَدَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُفَسِّرِ اَلنَّاصِحُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَعٰی لِاَخِیْہِ الْمُسْلِمِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ اَوْ لَمْ تُقْضَ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَکُتِبَ لَہٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ

ابواحمد عبداللہ بن محمد بن المفسر الناصح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں کوشش کرتا ہے (تو ضروری نہیں ہوا) اسکا کام ہو یا نہ ہو تو اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ دو چیزوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ایک آگ سے اور دوسرا نفاق سے۔

توضیح: حدیث کے (قُضِیَتْ اَوْ لَمْ تُقْضَ) کے الفاظ قابل غور ہیں کہ اسکا کام ہو یا نہ ہو تو اسکو اس کوشش وہمت کا ثواب مل جائے گا۔ کیونکہ آدمی کو جس چیز کا مکلف اور پابند کیا گیا ہے۔ وہ کوشش اور محنت ہے نتیجہ کا نہیں نتیجہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے پھر کیا خیال ہے کہ وہ ذات جسکے ہاتھ میں آپ کی محنت اور مخلصانہ کوشش کا نتیجہ ہے کیا وہ آپ کو اسکا کم صلہ دے گا اور یہ آپ کی کوشش ضائع ہو جائے گی۔ حاشا وکلا یہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو آپ کو اس کوشش کا اس قدر صلہ دیگا کہ جہاں تک آپ کی عقل وفہم کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ خالق تو اسقدر جواد ہے کہ وہ اپنے ان انعامات کو ان لوگوں سے بھی نہیں روکتا کہ جنہوں نے ان انعامات کی کبھی دعا تک نہ کی ہو اور نہ ہی یہ انعامات ان کے کبھی حاشیہ دل کے قریب آئے ہوں جسطرح کہ وہ آزر جو جدِ انبیاء کا باپ تھا۔ اس نے کب دعائیں کیں اور

وہ آبدیدہ ہوا تھا۔ کہ میرے گھر ایسا لڑکا ہو جسکی پشت سے انبیاء کا سلسلہ جاری ہو مگر آپ دیکھیں وہ مریم صدیقہ اس نے کب دعائیں کیں کہ میں ایسے بچے کو جنم دوں جو نبی اور صاحب کتاب ہو بلکہ وہ تو دیکھتے ہی فکرمند اور بیتاب ہو گئیں کہ ہائے یہ کیا ہوا میں لڑکا جنوں گی اور اب میری زندگی کے بقیہ دن دنیا میں کس طرح بیتیں گے کاش کہ میں اس سے قبل ہی مر جاتی اور دنیا میں میری کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا [1]

اے نبی آپ کتاب میں مریم صدیقہ کا قصہ یاد کریں جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے جدا ہو کر مشرقی جانب ایک مکان میں گوشہ نشیں ہو گئی تھی۔ اور اس نے انکے درمیان ایک پردہ بھی کر لیا تھا پس یونہی ہم نے اسکی طرف اپنا ایک فرشتہ بشر کی صورت میں بھیجا تو وہ اچانک اسکو دیکھ کر گھبرا گئی۔ اور کہا کہ اگر تو نیک ہے تب بھی میں تم سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں۔ تو فرشتے نے کہا کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ایک رسول ہوں اور تیرے لئے ایک پاکیزہ لڑکے کی خبر لایا ہوں تو حضرت صدیقہؓ نے کہا (تو کیسی ناممکن بات کرتا ہے) مجھے لڑکا کس طرح ہوگا کیونکہ میں کنواری ہوں اور نہ یہ کہ میں اللہ کی نافرمان ہوں تو فرشتے نے کہا کہ تیرے رب

---

[1] سورہ مریم آیت ۱۶ تا ۲۳

نے تو مجھے اسی طرح کہا ہے کہ مجھے اس حالت میں بھی کسی کو لڑکا دینا کوئی مشکل نہیں ہے (اور دوسرا) یہ کہ تاکہ ہم اسکو لوگوں کے لئے نشانی بھی بنائیں تو یہ فقط ہماری رحمت ہے (اسمیں سبب کا کوئی دخل نہیں) اور اب اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ تو یونہی وہ لڑکے سے حاملہ ہوئی تو ایک کنارے کی طرف چلی وہاں پہنچی تو ایک کھجور کے تنے کے قریب دردِ زہ شروع ہو گیا تو کہنے لگی ہائے افسوس کہ اس سے قبل ہی میں مرجاتی اور بھولی بھلائی ہوتی (کہ کسی بشر کو میرا علم تک نہ ہوتا۔

خلاصہ

ان آیات کا خلاصہ اور مرکزی عنوان واضح ہے کہ وہ مختار کل ہے اسباب کا محتاج نہیں جب چاہے وہ اسباب بھی توڑ سکتا ہے اور یہ اسکا چننا اور اجتبا ہوتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو دُرِ یتیم اور راہ چلتے ہوئے مسافروں کو پکڑ کر ہی نبوت جیسے مقامات عالیہ پر فائز کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ [1]

اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے اور اپنی ہدایت بھی دیتا ہے جو اسکی طرف لپکتا ہے۔

توضیح

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی کی نوازش اور اسکی عطا دو طرح کی ذکر ہوئی ہے ایک یہ کہ وہ کسی کو کوئی مقام بغیر اسکی کوشش اور جدوجہد کے ہی دے دیتا ہے اور اسکو اتنا اونچا لے جاتا ہے کہ جہاں کسی ستارے کی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی کیونکہ فطرتی اور پیدائشی طور پہ ہی اسکو ایسی صلاحتیں میسر ہوتی ہیں۔ اور نیکی کی طرف اسکا اسطرح میلان اور رجحان ہوتا ہے کہ بس وہ اسے دیکھتے ہی وجد میں آجاتا ہے۔ جسطرح کہ کوئی پیاسا آدمی پانی کو دیکھتے ہی بیتاب اور بیقرار ہوجاتا ہے اور پھر اسکی طرف بھاگتا ہے۔

---

[1] سورہ شوریٰ آیت: ۱۳

اسکے برعکس بعض لوگ فطرتی اور پیدائشی طور پر ہی کچھ ٹیڑھے اور سخت ہوتے ہیں جب انکے سامنے کوئی نیکی یا اچھائی پیش کی جائے تو ذہن قبول نہیں کرتا۔ تو ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالے نے مایوس نہیں کیا کہ وہ راہ راست پر نہیں آسکتے بلکہ فرمایا اگر وہ لوگ بھی کوشش اور ہمت کریں اور اسکی طلب اور تڑپ رکھتے ہوئے آگے بڑھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بھی ہماری ہدایت اور خوشنودی کی نعمت پر سرفرازنہ ہوں۔

یاد رکھنا کہ اگر آدمی صاف اور دینی ذھن رکھتا ہوا کسی کار خیر میں کوشش اور جدوجہد کرتا ہے پھر اگر وہ اصل چیز اور اسکے صحیح نتیجہ کو نہ پہنچ سکا۔ تو بھی ایک اجر سے محروم نہیں رہے گا۔ جیساکہ حدیث میں ہے۔

سوچ کر فیصلہ کرنے کا اجر

عَنْ اَبِیْ قَیْسٍ مَوْلیٰ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَہَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَہَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ [1]

حضرت ابوقیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مولی تھا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔ جب حاکم غور وفکر اور سوچ کر فیصلہ کرے تو اگر صحیح ہوا تو اس کو دو اجر ہیں ورنہ ایک ہے۔

اور قاضی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فیصلہ کرتے وقت غصے کی حالت میں نہ ہو کیونکہ اگر غصے کی حالت میں ہوا تو ہو سکتا ہے۔ اس حالت میں اسکا غور وتدبر اور فہم صحیح نہ رہے جیساکہ حدیث میں ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیہ

غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنے کی ممانعت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَتَبَ اَبِیْ وَکَتَبْتُ لَہٗ عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنُ اَبِیْ بَکْرَۃَ وَھُوَ قَاضِیْ سِجِسْتَانَ اَنْ لَّا تَحْکُمْ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَاَنْتَ غَضْبَانُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحْکُمْ اَحَدٌ بَیْنَ اثْنَیْنِ وَھُوَ غَضْبَانُ[1]

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے لکھوایا اور میں نے لکھا حضرت عبید اللہ بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کو کیونکہ وہ سجستان کا قاضی تھا کہ تو نے دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا کیونکہ اس بارے میں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا فرماتے تھے کہ کوئی آدمی غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

تو اب مسئلہ واضح ہے کہ جو آدمی کارِ خیر میں جدوجہد اور کوشش کرتا ہے تو اسکی کوشش اور ہمت کا ضرور صلہ ملتا ہے بلکہ اللہ تو آدمی پر اسقدر مہربان اور مشفق ہے کہ اگر کسی شخص کی صاف ستھری اور اچھی نیت ہوئی تو وہ ایسی نیت پر ہی بہت بڑے اجر مرتب کر دیتا ہے جسطرح کہ حدیث میں ہے۔

نیت کے صحیح ہونے کا اجر

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ حَبَسَھُمُ الْمَرَضُ[2]

حضرت ابو عبد اللہ الانصاریؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے کہا کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیہ

[2] صحیح بخاری ومسلم

کہ اگر تم کسی غزوہ یا وادی کو عبور کرو تو وہ بھی اس اجر میں تمہارے ساتھ ہیں دفقط انکے رکنے اور پیچھے رہنے کی وجہ یہ ہے) کہ انکو مرض نے روک رکھا ہے۔

۲:- عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ [1]

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، اپنے باپ دادا سے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی تمنا کی تو وہ اسکو شہداء کا مرتبہ دے دیتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی کیوں نہ فوت ہوا ہو۔

:- عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالَى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً [2]

حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ رکھا ہے اور پھر اسکو یوں بیان کیا کہ جس آدمی نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن اسکو کیا نہیں تو اسکی بھی اللہ تعالیٰ ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے ارادہ کرنے کے ساتھ اسکو کر بھی لیا تو پھر دس سے لے کر

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیحین

چودہ سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گناہ زیادہ لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے گناہ کا ارادہ کیا لیکن اس کو نہیں کیا تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے گناہ کا ارادہ کیا اور کر بھی لیا تو پھر گناہ ایک ہی لکھتا ہے ۔

فائدہ :۔ جب آدمی کا ارادہ اچھا اور نیک ہو تو پھر بہت تھوڑا سا عمل بھی اس کے درجات عالیہ کا سبب بن کر اسکو قلیل وقت میں ہی جنت کا وارث بنا دیتا ہے ۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ۔

کم وقت میں جنت کا پالینا

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ فَقَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لوہے کا خود پہنے ہوئے حاضر ہوا اور کہا اللہ کے رسول میں پہلے لڑائی کروں یا مسلمان ہوں تو آپ نے فرمایا پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی کر تو وہ یونہی مسلمان ہو گیا۔ پھر لڑائی کی تو شہید ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا اس نے عمل تو بہت تھوڑا کیا لیکن اجر بہت لے گیا ۔

توضیح :۔ پچھلی روایت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی گزر چکی ہے جس میں ذکر ہے کہ جو آدمی برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اسکو ترک کر دے تو اسکی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اب اس مقام پر اسکی تین اقسام ہونگی

۱: جس آدمی نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسکو اللہ سے ڈر کر ترک کر دیا تو اسکی وہ نیکی لکھی جائے گی جس طرح کہ سابقہ حدیث میں ہے

---

[1] صحیحین

۲۔ جس آدمی نے برائی کا ارادہ کیا مگر بعد میں بھول گیا تو اب اسکا نہ گناہ لکھا جائے گا اور نہ نیکی کیونکہ نہ اس نے وہ گناہ کیا ہے اور نہ ہی اسکی وہ گناہ کرنے کی نیت رہی ہے۔

۳۔ وہ آدمی جس نے برائی کا ارادہ کیا مگر اسکو کسی کمزوری کی بنا پر نہ کرسکا تو یہ آدمی بھی بمنزلہ اسی آدمی کے ہوگا جس نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اسکو کر گزرا جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّقَفِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ [1]

ابوبکرۃ نفیع بن الحارث الثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کے ارادے پر اتر آئیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول قاتل تو جانا چاہیے لیکن مقتول کا کیا قصور ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگرچہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے کوشش تو کی تھی۔

غور طلب پہلو :- ذرا غور کرنا کہ یہ تو ارادے کے برا ہونے کے ساتھ ساتھ کام بھی برا تھا جس وجہ سے وہ اللہ کے غضب میں آگیا ورنہ اگر کسی کا کام تو بہت اچھا ہو لیکن ارادہ غلط ہو۔ تو بھی اس پر اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى

---

[1] صحیح بخاری مسلم

مَّكَانُهٗ فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ اَعْلٰى فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی اللہ کے رسول ایک آدمی اس لئے لڑتا ہے تاکہ مال غنیمت حاصل ہو۔ دوسرا اس لئے کہ اسکا نام ذکر کیا جائے تیسرا اس لئے کہ اسکا مقام دیکھا جائے۔ تو اب ان تینوں سے اللہ کے راستہ میں کون ہے تو آپ نے فرمایا وہ جو صرف اسلئے لڑا تاکہ اللہ کا دین بلند ہو۔

فکر مند کر دینے والی حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الناس یقضی یوم القیامۃ علیہ رجل استشھد فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال قاتلت فیک حتی استشھدت قال کذبت ولکنک قاتلت لان یقال جریٌ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار ورجل تعلم العلم وعلمہ وقرء القرآن فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا، قال فما عملت فیھا قال تعلمت العلم وعلمتہ قرأت فیک القرآن قال کذبت ولکنک تعلمت لیقال عالم وقرأت القرآن لیقال قاریٌ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی فی النار، ورجل وسع اللہ علیہ واعطاہ من اصناف المال فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیھا الا انفقت فیھا لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال ھو جوادٌ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ ثم القی فی النار [2]

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قیامت کے دن سب لوگوں سے پہلے جس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ جب وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کیا جائیگا تو اسکو بتانے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنی ایک ایک نعمت کا ذکر کرے گا وہ بھی یونہی ان سب کا اعتراف کرے گا تو اللہ تعالےٰ پوچھے گا اب تو نے ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا تو وہ کہے گا اے اللہ میں تیرے دین کی خاطر لڑا حتیٰ کہ میں قتل کر دیا گیا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا کیونکہ تو تو اسلئے لڑا تا کہ تم کو بہادر کہا جائے اب تم کو کہہ دیا گیا ہے۔ پھر حکم ہوگا اب اسکو چہرے کے بل کھینچ کر لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے علم سیکھا اور سکھایا پھر قرآن بھی پڑھا تو اسکو بھی بتانے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنی ایک ایک نعمت کا ذکر کرے گا۔ تو وہ یونہی ان سب کو یاد کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ پوچھے گا اب تو نے ان نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کیا تو وہ کہے گا اے اللہ میں نے سیکھا اور سکھایا اور پھر قرآن بھی پڑھا تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا کیونکہ تو نے تو اسلئے علم سیکھا اور سکھایا تا کہ تم کو عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تا کہ تم کو قاری کہا جائے اب تم کو کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا اسکو بھی چہرے کے بل کھینچ کر لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو۔ پھر تیسرا شخص آئے گا جس کو اللہ تعالےٰ نے کثرت سے مال دیا اور ہر قسم کا دیا تو اسکو بھی بتانے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنی ایک ایک نعمت کا ذکر کرے گا۔ تو وہ بھی یونہی ان سب کو یاد کرے گا تو اللہ تعالےٰ پوچھے گا۔ اب تو نے میری ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا ہے تو وہ کہے گا اے اللہ میں نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جہاں تو پسند کرتا تھا کہ خرچ کیا جائے اور میں نے وہاں خرچ نہ کیا ہو۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا کیونکہ تو نے تو اسلئے خرچ کیا تھا تا کہ تم کو سخی کہا جائے۔ اب تم کو کہہ دیا گیا ہے۔ پھر حکم ہوگا اب اس کو بھی چہرے کے بل کھینچ کر لے جاؤ اور جہنم میں پھینک دو۔

جنت کی خوشبو سے محرومی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے وہ علم پڑھا جو صرف اللہ کی رضا کے لئے پڑھا جاتا ہے مگر اس نے اسلئے پڑھا تاکہ دنیا کا مال ہاتھ آجائے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

بغیر ارادے کے غیر شرعی کلمے کا حکم

یاد رکھنا بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی جنون میں آکر بغیر قصد اور ارادے کے ایسا کلمہ کہہ دے جو خلاف شرع ہو۔ تو وہ قابل گرفت نہیں بلکہ قابل معافی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَیِسَ مِنْهَا فَاَتٰی شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا قَدْ اَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَیْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضرور اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی توبہ پر بے حد خوش ہوتا ہے جو وقت

---

[1] اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے [2] صحیح مسلم کتاب التوبۃ

کہ وہ توبہ کرتا ہے اس آدمی سے بھی بڑھ کر کہ جو مع اپنے کھانے پینے کی اشیاء کے اونٹنی پر سوار ہو کر جنگل سے گذر رہا ہو تو اچانک اسکی اونٹنی بھاگ گئی جس پر کہ اسکا کھانا اور پینا تھا۔ تو آخر وہ آدمی ایک درخت کے پاس آگیا اور اپنی اونٹنی سے مایوس ہو کر اس درخت کے سایہ کے نیچے سو گیا جب اٹھا تو اچانک وہی اونٹنی اسکے پاس کھڑی تھی۔ تو اسوقت اس سے یہ خطا ہوئی کہ اسکی نکیل تھام کر اس قدر خوشی کے عالم میں وجد طاری ہوا کہ بغیر ارادے کے یہ کہہ دیا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔

فائدہ:- یاد رکھنا بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی قصدًا اور جان بوجھ کر کوئی ایسا کلمہ کہہ لیتا ہے جس پر عمل کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ کسی حق چیز کے واضح کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ تو یہ بھی قابلِ گرفت نہیں بلکہ قابلِ تحسین ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ هٰذِهٖ لِصَاحِبَتِهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ اَنْتِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰی دَاؤدَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَضٰی بِهٖ لِلْکُبْرٰی فَخَرَجَتَا عَلٰی سُلَیْمَانَ ابْنِ دَاؤدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ اَشُقُّهٗ بَیْنَکُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰی بِهٖ لِلصُّغْرٰی[1]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں جن دونوں کے دو لڑکے تھے، کہیں وہ دونوں باہر گئیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیہ

توان دونوں سے بڑی عورت کا لڑکا بھیڑیا لے گیا تو بڑی نے چھوٹی کا اٹھالیا آخر جب ان دونوں کا فیصلہ حضرت داود علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے بڑی کے حق میں فیصلہ دیا اس کے بعد جب ان دونوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو اسکو بھی خبر دی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا میرے پاس چھری لاؤ تاکہ میں اس بچے کو درمیان سے کاٹ کر تم دونوں میں تقسیم کر دوں (تو چھوٹی چلا اٹھی) اور کہا اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کرنا یہ لڑکا اسی کا ہے میرا نہیں تو پھر حضرت سلیمانؑ نے چھوٹی کو دیدیا۔

توضیح :- اس حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قاضی کے لیئے تین طرح کے قواعد وضوابط ذکر ہوئے ہیں جنکو اگر قاضی فیصلہ کرنے کے وقت اپنائے تو ان میں کوئی حرج نہیں بلکہ قابل تحسین ہیں۔

۱:- حق کو ظاہر کرنے کے لئے قاضی کو کوئی ایسی بات کہنا جسکے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔) جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے پاس چھری لاؤ تاکہ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر دوں حالانکہ یہ کرنے کا ارادہ نہ تھا۔

۲:- جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ حق اسی کا ہے جو اپنے حق سے انکار کر رہا ہے تو بھی قاضی کو اسی کے حق میں فیصلہ دینا چاہیئے۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام پر جب ظاہر ہوا کہ لڑکا چھوٹی کا ہے تو اب وہ خود ہی انکار کر رہی ہے کہ لڑکا میرا نہیں بلکہ بڑی کا ہے تو پھر حضرت سلیمانؑ اسی چھوٹی کو ہی لڑکا دے رہا ہے۔

۳:- جب کسی معلوم ہو جائے کہ پہلا فیصلہ صحیح نہیں بلکہ حق کے خلاف ہے تو اس کو مسترد کر دینا چاہیئے خواہ وہ پہلا فیصلہ اسکی مانند یا اس سے کسی بڑے کا کیا ہوا ہی کیوں نہ ہو) جس طرح کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ میرے باپ کا فیصلہ صحیح نہیں ہے تو فوراً اس پر نظر ثانی کی اور اسکی تصحیح کر دی۔

پندرھواں باب

آپس میں مصافحہ کرنے کی فضیلت

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ بْنِ سُفْيَانَ وَاَبُو يَعْلَى الْمُوْصَلِي فِي مُسْنَدِيهِمَا جَمِيْعًا عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَحَابَّيْنِ فِي اللهِ وَفِي رِوَايَةٍ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ وَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا لَهُ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يُغْفَرَ لَهُمَا ذُنُوْبُهُمَا مَا تَقَدَّمَ مِنْهَا وَمَا تَاَخَّرَ[1]

ابوالحسن بن سفیان اور ابویعلی موصلی ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمی جو صرف اللہ تعالے کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ دو مسلمان جو ایک دوسرے سے ملتے وقت سلام لیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں جب وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی انکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

---

[1] اس روایت کو ابن حبان امام احمد بزار ابو یعلی موصلی سب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے لیکن لفظوں میں کچھ قدرے فرق ہے امام احمد نے جس سند سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اسمیں (میمون بن عجلان) کے سوا انکے سب راوی ثقہ ہیں (ابن حبان نے تو انکو بھی ثقہ کہا ہے امام ہیثمی کہتے ہیں کہ اسکو کسی نے ضعیف نہیں کہا۔

توضیح:- تو اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات صحیحہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے اور مل جل کر رہنے والے مسلمانوں کی بے حد فضیلت ذکر ہوتی ہے۔

۱:- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَہٗ فِیْ قَرْیَۃٍ اُخْرٰی فَاَرْصَدَ اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِہٖ مَلَکًا فَلَمَّا اَتٰی عَلَیْہِ قَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ ؟ قَالَ اُرِیْدُ اَخًا لِیْ فِیْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ قَالَ ھَلْ لَکَ عَلَیْہِ مِنْ نِّعْمَۃٍ تَرُبُّھَا قَالَ لَا اِنِّیْ اَحْبَبْتُہٗ فِی اللہِ قَالَ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللہَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے کسی بھائی کی ملاقات کرنے کے لئے دوسری بستی میں گیا۔ تو اسکے راستہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بٹھا دیا جب وہ چلتا چلتا فرشتے کے پاس آیا تو فرشتے نے پوچھا آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے تو اس نے کہا میرا اس بستی میں ایک بھائی رہتا ہے۔ اسکی ملاقات کیلئے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا آپ پر کوئی اسکا احسان ہے جسکی تو وفا کرنا چاہتا ہے کہا نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے محبت رکھتا ہوں تو اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تاکہ تم کو بتاؤں کہ جسطرح تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے محبت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے۔

۲:- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا اَوْ زَارَ اَخًا لَّہٗ فِی اللہِ نَادَاہُ مُنَادٍ بِاَنْ

---

[1] صحیح مسلم

طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے بیمار کی عیادت کی یا وہ جس کو اللہ کی خاطر بھائی بنا رکھا ہے اسکی زیارت کی تو ایک آواز کرنے والا آواز کرتا ہے اے زیارت کرنے والے تو بھی اور تیرا چلنا بھی خوشگوار ہو اور تو نے تو اپنا گھر جنت میں بنا لیا ہے۔

خلیل دیکھ کر بنانا چاہیے:۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے چنانچہ جو دوست بنائے اسکو دیکھ کر بنائے کہ کہیں (یہ فاسق و فاجر تو نہیں)

جس سے محبت ہو گی اسی کے ساتھ ہو گا

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ [3]

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے ایک

---

[1] امام ترمذی نے اسکو حسن کہا ہے بعض نسخوں میں غریب کے الفاظ ہیں

[2] ابوداود اور ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

[3] صحیح بخاری و مسلم۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک آدمی کسی قوم کے ساتھ محبت رکھتا ہے لیکن ابھی تک وہ اسکو ملا نہیں تو آپ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے ۔

۵: عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَعْرَابِیًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ حُبَّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ [۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب ہے تو آپ نے فرمایا تونے اسکی تیاری کیا کی ہے اس نے کہا اللہ اور اسکے رسول سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا۔ جس سے وہ محبت رکھتا ہے ۔

صحیحین میں یہ بھی الفاظ ہیں (مَا اَعْدَدْتُ لَھَا مِنْ کَثِیْرِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلَا صَدَقَۃٍ وَلٰکِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ) اس اعرابی نے کہا اللہ کے رسول میرا کوئی کثرت سے نماز، روزہ اور صدقہ تو نہیں لیکن اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔

نبی کا کسی کو دعا کیلئے کہنا:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْعُمْرَۃِ فَاَذِنَ لِیْ وَقَالَ لَا تَنْسَنَا یَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ فَقَالَ کَلِمَۃً مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِھَا الدُّنْیَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اَشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِکَ [۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے عمرہ کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی اور یہ بھی کہا کہ اے

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم [۲] اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے ۔

میرے بھائی مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کلمہ سے میں اتنا خوش ہوا کہ اگر اسکے عوض میرے لئے پوری دنیا ہوتی تو مجھ کو اتنی خوشی نہ ہوتی ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی مجھ کو اپنی دعا میں شریک کرنا۔

ایمان کی حلاوت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ، وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تین ایسی چیزیں ہیں کہ جس میں وہ ہونگی اس نے ایمان کا ذائقہ پا لیا پہلی یہ کہ اسکا اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ پیار ہو دوسری یہ کہ جب وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کی خاطر ہو تیسری یہ کہ ایمان لانے کے بعد اسکا کفر کی طرف لوٹنا اسقدر دشوار ہو جس طرح کہ اسکو آگ میں کودجانا دشوار ہے۔

جن لوگوں پر اللہ کا سایہ ہوگا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ

---

[1] صحیح بخاری و مسلم

تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ فَاَخْفَاھَا حَتّٰی لَا تَعْلَمُ شِمَالُہٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُہٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ[1]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمیوں کو خود اللہ تعالےٰ اپنے خاص سایہ میں جگہ دیگا جس دن کہ اسکے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا وا ایک، وہ حاکم جو انصاف کرتا ہے، (دوسرا) وہ آدمی جو جوان ہوا اور اسکی جوانی اللہ تعالےٰ کی عبادت میں ختم ہوئی (تیسرا) وہ آدمی جسکا دل اللہ تعالےٰ کی مسجدوں سے وابستہ ہو رہتا تھا، وہ شخص کہ جو دو آدمیوں کی محبت صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر ہو اور وہ اسی پر ہی جمع اور جدا ہوں (پانچواں) وہ آدمی جس کو خوبصورت اور صاحب نسب عورت برائی کی طرف دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں (چھٹا) وہ آدمی کہ جو صدقہ کرے اور وہ اسقدر خفیہ ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم تک نہ ہو (ساتواں) وہ آدمی جو جدا ہو کر اللہ تعالےٰ کو یاد کرے اور اسکی دونوں آنکھوں سے آنسو نکل آئیں ۔

ایک غور طلب پہلو:

ذرا غور کرنا کہ جس آدمی کے والدین کا سایہ اُسکے سر پر ہو تو اس آدمی کا اس دنیا میں خوش نصیب اور باسعادت لوگوں میں شمار ہوتا ہے اور یہ بھی کہ اس کو دنیا میں کسی قسم کا فکر اور ذہنی الجھاؤ بھی نہیں ہوتا کہ جو اسکے آرام و سکون کو مجروح کر سکے تو وہ آدمی کس قدر خوش قسمت اور باسعادت ہے کہ جس پر قیامت کے دن خود اللہ تعالےٰ کا سایہ ہوگا ۔جبکہ اسکے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ ہی نہیں ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ[2]

---

[1] صحیح بخاری ومسلم [2] صحیح مسلم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن خود اللہ تعالےٰ اعلان کرے گا کہ آج وہ کہاں ہیں جو دنیا میں صرف میری رضا اور خوشنودی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے۔ آج میں انکو خاص اپنے سایہ میں جگہ دونگا جب کہ آج اس میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ ہی نہیں۔

انبیاء اور شہداء کا رشک کرنا

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ فرمائے گا وہ لوگ جو صرف میری عظمت وجلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج وہ میرے ہاں اسقدر معزز ہیں کہ انکے لئے نور کے منبر ہیں اور یہ ایسا مقام ہے کہ اسکا نبی اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

جنت میں پہنچانے والا عمل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں نہیں جا سکتے اور جب تک تم ایک دوسرے

---

[1] امام ترمذی نے اسکو ذکر کیا اور کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے [2] صحیح مسلم

سے محبت نہیں کروگے ایمان دار نہیں ہوسکتے تو کیا میں تم کو ایک ایسا عمل نہ بتادوں اگر تم نے اسکو کرلیا تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤگے اور وہ یہ کہ تم ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو۔

فائدہ:- اب اس حدیث کا مضمون واضح ہے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ میں جنت میں جلد پہنچوں تو اسکے پاس دو چیزوں کا ہونا از حد ضروری ہے ایک یہ کہ صاحبِ ایمان ہو دوسرا یہ کہ لوگوں سے مل جل کر رہے اور کثرت سے سلام کہے۔

جس سے محبت ہو اسے مطلع کرنا:-

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّ ھٰذَا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلَمْتَہٗ قَالَ لَا قَالَ اَعْلِمْہُ فَلَقِیَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّکَ فِی اللّٰہِ فَقَالَ اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو بیٹھنے والے نے کہا اللہ کے رسول میں اس جانے والے آدمی سے محبت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اسکو خبر بھی دی ہے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا جا اسکو خبر دے تو میں اسکو اسی وقت ملا اور کہا کہ میں صرف اللہ کے لئے تم سے محبت رکھتا ہوں تو وہ بولا اچھا جس اللہ کی خاطر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ بھی اسی خاطر تم سے محبت رکھتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ کَرِیْمَۃَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اَنَّہٗ یُحِبُّہٗ [2]

---

[1] ابوداؤد۔ کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے [2] رواہ الترمذی اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے

حضرت ابی کریمہ المقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی آدمی کسی اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہو تو اسکو بتا دینا چاہیے کہ وہ آپ سے محبت رکھتا ہے۔

رسول اللہ کی وصیت

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثُمَّ اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ [1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے معاذ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو نہ چھوڑنا (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کر۔

ابو ادریس خولانی کا ایک واقعہ:۔

عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَاِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَاِذَا النَّاسُ مَعَهٗ فَاِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَسْنَدُوْهُ اِلَيْهِ وَصَدَرُوْا عَنْ رَأْيِهٖ فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَقِيْلَ هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ بِالتَّهْجِيْرِ وَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّيْ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ لِلّٰهِ فَقَالَ اَللّٰهِ؟ فَقُلْتُ اَللّٰهِ فَقَالَ اَللّٰهِ فَقُلْتُ

---

[1] ابو داؤد حدیث صحیح ہے

اَللّٰهِ فَاَخَذَ بِحُبْوَةِ رِدَائِی فَجَبَذَنِی إِلَیْهِ فَقَالَ اَبْشِرْ فَإِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ، قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ ، وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ [1]

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک جوان جسکے دانت بجلی کی طرح چمک دار تھے بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جب انکا کسی مسئلہ میں اختلاف پڑ جاتا ہے تو سب مل کر اسکی طرف رجوع کرتے ہیں اور پھر اسی کی رائے پر اتفاق کرتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے پھر جب دوسرا دن ہوا تو میں صبح سویرے ہی مسجد میں پہنچ گیا تو کیا دیکھا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے آئے ہوئے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں تو میں نے انتظار کی حتی کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں انکو انکے چہرے کی طرف سے ملا اور سلام کہا اور یہ بھی کہا کہ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں تم سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھتا ہوں تو انہوں نے کہا کیا اللہ کے لئے میں نے کہا ہاں اللہ کے لئے پھر کہا کیا اللہ کے لئے میں نے کہا ہاں اللہ کے لئے تو پھر اس نے میری چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ خوش ہو جاؤ کیونکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو گئی جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ۔

اللہ کیوجہ سے ہر چیز کا محبت کرنا : جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی آدمی سے محبت کرتا ہے تو پھر اس سے ہر چیز

---

[1] اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے ۔

محبت کرنے لگ جاتی ہے حتیٰ کہ علوی مخلوق جو ایک نورانی مخلوق ہے وہاں تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اور اسکی قدر و منزلت اور قبولیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ آسمان کے ہر افق پر اسکی محبت اور عظمت مشہور کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰی جِبْرِیْلَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَیُحِبُّهُ جِبْرِیْلُ فَیُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالٰے کسی آدمی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالٰے جبریل کو کہتا ہے کہ دیکھو میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل بھی اس سے محبت کرتا ہے پھر جبریل علیہ السلام فرشتوں میں اعلان کرتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالٰے فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے تم بھی سب اس سے محبت کرو۔ تو سب فرشتے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر اسکا یہ ہی مقام زمین والوں کے دلوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ مزید صحیح مسلم شریف میں ہے۔

اللہ کی وجہ سے ہر چیز کا مبغوض جاننا :-

وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ فَیُبْغِضُهُ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِی الْاَرْضِ

اور جب اللہ تعالٰے کسی بندے کو مبغوض جانتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو مبغوض جانتا ہوں تو بھی اسکو مبغوض جان تو جبریل بھی اسکو مبغوض جانتا ہے پھر جبریل فرشتوں میں اعلان کرتا ہے کہ فلاں آدمی کو اللہ مبغوض جانتا ہے تم بھی سب اسکو مبغوض جانو تو پھر سب فرشتے بھی اسکو مبغوض جانتے ہیں اور پھر اسکا یہی بغض زمین والوں کے دلوں میں رکھ دیا جاتا ہے

[1] صحیح مسلم، بخاری

سولہواں باب

اسلام میں عمر کے لمبا ہونے کی فضیلت

۱:۔ فقال ابوالقاسم البغوی فی معجم الصحابة عن عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بلغ المرء المسلم اربعین سنة صرف اللہ عنہ ثلاثة انواع من البلاء الجنون والجذام والبرص فاذا بلغ خمسین سنة خفف اللہ عنہ ذنوبہ فاذا بلغ ستین سنة رزقہ اللہ الانابة الیہ فاذا بلغ سبعین سنة احبتہ الملٰئکة وفی روایة " اھل السماء فاذا بلغ ثمانین سنة اثبت حسناتہ ومحیت سیاتہ فاذا بلغ تسعین سنة غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر وسمی اسیر اللہ فی ارضہ وشفع لاھل بیتہ ، وفی روایة غیر البغوی (شفعہ اللہ فی اھل بیتہ یوم القیمة لہ

حضرت ابوالقاسم البغوی ؒ نے معجم الصحابہ میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب مسلمان آدمی چالیس ۴۰ برس کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو جنون کوڑھ اور برص ہ ان تین بڑی بیماریوں سے بچا لیتا ہے اور جب پچاس ۵۰ برس کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو ہلکا کر دیتا ہے ۔ اور جب ساٹھ ۶۰ برس کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنی طرف رجوع اور مائل

لہ اس حدیث کو طبرانی بزار نے بھی عبداللہ بن ابی بکر صدیق سے مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔ برص ایک بیماری ہے جس سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور تکلیف دہ خارش ہوتی ہے ۔ جذام ، یہ ایسی مرض ہے جس سے ہاتھ پاؤں [illegible]

ہونے کی توفیق بخش دیتا ہے اور جب ستر برس کو پہنچ جاتا ہے تو اس سے فرشتے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ آسمان والے اور جب اسی ۸۰ برس کو پہنچ جاتا ہے تو اسکی نیکیاں باقی رہتی ہیں اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور جب نوے ۹۰ برس کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے اگلے اور پچھلے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اسکو اللہ تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا قیدی نام رکھ کر زمین میں چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر اسکی سفارش اس کے گھر والوں کے بارے بھی قبول کر لی جاتی ہے۔ بغوی کی روایت کے علاوہ یہ ہے کہ اللہ قیامت کے دن اسکی سفارش اسکے گھر والوں کے بارے میں قبول کرے گا۔

دوسری حدیث:۔ عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ جل ذکرہ: اذا بلغ عبدی اربعین سنۃ عافیتہ من البلایا الثلاث: من الجنون۔ والجذام والبرص فاذا بلغ خمسین سنۃ حاسبتہ حسابًا یسیرًا فاذا بلغ ستین سنۃ حببت الیہ الانابۃ۔ فاذا بلغ سبعین سنۃ احبتہ الملئکۃ فاذا بلغ ثمانین سنۃ کتبت حسناتہ والقیت سیاتہ فاذا بلغ تسعین سنۃ قالت الملئکۃ اسیر اللہ فی ارضہ وغفر لہ ماتقدم من ذنبہ وما تاخر وشفع فی اھل بیتہ [1]

---

[1] اس روایت کو ابو یعلیٰ نے بھی ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں (وکتب فی السماء اسیر اللہ فی ارضہ) لیکن اس میں ایک راوی عزرۃ بن قیس الازدی ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت کو حکیم ترمذی نے (نوادر الاصول) میں بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت نبی علیہ السلام سے دوسری سندوں سے بھی آتی ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ چالیس برس
کو پہنچ جاتا ہے تو میں اسکو جنون، جذام، اور برص ان تینوں بیماریوں
سے بچا لیتا ہوں۔ اور جب پچاس برس کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کا آسانی
سے حساب لیتا ہوں اور جب ساٹھ برس کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اسکو
اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق دیتا ہوں اور جب ستر برس کو پہنچ جاتا ہے
تو اس سے فرشتے محبت کرتے ہیں اور جب اسی برس کو پہنچ جاتا ہے تو اسکی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں چھوڑ دی جاتی ہیں
اور جب نوے برس کو پہنچ جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تو اب اللہ تعالے کی زمین
میں اسکا آزاد کیا ہوا قیدی ہے تو اسوقت اس کے اگلے اور پچھلے گناہ
بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے گھر والوں کے بارے میں اسکی سفارش
بھی قبول کر لی جاتی ہے۔

تیسری حدیث :-

قال الترمذی الحکیم فی نوادر الاصول عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا بلغ اربعین
سنۃ وھو العمر امنہ اللہ من الخصال الثلاث من الجنون
والجذام والبرص فاذا بلغ خمسین سنۃ وھو الدھر خفف
اللہ عنہ الحساب فاذا بلغ ستین سنۃ وھو فی ادبار
من قوتہ رزقہ اللہ الانابۃ فیما یحبہ فاذا بلغ
سبعین سنۃ وھو الحقب[1] احبہ اھل السماء۔ فاذا
بلغ ثمانین سنۃ وھو الخرف اثبتت حسناتہ ومحیت
سیاتہ فاذا بلغ تسعین سنۃ وھو الفند غفر اللہ لہ ما
تقدم من ذنبہ وما تاخر وشفع فی اھل بیتہ وسمی اسیر اللہ

---

[1] الحقب اس کی جمع احقاب ہے جس کا معنی ہے وقت کی نہ (الخرف) کا معنی ہے عقل کا
چلے جانا۔ (الفند) اسکا معنی ہے گم ہونا۔ یعنی اعضاء کا کام کرنے سے عاجز آ جانا۔

اهل السماء اسیر الله فاذا بلغ مائة سنة سمی حبیب الله
فی الارض وحق علی الله ان لا یعذب حبیبه -

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو یہ وہ عمر ہے کہ اسوقت اللہ تعالے اسکو جنون، کوڑھ اور برص کی بیماریوں سے محفوظ کر لیتا ہے اور جب پچاس برس کو پہنچ جاتا ہے تو یہ وہ وقت ہے کہ اسوقت اللہ تعالے اس سے حساب لینا ہلکا کر دیتا ہے اور جب ساٹھ برس کو پہنچ جاتا ہے تو یہ وقت اسکی طاقت کے چلے جانے کا ہے تو اسوقت اللہ تعالے اسکو اپنی طرف گڑگڑانے اور مائل ہونے کی توفیق دیتا ہے جسکو وہ پسند کرتا ہے اور جب ستر برس کو پہنچ جاتا ہے - تو یہ بھی عمر کی انتہا ہے تو اسوقت اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب اسّی برس کو پہنچ جاتا ہے تو یہ وہ عمر ہے کہ جب اسکی عقل صحیح کام نہیں کرتی ہے تو اسوقت اسکی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اسکی برائیاں چھوڑ دی جاتی ہے اور جب نوّے برس کو پہنچ جاتی ہے تو یہ وہ وقت ہے کہ جب اسکی طاقت گم ہو جاتی ہے تو اسوقت اللہ تعالے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور اسکی سفارش بھی اسکے گھر والوں کے بارے میں قبول کر لیتا ہے اور آسمان کے فرشتے اسکا نام اللہ تعالے کا آزاد کیا ہوا قیدی رکھ دیتے ہیں - اور جب سو برس کا ہو جاتا ہے تو اسکا نام اس زمین میں اللہ تعالیٰ کا حبیب رکھ دیا جاتا ہے - اور پھر اللہ تعالے پر ضروری ہے کہ وہ اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا -

چوتھی حدیث :- قال الحاکم فی تاریخ نیسابور عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یثغر الغلام لتسع سنین ویحتلم فی اربع عشرۃ سنۃ ویتم طولہ لاحدٰی وعشرین سنۃ ویجتمع لہٗ عقلہ لثمانٍ وعشرین سنۃ ثم لایزداد بعد ذلک عقلاً الا بالتجارب فاذا بلغ اربعین سنۃ عافاہ اللہ من انواع ابلاءٍ من الجنون والجذام والبرص فاذا بلغ خمسین سنۃ رزقہ اللہ الانابۃ الیہ فاذا بلغ ستین سنۃ حببہ اللہ الی اھل سمائہ واھل ارضہ فاذا بلغ سبعین سنۃ اثبت حسناتہٗ ومحیت سیاتہ فاذا بلغ ثمانین سنۃ استحی اللہ تعالٰی منہ ان یعذبہ فاذا بلغ تسعین سنۃ کان اسیر اللہ فی ارضہ فلم یخط القلم علیہ بحرف۔

حضرت حاکمؒ نے تاریخ نیسابور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے انہوں نے نبی علیہ السلام سے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ نو برس کی عمر میں دودھ کے دانت گرا دیتا ہے اور چودہ برس کی عمر میں احتلام آنا شروع ہو جاتا ہے اور اکیس برس تک اسکے قد کی لمبائی پوری ہو جاتی ہے اور جب اٹھائیس ۲۸ برس کو پہنچتا ہے تو عقل بھی پوری ہو جاتی ہے تو اس کے بعد جو اسکی عقل میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ تجربات سے ہوتا ہے۔ اور جب چالیس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکو جنون کوڑھ اور برص ان تین بیماریوں سے بچا لیتا ہے اور جب پچاس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکو اپنی طرف گڑگڑانے اور مائل ہونے کی توفیق دیتا ہے۔ اور جب ساٹھ برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالےٰ

اسکی محبت اہل آسمان اور اہل زمین کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور جب ستر برس کو پہنچتا ہے تو اسکی نیکیاں برقرار رکھی جاتی ہیں اور برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور جب اسی برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالے بھی حیا کرتا ہے اسمیں کہ وہ اسکو عذاب کرے اور جب نوے برس کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ تعالے کی زمین میں اسکا آزاد کیا ہوا قیدی ہوتا ہے تو پھر اس کے بعد اس پر قلم کوئی حرف تک نہیں لکھتی۔

پانچویں حدیث :-

قَالَ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الزُّهْدِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ مَامِنْ مُعَمَّرٍ یُعَمَّرُ فِی الْاِسْلَامِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اِلَّا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُنُوْنَ وَالْجُذَامَ وَالْبَرَصَ فَاِذَا بَلَغَ الْخَمْسِیْنَ لَیَّنَ اللّٰهُ حِسَابَهٗ فَاِذَا بَلَغَ السِّتِّیْنَ رَزَقَهُ الْاِنَابَةَ اِلَیْهِ فَاِذَا بَلَغَ السَّبْعِیْنَ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاَحَبَّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ فَاِذَا بَلَغَ ثَمَانِیْنَ قَبِلَ اللّٰهُ حَسَنَاتِهٖ وَتَجَاوَزَ عَنْ سَیِّاٰتِهٖ فَاِذَا بَلَغَ التِّسْعِیْنَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَسُمِّیَ اَسِیْرُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ وَشُفِّعَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ۔

امام بیہقیؒ نے کتاب الزھد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اسلام میں چالیس برس کی عمر دیا گیا تو اللہ تعالے اسکو جنون کوڑھ، اور برص ان تین بیماریوں سے بچا لیتا ہے اور جب پچاس برس کو پہنچتا ہے تو اس وقت اللہ تعالے اسکا حساب آسان کر دیتا ہے اور جب ساٹھ برس کو پہنچتا ہے تو اس وقت اللہ تعالے اسکو اپنی طرف گڑگڑانے اور مائل ہونے کی توفیق دے دیتا ہے اور جب ستر برس کو پہنچتا ہے،

تو اسوقت اس سے خود اللہ تعالےٰ اور آسمان کے فرشتے محبت کرتے ہیں اور جب اسی برس کو پہنچتا ہے تو اسوقت اللہ تعالےٰ اس کی نیکیاں قبول کرتا ہے۔ اور برائیوں سے اعراض کر لیتا ہے اور جب نوے برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکے اگلے اور پچھلے گناہ مٹا دیتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی زمین میں اسکا ایک آزاد کردہ قیدی ہوتا ہے۔ اور اسوقت اسکی سفارش بھی اس کے گھر والوں کے بارے میں قبول کر لی جاتی ہے۔

چھٹی حدیث: قال ابو یعلی موصلی فی مسندہ برفع الحدیث

قال المولود حتی یبلغ الحنث ما عمل من حسنة کتبت لوالدہ او لوالدیه وما عمل من سیئة لم تکتب علیه ولا علی والدیه فاذا بلغ الحنث جری علیه القلم وامر الملکان اللذان ان یحفظا وان یسددا فاذا بلغ اربعین سنة فی الاسلام آمنه اللّٰه من البلایا الثلاث: الجنون والجذام والبرص فاذا بلغ الخمسین خفف اللّٰه حسابه فاذا بلغ الستین رزقه الانابة بما یحب فاذا بلغ السبعین احبه اهل السماء فاذا بلغ الثمانین کتب اللّٰه حسناته وتجاوز عن سیاٰته فاذا بلغ التسعین غفر اللّٰه له ما تقدم من ذنبه وما تاخر وشفعه فی اهل بیته وکان اسیر اللّٰه فی ارضه فاذا بلغ ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً کتب اللّٰه له مثل ما کان یعمل فی صحته من الخیر فاذا عمل سیئة لم تکتب علیه

ان روایات کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے اور بعض کو امام احمد نے موقوفاً ذکر کیا ہے

ابویعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تک بچہ بلوغت کو نہیں پہنچتا تو اسوقت تک وہ اس کے عمل اسکے والدین کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ اور جو وہ گناہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھے جاتے اور نہ ہی ان کا اسکے والدین پر کوئی بوجھ ہوتا ہے۔ لیکن جب جوان ہو جاتا ہے تو اسوقت اس پر قلم چلتی ہے اور فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اب اس کا پورا پورا خیال رکھو کہ اسکا کوئی معمولی سا بھی اچھا اور برا عمل نہ چھوٹے اور جب وہ اسلام میں چالیس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالٰے اسکو جنون، کوڑھ اور برص ان تین بیماریوں سے بچا لیتا ہے اور جب وہ پچاس برس کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالٰے اسکا حساب ہلکا کر دیتا ہے اور جب ساٹھ برس کا ہوتا ہے تو اللہ تعالٰے اسکو اپنی الیٰ انابت کا رزق دیتا ہے جسکو کہ وہ پسند کرتا ہے اور جب ستر برس کو پہنچتا ہے تو اسوقت آسمان کے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں اور جب اسی برس کو پہنچتا ہے تو اسوقت اسکی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیوں سے اعراض کر لیا جاتا ہے اور جب نوے برس کو پہنچتا ہے تو اسوقت اسکے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے اسکی سفارش بھی اس کے گھر والوں کے بارے میں قبول کر لیتا ہے اور وہ اسوقت اللہ تعالٰے کی زمین میں اسکا ایک آزاد کیا ہوا قیدی ہوتا ہے اور جب وہ ایسی عمر کو پہنچتا ہے کہ جاننے کے بعد وہ اسکو نہیں جانتا تو اسوقت بھی اسکے وہی عمل صالح لکھے جاتے ہیں جو کہ وہ انکو اپنی صحت میں کیا کرتا تھا اور اگر وہ اسوقت برائی کرتا ہے تو وہ نہیں لکھی جاتی۔

ومن شواھد ھذا ما اخرج ابن حبان عن عائشۃ رضی اللہ عنھا عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال من بلغ الثمانین من ھذہ الامۃ لم یعرض

ولم یحاسب وقیل له ادخل الجنة لہ ومن شواھدہ ایضًا ما اخرجه ابن مردویه فی تفسیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قوله تعالیٰ "فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" ای اعدل خلق "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ" یعنی ارذل العمر "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ" یعنی غیر منقوص یقول فاذا بلغ المومن ارذل العمر وکان یعمل فی شبابه عملاً صالحًا کتب له من الاجر مثل ما کان یعمل فی صحته وشبابه ولم یضرہ ما عمل فی کبرہ ولم تکتب علیه الخطایا واسنادہ صحیح کما یدل علی شھرۃ ھذہ الحدیث فی المتقدمین ما قال الحسن بن الضحاک فی ابیات شعر

اس حدیث کے صحیح ہونے کے اور بھی شواہد ہیں جن میں سے ایک یہ کہ جس کو ابن حبان نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتی ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری اس امت سے کوئی آدمی اسی برس کو پہنچتا ہے تو اسوقت اس کی کسی غلطی پر تعرض نہیں کیا جاتا اور نہ ہی حساب لیا جاتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اور اس کے شواہد میں سے یہ بھی ہے جسکو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس آیت "فی احسن تقویم" کے بارے میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ جب وہ اپنی پیدائش میں سیدھا ہوتا ہے یعنی جوان ہوتا ہے اور "ثم رددناہ اسفل سافلین" سے مراد ارذل العمر ہے کہ جب وہ بعید ضعیفی کو پہنچ جاتا ہے۔ اور "اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون" سے مراد یہ ہے کہ جب ایسا مومن جس کی پوری جوانی اعمال صالحہ

لہ اس حدیث کو ابو نعیم نے بھی (حلیۃ الاولیا) میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

میں گزری تو جب وہ ارذل العمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس وقت بھی اس کے لیئے وہ عمل لکھے جاتے ہیں جو وہ عمل اپنی جوانی اور صحت میں کیا کرتا تھا یعنی اس عمر میں بھی دعیز و ممنون .. کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی اور یہ بھی کہ اگر اس عمر میں اس نے کوئی خطا کی تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی اور اسکی سند صحیح ہے جسطرح کہ متقدمین کی شہرت بھی اس حدیث پر دلالت کرتی ہے اور حسن بن ضحاک نے بھی اس حدیث کا مفہوم اپنے اشعار میں یہ ہی بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَنَا فِی الثَّمَانِیْنَ وَفِیْتُهَا — عذیر وان انا لم اعتذر

اب میں نے اسی برس کی عمر کو پورا کر لیا ہے لہذا اگر میں اب کوئی عذر نہ بھی کروں تب بھی معذور ہوں۔

وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ اَقْلَامَهُ — عَنِ ابْنِ ثَمَانِیْنَ دُوْنَ الْبَشَر

اور تحقیق اللہ تعالٰے نے اب جوان اور طاقتور آدمی کے علاوہ اسی برس کے آدمی سے قلم اٹھالی ہے۔

وَاِنِّیْ لَمِنْ اُسَرَاءِ اللّٰهِ فِیْ — الْاَرْضِ نَصْبَ حُرُوْبِ الْقَدَر

اور اب میں اس اللہ کی حفاظت میں ہوں۔ جس نے زمین پر اللہ تعالٰے کی راہ میں لڑنے کی عظمت کو برقرار رکھا ہے۔

فَاِنْ یَقْضِ لِیْ عَمَلًا صَالِحًا — اُثَابُ وَاِنْ یَقْضِ شَرًّا غُفِرْ

پس اگر اب وہ میرے لئے کوئی نیک عمل مقدر کرے تو ثواب دیتا ہے۔ اور اگر کوئی گناہ ہو تو بخش دیتا ہے۔

اَصْبَحْتُ مِنْ اُسَرَاءِ اللّٰهِ مُحْتَسِبًا — فِی الْاَرْضِ تَحْتَ قَضَاءِ اللّٰهِ وَالْقَدَر

میں اب زمین پر اللہ تعالٰے کی قضاء اور قدر کے تحت اخلاص نیت کے ساتھ اسکی حفاظت میں ہوگیا ہوں۔

ثمانین اذا وفیت عدتها لم تبق باقیۃ منی ولم تذر

یعنی میں نے اسّی برس کی گنتی پوری کرلی ہے تو نے مجھ پر کوئی گناہ باقی رہا اور نہ اس نے چھوڑا۔

ابن حجرؒ کے اشعار

یارب اعضاء السجود عتقتہا من فضلک الوافی وانت الوافی

اے اللہ تو نے اپنے فضل کے عام ہونے کی وجہ سے سجدوں کے اعضاء کو آزاد کر دیئے ہیں اور بچانے والا بھی تو ہے۔

والعتق یسری بالغنی یا ذالغنی فامنن علی الفانی بعتق الباقی

اور یہ قاعدہ ہے کہ آزاد وہی کرتا ہے جو غنی ہو۔ اور تو غنی ہے اب اس فانی پر احسان کر کہ اسکے باقی اعضاء بھی آزاد کر دے۔

توضیح: اس باب میں جو روایات ذکر ہوئی ہیں اگر غور کریں تو آدمی کی عقل سلیم بھی انکو مانتی اور ان سے میل کھاتی ہے کیونکہ یہ دنیا میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جب کسی آدمی نے اپنے مالک کی غلامی کرتے ہوئے پوری زندگی گزار دی ہو اور پھر وہ بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے اس کے قابل نہ رہا ہو تو ایک نیک اور سلیم الطبع مالک یہ کبھی گوارہ نہیں کرتا کہ اسکا وہ پہلا وظیفہ جو اتنی مدت سے چلا آرہا تھا اسکو ختم کردے یا اس میں کوئی کمی کردے تو اسی طرح جس آدمی نے اپنے اللہ جو احکم الحاکمین اور اسکا محسن حقیقی ہے اس کی عبادت اور چاکری کرتے ہوئے۔ پوری زندگی کھپا دی اور اب وہ بڑھاپے یا کسی اور بیماری کیوجہ سے رہ چکا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے جذبات ابھرتے اور اچھلتے ہیں کہ اپنے محسن حقیقی کی غلامی میں فنا ہو جاتے تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایسے مخلص شخص پر اللہ تعالیٰ اپنی وہی رحمتیں اور نوازشیں نہ کرے جو کہ اس پر اسکی عبادت اور ریاضت کے وقت کی جاتی تھیں بلکہ وہ ذات تو ایسی

ہے کہ جب آدمی کا کوئی سہارا نہ ہو تو وہ ہوتا ہے اور جب اسے کوئی نہ سنبھالے تو وہ سنبھالتا ہے تو حقیقت ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنے بندے کو نہیں چھوڑتا بلکہ وہ تو خود بلاتا اور آواز کرتا ہے کہ اے میرے بندے تو بے چین اور خستہ حال مت ہو۔ بلکہ میری طرف آ تو میں تم کو ناکام اور ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس آدمی کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا۔ جو اسقدر خون خوار اور پتھر دل آدمی تھا کہ جس نے دو چار یا آٹھ آدمیوں کے قتل پر صبر نہیں کیا بلکہ ننانوے آدمیوں کو قتل کرکے انکی عورتوں کو بیوہ اور انکے بچوں کو یتیم کر دیا تھا۔ تو آخر ایک دن ایسا ہوا کہ اسکو فکر لاحق ہوئی اور سوچا کہ میں نے جو اتنی عورتوں کو بیوہ اور انکے بچوں کو یتیم کیا ہے تو یقیناً میں تو ان خون خوار درندوں اور بھیڑیوں سے بھی آگے نکل گیا ہوں جو کہ اسقدر وہ بھی بکریوں اور بھیڑوں کی گردنوں کو نہیں پھاڑتے جس قدر کہ میں نے انسانوں کی گردنوں کو پھاڑا ہے تو یہ سوچ کر ایک بستی کی طرف نکلا کہ وہاں پہنچ کر کسی سے پوچھے کہ کیا میرے لئے کوئی توبہ کی راہ نکل سکتی ہے اور میں اللہ کے ہاں سرخرو ہو سکتا ہوں جیسا کہ حدیث میں

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

ان نبی اللہ علیہ السلام قال کان فیمن کان قبلکم رجل قتل
تسعة وتسعین نفسا فسال عن اعلم اهل الارض
فدل علی راهب فاتاه فقال انه قتل تسعة وتسعین نفسا
فهل له من توبة فقال لا فقتله فکمل به مائة
ثم سال عن اعلم اهل الارض فدل علی رجل عالم فقال
انه قتل مائة نفس فهل له من توبة؟
فقال نعم ومن یحول بینه وبین التوبة؟ انطلق
الی ارض کذا وکذا فان بها اناسا یعبدون الله
تعالی فاعبد الله معهم ولا ترجع الی ارضك فانها

ارضُ سوءٍ فانطلق حتی اذا نصف الطریق اتاہ الموت فاختصمت فیہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب فقالت ملائکۃ الرحمۃ جاء تائبًا مقبلا بقلبہ الی اللہ تعالٰی وقالت الملائکۃ العذاب انہ لم یعمل خیرًا قط فاتاھم ملک فی صورۃ آدمی فجعلوہ بینھم فقال قیسوا ما بین الارضین فالی ایتھما کان ادنی فھولہ فقاسوا فوجدوہ ادنی الی الارض التی ارادہ فقبضتہ ملائکۃ الرحمۃ [1]

حضرت مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے ننانوے آدمی قتل کیے تھے تو ایک دن اس نے کسی بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا (تاکہ اس کے پاس جا کر توبہ کرے) تو کسی نے ایک راہب کے بارے خبر دی جب وہاں پہنچا تو کہا کہ میں وہ آدمی ہوں جس نے ننانوے آدمی قتل کئے ہیں تو کیا اب میری توبہ بھی ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اب پورے سو آدمی ہو گئے پھر اس نے کسی اور بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے بتایا کہ فلاں بستی میں ایک بڑا عالم ہے اس کے پاس جا۔ جب وہاں پہنچا تو پوچھا کہ کیا وہ آدمی جس نے سو آدمی قتل کئے ہوں کیا اب اسکی توبہ بھی ہو سکتی ہے تو اس نے کہا ہاں اور کون ہے جو اس کی توبہ کے درمیان حائل ہو سکے تو اب یوں کر کہ فلاں بستی کی طرف جا کیونکہ وہاں نیک لوگ ہیں جو صرف اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور تو بھی ان کے ساتھ مل کر اپنے رب کی عبادت کر اور اپنی بستی کی طرف نہ جانا کیونکہ وہ بُرے لوگوں کی بستی ہے تو جب اس بستی کی طرف چلا درمیان میں پہنچا تو موت واقع ہو گئی۔ تو فورًا اس کے پاس رحمت

---

[1] صحیح بخاری و مسلم

اور عذاب کے فرشتے بھی آگئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ وہ فرشتے جو رحمت کے تھے انکا تو بار بار اصرار یہ تھا کہ یہ اب اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر توبہ کے ارادہ سے جا رہا تھا اور وہ فرشتے جو عذاب تھے ان کا بار بار اصرار یہ تھا کہ اس نے تو کبھی کوئی اچھا عمل کیا نہیں تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرا فرشتہ انکے پاس ایک آدمی کی شکل میں بھیجا جب وہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے اس کو اپنے درمیان منصف ٹھہرا لیا اور کہا کہ آپ بڑے اچھے اور نیک سیرت انسان ہیں لہذا آپ ہمارا فیصلہ کریں جب اس نے سنا تو کہا اچھا پھر تم یوں کرو کہ دونوں جانب کی زمین ناپو ان میں سے جونسی زمین زیادہ قریب ہو اسکو اسی جانب کے فرشتے لے جائیں جب زمین ناپی تو جس طرف جا رہا تھا وہ بستی بنسبت پچھلی بستی کے ایک بالشت زیادہ قریب تھی تو پھر جلدی سے اسکو رحمت کے فرشتوں نے اٹھا لیا اور لے کر بھاگ گئے۔

ایک اور صحیح روایت میں ہے۔

(فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبُ بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا)

کہ وہ نیک لوگوں کی بستی کی طرف صرف ایک بالشت زیادہ قریب تھا تو وہ انہیں سے کر دیا گیا۔

ایک اور صحیح روایت میں ہے۔

فاوحى الله تعالىٰ الى هذه ان تباعدى والى هذه ان تقربى وقال قيسوا ما بينهما فوجده الى هذه اقرب بشبر فغفر له۔

پس اللہ تعالےٰ نے اس زمین کی طرف وحی کی جسکو وہ طے کر چکا تھا کہ تو دور ہو جا اور دوسری کی طرف جسکو ابھی طے کرنا تھا کہ تو قریب ہو جا پھر کہا کہ اب ان دونوں طرفوں کی پیمائش کرو تو

اس کو نیک لوگوں کی بستی کی جانب صرف ایک بالشت زیادہ قریب پایا تو اس کو بخش دیا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

فنائی بصدرہٖ نحوھا[1] جب وہ زمین پر گرا تو سینے کے بل گرتے ہی اس بستی کی جانب معمولی سا سرک گیا تھا۔

غور طلب پہلو:

اب ہم قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور روایاتِ صحیحہ کا ایک ایک لفظ ٹٹولیں اور اس پر غور کریں تو آپ کو کہیں اشارہ تک نہیں ملے گا کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی اپنے بندے کو مایوس کیا ہو اور اس کے کامیاب اور سرخرو ہونے کے لئے کوئی راستہ معین کر کے اس کو اس بارے میں آگاہ نہ کر دیا ہو قرآن نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور یا وہ لوگ کہ جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ ہے اور وہ فقیر ہے ہم غنی ہیں اور یا وہ لوگ کہ جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تینوں کا تیسرا ہے تو اللہ تو ان کو بھی بلا رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[2]

پس کیا وجہ ہے کہ وہ کیوں اللہ کی طرف توبہ اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے حالانکہ وہ تو بے حد بخشش اور رحم کرنے والا ہے، سورۃ توبہ میں ہے۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ[3]

---

[1] ریاض الصالحین [2] سورہ مائدہ آیت ۷۴ [3] سورہ توبہ آیت ۱۰۴

کیا ابھی تک انہوں نے یہ بھی نہیں جانا کہ وہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ اور انکے صدقات قبول کرتا ہے اور وہ توبے حد توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۔ سورہ بروج میں ہے ۔

دخول جہنم کا سبب

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ [1]

یقین جانو کہ جن لوگوں نے مومن مرد اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور پھر توبہ نہ کی تو انہیں کے لئے جہنم کا عذاب ہے وہ عذاب جو جلا دینے والا ہے ۔

اس آیت میں دخول جہنم کا سبب فقط توبہ نہ کرنے کو قرار دیا ہے ۔

ایک بہت بڑی بشارت :-

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى [2]

اور آپ یقین کرلیں کہ میں ضرور اس شخص کو بخش دیتا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کئے اور پھر سیدھا رہا ۔

اس آیت میں بھی اس چیز کو بڑے زور سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر آدمی توبہ اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں مخلص ہوا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسکی پوری زندگی کی سیاہ کاریاں خواہ وہ کتنی ہی وزنی اور بھاری کیوں نہ ہوں وہ ختم نہ ہوں ۔

سورہ فرقان میں ہے ۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

---

[1] سورہ بروج آیت ۱۰ [2] سورہ طٰہٰ آیت ۸۲

يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا[1]

اور اللہ کے وہ بندے ہیں جو نہ اپنے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ سمجھ کر پکارتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ بے جان جو اللہ نے ان پر حرام کی، قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔ مگر جس نے ایسا کیا تو وہ اثام کو پائے گا[2] جو وہاں قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رسوا ہوگا۔ مگر وہ آدمی جس نے توبہ کی اور اچھے عمل کئے تو یہ ایسے لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جس نے توبہ کی اور اچھے عمل کئے تو یقیناً یہی آدمی اپنے اللہ کی طرف توبہ کے صحیح مقام کو پہنچا ہے۔

ایک ابہام کی توضیح:

یہاں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ انکی برائیوں کو نیکیاں بنا دیا جاتا ہے بلکہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی برائیوں کو مٹا کر انکی ایک ایک برائی کی جگہ پہ ایک ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

جس طرح کہ حدیث میں ہے۔

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اخر اهل النار خروجا من النار واخر اهل الجنة دخولا الی الجنة یوتی برجل فیقول نحوا عنه

---

[1] آیت ۶۸ تا ۷۰

[2] یہ ایک جہنم میں وادی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد بہت بڑا عذاب ہے

كبائر ذنوبه وسلوه عن صغائرها قال فيقال له عملت كذا وكذا وكذا وعملت كذا وكذا وكذا فيقول نعم لا يستطيع ان ينكر من ذلك شيئاً فيقال ان لك بكل سيئة حسنة فيقول يا رب عملت اشياء لا اراها ههنا قال فضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور اس آدمی کو پہچانتا ہوں جو سب لوگوں کے بعد جہنم سے باہر نکلے گا۔ اور سب لوگوں کے بعد ہی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو خیر جب وہ آدمی لایا گیا تو اللہ حکم دے گا۔ کہ اس سے بڑے گناہوں کے علاوہ چھوٹے گناہوں کے متعلق دریافت کرو کہ کیا تو نے فلاں دن فلاں گناہ کیا ہے اور فلاں دن فلاں گناہ کیا ہے۔ اور فلاں دن فلاں گناہ کیا ہے۔ تو وہ بھی ان سب کا اقرار کرے گا کیونکہ وہ طاقت ہی نہیں رکھے گا۔ کہ اس دن ان میں سے کسی کا انکار کر سکے تو کہا جائے گا۔ دیکھو اب میں نے تیرے ہر ایک گناہ کی جگہ پر ایک ایک نیکی لکھ دی ہے تو وہ کہے گا اے اللہ میں نے تو اور بھی گناہ کئے ہیں جن کو کہ میں اب یہاں نہیں دیکھ رہا۔ تو راوی کا بیان ہے کہ اس مقام پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آگئیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَتَمَنَّيَنَّ أَقْوَامٌ أَنَّهُمْ أَكْثَرُوا مِنَ السَّيِّئَاتِ قِيلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِينَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ[2]

---

[1] صحیح مسلم [2] بحوالہ تفسیر کبیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن بعض قومیں ایسی ہونگی جو اپنے گناہوں کے زیادہ ہونے کی خواہش کریں گی تو پھر آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول وہ ایسے کون لوگ ہیں تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالےٰ نیکیوں سے بدل دے گا۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ ابْنُ آدَمَ قَالَ الْمَلَکُ لِلشَّیْطَانِ اِعْطِنِیْ صَحِیْفَتَکَ اِیَّاھَا فَمَا وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ مِنْ حَسَنَۃٍ مَحَابِھَا عَشْرَ سَیِّاٰتٍ مِنْ صَحِیْفَۃِ الشَّیْطَانِ وَکَتَبَھُنَّ حَسَنَاتٍ فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّنَامَ فَلْیُکَبِّرْ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ تَکْبِیْرَۃً وَیَحْمَدُ اللّٰہَ اَرْبَعَۃً وَّثَلَاثِیْنَ تَحْمِیْدَۃً وَیُسَبِّحُ ثَلَاثَۃً وَّثَلَاثِیْنَ تَسْبِیْحَۃً فَتِلْکَ مِائَۃٌ [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سو جاتا ہے تو فرشتہ شیطان کو کہتا ہے کہ آپ اپنا صحیفہ مجھے دیجئے تو وہ اپنے صحیفہ میں جو اسکی ایک نیکی پاتا ہے اس کے عوض شیطان کے صحیفے سے دس برائیاں مٹا کر اپنے صحیفے میں اسکی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے تو اب جو آدمی یہ پسند کرتا ہے تو اسکو چاہیے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کرے تو تینتیس ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور چونتیس ۳۴ مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے۔ تو یہ سو مرتبہ ہو گئے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر زیر آیت فاولٰئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات

اخلاصِ توبہ کا صلہ:- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ یُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۱؎

اے ایمان والو تمہیں چاہیے کہ تم اللہ کی طرف خالص توبہ کرو تو (بعید نہیں) کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور ان باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں چلتی ہونگی۔ (اور دیکھو) کہ جس دن اللہ تعالےٰ اپنے نبی اور ان پر جو ایمان لائے انکو ذلیل نہیں کرے گا۔ (اور یہ بھی) کہ انکی روشنی انکی دائیں اور اگلی جانب کی طرف تیز ہوگی اور دعا بھی ہوگی کہ اے اللہ ہماری اس روشنی کو ہم پر مکمل کر دے اور بخشش دے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

توضیح:- تفسیر کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب منافقوں کا نور بجھ جائے گا تو مومن بھی خطرہ محسوس کریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارا بھی نور بجھ جائے۔ تو تب ایماندار یہ دعا کریں گے۔ ربنا اتمم لنا نورنا الخ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منافقوں کا نور بجھنے کے بغیر ہی مومنوں کو خطرہ لاحق ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی وقت ہم سے بھی نعمت چھین لی جائے۔

اسلام میں مایوسی کفر ہے:- اب اگر کوئی آدمی اخلاصِ نیت سے توبہ کرنے کے بعد پھر اگر یہ سمجھے کہ میرے گناہ معاف نہیں ہونگے اور نہ ہی میں اسکی پکڑ اور جہنم کی سزاؤں سے بچ

۱؎ سورہ التحریم آیت ۸

سکتا ہوں تو یہ بھی کفر کے مترادف ہے جس طرح کہ ارشادِ باری ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ[1]

اے نبی میرے ان بندوں کو کہہ دو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بیشک اللہ تعالےٰ سب گناہ بخش دیتا ہے اور وہ بیحد معاف کرنے والا مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف جھکو اور اسی کے مطیع ہو کر رہو پہلے اسکے کہ تم پر کوئی عذاب امنڈ آئے اور پھر تم اسوقت مدد بھی نہیں کئے جاؤ گے۔ اور تم اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے بہت ہی عمدہ چیز تم پر نازل کی گئی ہے پہلے اس کے کہ تم پر کوئی اچانک عذاب امنڈ آئے (ایسا عذاب) کہ جس کا تمہیں کوئی شعور تک بھی نہ ہو۔

اللہ سے امیدوں کا وابستہ رکھنا:۔

يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ[2]

اے میرے بیٹو تم مصر کی طرف جاؤ اور وہاں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوؤ کیونکہ وہ تو کافر لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔

---

[1] سورہ زمر آیت ۵۳ تا ۵۵ [2] سورہ یوسف آیت ۸۷

توضیح: اس آیت کریمہ پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرصۂ دراز سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں اپنے بیٹے کی ملاقات اور مقاماتِ عالیہ کے ملنے کی رجا کا جو ایک مضبوط ترین تسلسل چلا آرہا تھا۔ اس میں ذرا بھر بھی کسی وقت کوئی کمزوری واقعہ پذیر نہیں ہوئی بلکہ دن بدن اسکا ٹھہراؤ اور دباؤ مضبوط ترین ہی ہوتا چلا گیا آخر ایک دن انکو واضح الفاظ میں کہنا ہی پڑا اگرچہ انکو معلوم تھا کہ میرے خود بیٹے ہی میرے ان الفاظ کا مضحکہ اور تمسخر اڑائیں گے۔ اور مجھے بہکا ہوا تصور کریں گے۔

ارشادِ باری ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [1]

اور جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کہا اگر تم مجھے بہکا ہوا تصور نہ کرو تو میں ضرور حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پاتا ہوں تو انہوں نے وہی کہہ دیا کہ اللہ کی قسم آپ تو پرانی بھول میں پڑے ہوئے ہیں تو جب ان سے ایک خوشخبری لے لایا تو اس نے اس قمیض کو ان کے چہرے پر [2] ڈالا ہی تھا۔ تو یونہی انکی بصارت پلٹ آئی، تو پھر پوتوں کو کہا کیا میں نے تم کو پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں تم اسکو نہیں جانتے۔

اب اس سے قبل واقعہ جو ابتداء ہی میں سب بیٹوں نے آکر بیان کیا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا تو اسوقت بھی اللہ کا نبی مانا اور نہ ہی مایوس ہوا بلکہ یوں

---

[1] سورہ یوسف آیت ۹۴ تا ۹۶ [2] جمہور کا خیال ہے کہ قمیض لانے والا یہودا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ پہلی قمیض بھی انہوں نے باپ کے سامنے پیش کی تھی جسکی وجہ سے حضرت غمگین ہوئے تو اب یہ قمیض بھی انہوں نے پیش کی تاکہ پہلے کی تلافی ہو جائے۔

کہا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ[1] بلکہ تمہارے نفسوں نے ہی تمہارے لیئے یہ ایک بات بنا دی ہے تو اب صبر ہی اچھا ہے۔

پھر جب بیٹوں نے آکر یوں کہا کہ اباجی ہم نے عہد تو کیا تھا کہ ہم بنیامین کو اپنے ساتھ ضرور لائیں گے لیکن واقعہ یوں ہوا کہ اس کی بوری سے شاہی پیمانہ نکل آیا جسکی وجہ سے اسکو عزیز مصر نے چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے تو پھر بھی اللہ کا نبی مانا اور نہ ہی مایوس ہوا۔ بلکہ یوں کہا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ[2] بعید نہیں کہ اللہ تعالٰے تم تمام کو میرے پاس لے آئے بیشک وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

غارِ ثور کا واقعہ:۔ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ وَهُمْ عَلٰى رُءُوْسِنَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا[3]

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم غارِ ثور میں تھے اور کفار ہمارے سروں پر تھے تو میں نے انکے قدموں کو دیکھ لیا تھا تو میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر ان سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے نظر کرے تو وہ ضرور ہمکو دیکھ لے گا۔ تو آپ نے فرمایا ابوبکر آپ کا ان دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جنکا تیسرا اللہ ہے۔

حسنِ ظن رکھنے کی فضیلت:۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حَيْثُ يَذْكُرُنِيْ[4]

---

[1] سورہ یوسف آیت ۱۸ [2] سورہ یوسف ایت ۸۳ [3] صحیح بخاری مسلم [4] صحیح بخاری مسلم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اسکے گمان کے مطابق ہوتا ہوں تو وہ جب مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اسوقت اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کو اپنے اللہ پر اچھا گمان رکھنا چاہیے جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ یَقُوْلُ لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہوجانے سے تین دن پہلے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک فوت نہ ہو جب تک کہ اسکا اپنے اللہ پر اچھا گمان نہ ہو

دعاء اور رجا کی فضیلت :۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّکَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَۃً [2]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا فرماتے تھے اللہ تعالٰے فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تونے مجھ کو پکارا اور مجھ پر امید کی تو پھر تیرے جتنے گناہ ہیں وہ میں معاف کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اے ابن آدم اگر تیرے گناہ اتنے ہوں کہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں مگر تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں بخش دونگا اے ابن ادم اگر تیرے گناہ اتنے ہوں کہ تو میرے پاس زمین بھر کر گناہوں کی لائے مگر تو مجھ کو اس حالت میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی ہی تیرے لئے زمین بھر کر بخشش کی لاؤں گا۔ صحیح مسلم کی ایک لمبی روایت میں ہے

[1] صحیح مسلم [2] ترمذی اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَمَنْ اَتَانِی یَمْشِی اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً وَمَنْ لَقِیَنِی بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَۃً لَا یُشْرِکُ بِی شَیْئًا لَقِیْتُہٗ بِمِثْلِھَا مَغْفِرَۃً۔

اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اسے بھاگ کر لیتا ہوں اور جو مجھے اس حالت میں ملا کہ اسکے گناہ زمین بھر کر ہوئے مگر میرے ساتھ شرک نہ کیا تو میں اسی کی مانند بخشش لیکر اسے ملتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا غالب ہونا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابٍ فَھُوَ عِنْدَہٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ غَلَبَتْ غَضَبِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ سَبَقَتْ غَضَبِیْ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے اپنی کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے لکھ دیا تھا کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب آگئی۔ ایک روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غصے پر سبقت لے گئی۔

یہاں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رحمت اسقدر وسیع اور زیادہ ہے کہ اسکے کل سَو جزء ہیں جن میں سے صرف ایک جزء ہی تمام دنیا کی مخلوق پر تقسیم ہوا ہے باقی ننانوے جزء ابھی باقی ہیں۔
جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰہُ الرَّحْمَۃَ مِائَۃَ جُزْءٍ فَاَمْسَکَ عِنْدَہٗ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ وَاَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءً وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِکَ الْجُزْءِ یَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ

[1] صحیح بخاری مسلم

حَتّٰی تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی مِائَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰی وَلَدِهَا وَاَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سو جزء ہیں جن میں سے صرف ایک جزء زمین کی طرف اتارا ہے باقی ننانوے جزء اس نے اپنے پاس رکھ چھوڑے ہیں تو اب اس زمین پر جو تمام مخلوق بستی ہے اور وہ ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ جب کسی حیوان کا پاؤں اسکے بچے پر آجاتا ہے تو وہ بغیر وزن ڈالے ہی اسکو اٹھا لیتا ہے (کہ کہیں اسے خراش تک نہ آئے) تو یہ اتنا رحم و کرم بھی صرف اسی ایک جزء سے ہے، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سو جزء ہیں جن میں سے صرف ایک جزء انسانوں، جنوں، حیوانوں زمین کے کیڑے مکوڑوں اور درندوں پر تقسیم کیا ہے جس وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم و کرم کرتے ہیں باقی ننانوے جزء وہ ابھی تک رکھ چھوڑے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو پھر وہ ان تمام کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْاَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلٰی وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ

---

[1] صحیح بخاری مسلم

وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ لہ

بے شک اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین وآسمان کو پیدا کیا اسی دن سے سو رحمتیں بھی پیدا کر دیں اور ہر رحمت کا جزء اتنا بڑا ہے کہ اس ایک نے زمین وآسمان کا وسط گھیر رکھا ہے اور اسی ایک جزء سے عورت اپنے بچے پر رحم کرتی ہے اور درندے پرندے بھی بعض اپنے بعض پر اسی ایک جزء سے رحم کرتے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان ننانوے کے ساتھ یہ جزء بھی ملا کر مکمل سو کر دے گا۔

فائدہ:۔ اس حدیث میں مزید دو اور چیزیں بیان ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کی رحمت کے ایک حصہ کا پھیلاؤ اور موٹاپا اسقدر ہے کہ جتنا زمین وآسمان کا وسط ہے دوسرا یہ کہ قیامت کے دن یہ حصہ بھی ان ننانوے حصص کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ تو اب ان روایات کے پڑھنے سے یہ چیز خود بخود سامنے آجاتی ہے کہ وہ ذات جو اسقدر اپنے فضل وکرم اور رحمتوں کو دامن میں لیئے ہوئے ہے تو پھر خود غور کریں کہ اسکا اپنے بندے سے پیار ومحبت اور رحم وکرم کرنا کس قدر وسیع تر ہوگا۔ تو دیکھو اب اسکا اندازہ ایک حدیث میں یوں بیان ہوا ہے۔

اللہ ہر چیز سے زیادہ اپنے بندے پر مہربان ہے:۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى اِذْ وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ اَخَذَتْهُ فَاَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؛ قُلْنَا: لَا وَاللّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا لہ

لہ یہ سب صحیحین کی روایات ہیں بحوالہ ریاض الصالحین ۔ لہ صحیح بخاری ومسلم

حضرت عمر بن خطاب رضؓ کا بیان ہے کہ کچھ قیدی عورتیں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں تو کیا دیکھا کہ ان قیدی عورتوں میں ایک ایسی عورت تھی کہ جب وہ قیدی عورتوں میں کوئی بچہ دیکھتی تو اسطرف بھاگ کر جاتی اور اس کو پکڑ کر اپنے پیٹ سے لگا لیتی اور دودھ پلانے لگ جاتی تو جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو کہا کہ کیا تم اس عورت کو دیکھتے ہو کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے ہم نے کہا نہیں تو پھر آپ نے کہا اللہ کی قسم کہ جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مشفق ہے اس سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر زیادہ مشفق ہے۔

اللہ تعالےٰ کا خوش ہونا:-

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا اَوْ یَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے بندے پر اسوقت ہی خوش ہو جاتا ہے جبکہ وہ کوئی لقمہ کھاتے وقت اس پر اسکی تعریف [2] کرتا ہے اور اسی طرح جب کہ وہ پانی کا گھونٹ پیتا ہے تو اس پر بھی اسکی تعریف کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا دو آدمیوں پر ہنسنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَضْحَکُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِلٰی رَجُلَیْنِ یَقْتُلُ اَحَدُھُمَا الْاٰخَرَ یَدْخُلَانِ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُ ھٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلُ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَی الْقَاتِلِ فَیُسْلِمُ فَیُسْتَشْهَدُ [3]

---

[1] صحیح مسلم [2] تعریف سے مراد الحمد للہ، پڑھنا [3] صحیح بخاری مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ ان دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے کہ جو دونوں ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں ایک تو وہ کہ جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑا اور شہید کر دیا گیا دوسرے پر بھی اللہ تعالےٰ نے رحم کیا تو وہ بھی مسلمان ہوا اور شہید ہو گیا۔

توضیح:۔ اب اس مقام پر اگر کوئی سوال کرے کہ ان پر اللہ تعالےٰ کیوں ہنستا اور خوش ہوتا ہے۔ تو اسکا جواب ظاہر ہے کہ آپ خود غور کریں کہ جب کسی مجرم آدمی کو سزائے موت سُنا دینے کے بعد اس کو پھانسی کے قریب لے جا کر کھڑا کیا جائے اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا بھی ڈال دیا جائے تو پھر اگر اسکو اسی وقت اطلاع آجائے کہ تم کو بری کر دیا گیا تو اندازہ کریں کہ اسوقت اسکو اور اسکے عزیز و اقارب کی خوشی کا کیا عالم ہوگا۔ تو پھر ایسے شخص پر اللہ تعالےٰ بھی کیوں نہ خوش اور مسرور ہو کہ جو اپنے کفر و شرک اور مسلمان کو قتل کرنے کی وجہ سے جہنم کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ تو اچانک ہی کوئی ایسا ردعمل ہوا کہ وہ جہنم کی بجائے جنت میں پہنچ گیا۔ تو اب آپ خود ہی غور کریں کہ جب کسی شخص کے عزیز و اقارب ایسے آدمی کے چھوٹنے پر اس قدر خوش اور مسرور ہوتے ہیں تو وہ اللہ جس کو اپنے بندے کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ پیار اور لگاؤ ہوتا ہے تو وہ اپنے بندے کی اسقدر کامیابی اور کامرانی پر کیوں خوش نہ ہو تو انکے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں کہ وہ صحابہ جنہوں نے کفر اور جاہلیت کے زمانہ میں اسقدر مسلمانوں پر ظلم ڈھائے اور اسلام کے خلاف اپنی تلواروں کو چلایا کہ جنکی مثال تک نہیں ملتی اور بعد میں اللہ تعالےٰ نے انکو یہ مقام اور شرف دیا کہ قیامت تک آنے والے لوگوں پر اسکی عزت و تکریم کرنے کو واجب قرار دے دیا گیا۔ جسطرح کہ وہ ابوسفیان اور اسکی بیوی ہندہ جنہوں نے زبردست مسلمانوں پر ظلم ڈھائے۔ اور اپنے غیض و غضب اور انتقامی صورت کی اس حد تک پہنچ گئے کہ مسلمانوں کی نعشوں پر کھڑے ہو کر انکے ناک کان اور زبانیں کاٹ لیں۔ حتیٰ کہ ان کے کلیجے نکال کر چبا لئے گئے تو اب

ایسے لوگوں پر رحم وکرم کرنا اور انہیں دخولِ جنّت کا ٹکٹ دینا یہ بھی اس چیز پر دال ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رحمت ایسی ہے کہ جو لامتناہی شے ہے جسکی ابتدا اور انتہا کسی آدمی کے احاطۂ علم میں نہیں ہے پھر آپ اس وحشی کو دیکھیں جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور پھر انکا مثلہ بھی کیا تو جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ بھی اپنی طبیعت کو ضبط نہ کر سکے اور فرمانے لگے

اَمَا وَاللّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ لَاُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِیْنَ كَمُثْلَتِكَ فَنَزَلَ جِبْرَائِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھٰذِہِ السُّوْرَۃِ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْہِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ [1]

اور مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میں اسطرح تمہارے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا تو فوراً جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ زیادتی کا بدلہ لو تو پھر اسی کی مثل لو جتنی کہ تم کو تکلیف دی گئی ہے۔ ورنہ اگر صبر کر لو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے۔ تو لبس آپ صبر کریں تو وہ صبر بھی آپ کا اللہ کی مدد سے ہے اور آپ ان پر پریشان بھی نہ ہوں۔ اور جب وہ آپ کے خلاف مکر کریں تو آپ تنگ بھی نہ ہوں بے شک اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے۔ اور ان کے ساتھ بھی جو نیک عمل کرتے ہیں تفسیر ابن کثیر میں یہ بھی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی نعش پر کھڑے ہو

---

[1] ابن کثیر سورہ نحل آیت ۱۲۶ تا ۱۲۸۔

گئے اور کہا۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا حُزْنٌ مِّنْ بَعْدِكَ عَلَيْكَ لَسَرَّنِیْ اَنْ اَتْرُكَكَ حَتّٰی يَحْشُرَكَ اللّٰهُ مِنْ بُطُوْنِ السِّبَاعِ

اور اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ کہیں تیرا غم ناقابل برداشت نہ ہو جائے تو مجھے یہ بہت پسند تھا کہ میں تیرا جسم اسی طرح چھوڑ دیتا تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ تمہیں درندوں کے پیٹوں سے کھڑا کرے۔

تو ان حقائق کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکی نوازشوں کے وسیع ہونے کا خود ہی اندازہ لگائیں کہ جس وحشی نے سیدالشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور وہ ہندہ جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چیرا اور کلیجہ نکال کر چبایا تو انکو بھی اللہ تعالےٰ نے ایمان کی دولت سے نواز کر اپنے نبی کے صحابہ اور صحابیات میں شامل کر دیا۔ تو پھر وہ لوگ جو اس نوبت کو بھی نہیں پہنچے انہیں کب روا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر بیٹھ جائیں۔

ہندہ کا مسلمان ہونا:۔ مورخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ ہندہ فتح مکہ کے دن بارگاہِ رسالت میں مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوئی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بھی اس کے الفاظ کچھ قدرے گستاخانہ تھے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں[1]

حکم:۔	اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم	اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔
جواب:۔	ہندہ	یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہرحال مجھے منظور ہے۔
حکم:۔	اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم	چوری نہ کرنا۔
جواب:۔	ہندہ	میں اپنے خاوند ابوسفیان کے مال سے کبھی کبھی دو چار آنے لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں وہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

---

[1] تاریخ طبری

حکم اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اولاد کو قتل نہ کرنا۔

جواب ہندہ ربیناھم صغاراً وقتلتھم کبارًا فانت وھم اعلم

ہم نے ان اپنے بچوں کو بچپن میں پالا تھا جب جوان ہوئے تو آپ نے انکو جنگ بدر میں قتل کر دیا تو اب آپ اور وہ آپس میں نمٹ لیں

ابوسفیان کا مسلمان ہونا :-

صحیح بخاری میں ہے کہ فتح مکہ کے دن اسکا خاوند ابوسفیان گرفتار ہوتے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ اور پھر اسکی جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تاریخ طبری میں اس طرح مذکور ہے۔

سوال :- اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم

ابوسفیان کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں ہوا کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود ہے۔

جواب :- ابوسفیان :-

اگر کوئی اور معبود ہوتا تو وہ ہمارے آج کام آتا۔

س :- اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم

کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ج :- ابوسفیان :-

اس میں ذرا شبہ ہے۔

ان جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک اس کے دل میں پوری طرح ایمان راسخ نہیں ہوا تھا۔ لیکن مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بالآخر پکا اور سچا مسلمان ہو گیا تھا چنانچہ غزوہ طائف میں انکی ایک آنکھ بھی زخمی ہو گئی تھی اور جنگ یرموک میں وہ بھی کلی طور پر چلی گئی۔ صحیح مسلم میں انکی فضیلت کا یوں ذکر ہوا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان المسلمون لا ینظرون الی ابی سفیان ولا یقاعدونہ فقال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ ثلاث اعطنیھن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ بنت سفیان ازوجکھا قال نعم قال ومعاویۃ تجعلہ کاتبا بین یدیک قال نعم قال تؤمرنی حتی اقاتل الکفار کما کنت اقاتل المسلمین قال نعم قال ابو زمیل ولولا انہ طلب ذلک من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اعطاہ ذالک لانہ لم یکن یسأل شیئاً الا قال نعم لہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نہ تو مسلمان ابوسفیان کی طرف دیکھتے تھے ۔ اور نہ ہی اس کے پاس بیٹھتے تھے ۔ کیونکہ وہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ، تو مسلمان ہونے کے بعد اس نے عرض کی اللہ کے نبی آپ میری تین باتیں قبول کرلیں ۔ آپ بولے اچھا تو ابوسفیان نے کہا کہ وہ عورت جو تمام عرب سے زیادہ حسین ہے ، وہ میری بیٹی ام حبیبہ ہیں چاہتا ہوں کہ اسکا نکاح آپ سے کردوں تو آپ نے کہا اچھا دوسری یہ کہ میرا بیٹا جو معاویہ رضؓ ہے آپ اسکو اپنا کاتب بنالیں تو آپ نے فرمایا اچھا تیسری یہ کہ آپ مجھے حکم دیں کہ میں کافروں سے لڑوں جسطرح کہ میں اسلام سے قبل کفار سے لڑتا تھا تو آپ نے فرمایا اچھا ۔ ابوزمیل کا بیان ہے کہ اگر ابوسفیان آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان باتوں کا مطالبہ نہ کرتا تو آپ اسکو

لہ صحیح مسلم کتاب الفضائل

نہ دیتے کیونکہ ابوسفیان نے جو آپ سے مانگا تو ہر بار آپ نے قبول کیا۔
تو اسکی وجہ یہ تھی کہ جو کوئی چیز آپ سے مانگتا تھا آپ انکار نہیں کرتے تھے۔

ایک اشکال کا حل :-

اس حدیث میں ایک اشکال بھی ہے جسکا حل کرنا ضروری ہے۔ اشکال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد کوئی نکاح نہیں کیا بلکہ تمام شادیاں آپ کی پہلے ہوئیں جن میں اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی آپکا نکاح تقریباً چھ سات ہجری کے درمیان ہوا تھا کیونکہ یہ چیز بھی ہم کو قرآن سے معلوم ہوتی ہے کہ جب ازواج مطہرات نے آپ سے کہا کہ اب تو اکثر علاقے فتح ہو گئے ہیں لہذا اب ہمیں بھی کچھ دنیا کا مال اور زیور چاہیئے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اگر آپ کی بیویاں آپ سے زیورات چاہتی ہیں تو آپ کہہ دیں کہ میں انکار تو نہیں کرتا کہ تم کو دنیا کا مال اور زیور نہ دوں لیکن اللہ تعالےٰ نے مجھے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ پھر میں تم تمام کو طلاق دیکر اپنی رفاقت سے بھی جدا کر دوں۔ جیسا کہ سورہ احزاب میں ہے۔

ازواج مطہرات کا امتحان :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا [1]

---

[1] آیت ۲۸ تا ۲۹

اے نبی آپ اپنی بیویوں کو کہہ دیں کہ اگر واقعی تم دنیا اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو پھر آئیں کہ میں تمہیں دنیا کا سامان دے دوں اور اس کے ساتھ ساتھ طریقہ احسن سے میں تمہیں اپنے سے بھی جدا کر دوں ورنہ اگر تم اللہ تعالے اور اسکا رسول اور دارِ آخرت کی متمنی ہوں۔ تو پھر ایسی نیک عورتوں کے لئے اللہ تعالے نے بہت بڑا اجر تیار کیا ہوا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ ان آیات میں آپ کی ازواج مطہرات کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان دو چیزوں سے جونسی تم ایک چیز کو چاہتی اور پسند کرتی ہوں وہ تم کو مل جائے گی۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ دونوں ہی تمہیں بیک وقت مل جائیں تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں چیزوں کا تو آپس میں کافی تضاد ہے کہ ہر مومن کے حق میں دونوں بیک وقت جمع ہو کر مفید ثابت ہو سکیں، تو خیر جب آپ کی ازواجِ مطہرات نے ان آیات کو سنا تو اسی وقت بغیر سوچے سمجھے دنیا اور اسکی آب و تاب کو ٹھکرا کر آپ کی رفاقت اور صحبت کو سر اور آنکھوں پر لگا کر دل و جان سے قبول کر لیا تو جب آپ کی ازواج مطہرات نے کسی قیمت پر بھی آپ کی صحبت سے جدا ہونا نہ چاہا تو پھر اللہ تعالے نے بھی انکو یہ مقام دیا اور فرمایا کہ اے نبی اب تم کسی صورت میں انکو اپنے سے جدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی یہ کہ تم کسی کو تبدیل کر لو اور نہ ہی یہ کہ تم کوئی اور مزید لے آؤ جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ۝[1]

اے نبیؐ اب سوائے لونڈیوں کے آپ کے لئے کوئی عورت جائز نہیں کہ آپ ان سے نکاح کریں اور یا اور عورتوں سے ان اپنی

---

[1] سورہ احزاب آیت ۵۲

بیویوں کو تبدیل کر لیں اگرچہ انکا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا نگہبان ہے ۔

قرآن مجید کی اس تصریح کے علاوہ ہمیں تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد کوئی نکاح نہیں کیا مورخین نے بھی لکھا ہے کہ جب ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو کر حبشہ پہنچ گئیں ۔ تو وہاں نجاشی نے انکا نکاح آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور ، یا عثمان یا خالد بن سعید نے پڑھا اور یہ بھی کہا ہے کہ جب ابوسفیان صلح حدیبیہ کو برقرار رکھنے کے لئے مدینہ پہنچا تو یہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ کے گھر ٹھہرا تو کیا دیکھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر چارپائی پر بچھا ہوا ہے تو جب اس نے چارپائی پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو فوراً ام حبیبہؓ نے آپ کا بستر لپیٹ لیا اور چارپائی کو خالی کر دیا ۔ ابوسفیان نے دیکھا تو حیران رہ گیا اور کہا بیٹی والد کے لئے تو بستر بچھا دیا جاتا ہے لیکن تو نے بچھا ہوا بھی لپیٹ لیا ہے ۔ تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس میں کوئی شبہ نہیں ، اگرچہ آپ میرے باپ ہیں ۔

لیکن چونکہ آپ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے جس وجہ سے آپ ناپاک ہیں اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک بستر ہے اس لیئے میں یہ پسند نہیں کرتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک بستر پر آکر ایک ناپاک شخص بیٹھ جائے [1]

اب اس قرآن مجید کی تصریح اور تاریخی شواہد کے پیش نظر ابن حزمؒ تو یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ انہوں نے اس مسلم کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اسکا بنانے والا عکرمہ بن عمار ہے ، شیخ ابن صلاح نے کہا ہے کہ اس روایت کو موضوع کہنا یہ ابن حزم کی بڑی جرأت ہے جو صحیح نہیں کیونکہ عکرمہ بن عمار کو شیخ وکیع اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ مستجاب الدعوۃ تھا ۔

---

[1] اگر اسکی زیادہ تفصیل چاہیے تو قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی رحمۃ اللعالمین ج ملاحظہ ہو ۔

خلاصہ: تو اب کیوں نہیں کہ ان دونوں کے مابین تطبیق دی جائے تاکہ یہ دونوں واقعات اپنی اپنی جگہ برقرار رہیں تو ہو سکتا ہے کہ ابو سفیان کا یہ کہنا کہ میں چاہتا ہوں آپ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دوں اس سے مراد تجدید نکاح ہو گو اگرچہ پہلے پڑھا ہوا تھا لیکن اسکا خیال ہو کہ میں اسوقت کافر تھا۔ اور وہ میری بغیر اجازت کے ہوا اور پھر یہ کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ کہا کہ اچھا نہ یہ کہ آپ نے دوبارہ نکاح کیا اور نہ ہی ابو سفیان کو کہا کہ دوبارہ نکاح ضروری ہے "واللہ اعلم"۔ تو خیر بیان یہ ہو رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکی نوازش اسقدر آدمی کی طرف تیزی سے بھاگتی ہے کہ بس وہ کوئی بہانہ ہی ڈھونڈتی ہے تاکہ گیند کی طرح اسے اوپر سے ہی پکڑ لے اور وہ گرنے بھی نہ پائے۔

اسلام لانے کی فضیلت: جب آدمی صدقِ یقین سے مسلمان ہو جاتا ہے تو مسلمان ہوتے ہی اس کے سب گناہ دھل جاتے ہیں اور ایسا پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح وہ آج ہی جنم لے رہا ہے اور پھر یہ بھی کہ اگر اس نے کفر کی حالت میں کوئی اچھے عمل بھی کیے تھے۔ تو وہ بھی ہرگز رائیگاں اور ضائع نہیں ہوتے بلکہ ان کا بھی پورا پورا اجر و ثواب ملتا ہے تو اب کیا یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اسکی نوازش نہیں کہ برائیاں تو سب ختم لیکن جو اعمالِ صالح تھے۔ وہ سب محفوظ کر لئے گئے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عن ابن شماسة المهري قال حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياقة الموت يبكي طويلاً وحوّل وجهه الى الجدار فجعل ابنه يقول له ما يبكيك يا ابتاه اما بشرك رسول الله صلى الله عليه وسلم بكذا اما بشرك رسول الله صلى الله عليه وسلم

ہکذا قال فاقبل بوجہہ فقال ان افضل ما نعد شہادة ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ انی قد کنت علی اطباق ثلاث لقد رأیتنی وما احدٌ اشد بغضاً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی ولا احب الی ان اکون قد استمکنت منہ و قتلتہ فلومت علی تلک الحال لکنت من اہل النار فلما جعل اللہ عزوجل الاسلام فی قلبی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ابسط یمینک فلابا یعلک فبسط یمینہٗ قال فقبضت یدی قال مالک یا عمرو قال قلت اردت ان اشترط قال تشترط ماذا قلت ان یغفرلی قال اما علمت ان الاسلام یہدم ما کان قبلہ و ان الہجرة تہدم ما کان قبلہا و ان الحج یہدم ما کان قبلہٗ وما کان احد احب الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فی عینی وما کنت اُطیق ان املا عینی منہ اجلالاً لہ ولو سئلت ان اصفہ ما طقت لانی لم اکن املأ عینی منہ ولو مت علی تلک الحال لرجوت ان اکون من اہل الجنة ثم ولینا اشیآء ما ادری ما حالی فیہا واذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقیموا حول قبری

قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی[1]

حضرت ابن شماسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فوت ہونے کے قریب ہوئے تو ہم اس وقت انکے پاس تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کیا اور کافی دیر تک روتے رہے ان کے بیٹے نے سوال کیا ابا جان کیا وجہ ہے آپ اتنا رو رہے ہیں کیا آپ کو اللہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں خوشخبری نہیں دی فلاں خوشخبری نہیں دی تو پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ وہ بات جسکو ہم سب باتوں سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے تھے۔ وہ اس بات کی گواہی دینا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں (اور غور کرنا) کہ میرے اوپر تین دور آئے ہیں۔ جن سے پہلا یہ تھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا بغض جتنا میرے دل میں تھا اتنا کبھی اور کسی کا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے میں یہ چاہتا اور پسند کرتا تھا کہ کسی وقت قدرت پا کر آپ کو قتل کر دوں تو اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ میں اہل نار سے نہ ہوتا۔ تو جب اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت بٹھا دی تو میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان۔

تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا تو آپ نے کہا عمرو اب کیا ہوا، میں نے کہا مجھے یاد آیا کہ آپ سے ایک شرط کر لوں فرمایا ہاں بتاؤ وہ شرط کیا ہے تو میں نے کہا کیا میرے پہلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تو جانتا نہیں کہ اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اسی طرح ہجرت بھی پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج سے بھی پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو اس وقت میری یہ حالت تھی کہ اللہ کے رسول سے بڑھ کر نہ ہی تو دل میں کسی اور کی محبت تھی اور نہ ہی وہ میری آنکھوں میں بڑا تھا۔ اور چہرے کی جلالت و وجاہت بھی اسقدر تھی کہ میں آپ کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا اور اگر میں اسکے متعلق پوچھا جاؤں تو سوچ ہی نہیں سکتا کہ آپ کی اس تعجب انگیز جلالت کو بیان کر سکوں اسلئے کہ میری آنکھوں سے یہ کبھی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ آپ کو جم کر دیکھ سکیں کاش کہ اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا تو تو مجھے یقین تھا کہ میں جنت میں چلا جاتا تو پھر اس کے بعد چند ایسے معاملات میں پھنسا تو پتہ نہیں کہ اب انکی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا تو جب میں فوت ہو جاؤں تو نہ میرے پیچھے نوحہ کرنے والی چلے اور نہ ہی آگ لانا اور جب تم مجھے دفن کر دو تو آرام سے مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنا وقت ٹھہرنا جتنا کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور پھر اسکا گوشت تقسیم کیا جائے اور یہ اسلئے تاکہ میرا دل تمہاری وجہ سے مانوس ہو اور گھبرائے نہیں اور یہ بھی کہ دیکھوں میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

خلاصہ:۔ یہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہ شخص ہے جسکا خود اپنا بیان ہے کہ میرے تمام اوقات اسی گھات میں گذرتے تھے کہ کہیں کوئی ایسا وقت ملے کہ جب میں اس اللہ کے نبی کو قتل کر دوں تاکہ مکہ

کی فضاء جو اپنی پہلی سمت سے ہٹ چکی ہے وہ اسی اپنی پہلی سمت پر آجائے اور پھر یہ ہی نہیں کہ اس نے آپ کو ستایا یا دکھ دیا ہو بلکہ مکہ میں جو مسلمان ہوتا اس کا بڑی سختی سے نوٹس لیتا حتیٰ کہ وہ مسلمان جو حبشہ کی طرف نکل گئے انکے پیچھے وہاں پہنچ گیا تاکہ انہیں واپس لاکر پھر انکو وہی تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں جو پہلے دی جاتی تھیں تو خیر اچانک ایسا ہوا کہ اللہ کی رحمت نے اس تیزی سے لیا کہ یہ فاتح مصر اور وہ خالد جو فاتح شام تھا چھ ہجری میں بارگاہِ رسالت میں آئے اور مسلمان ہوکر لشکر اسلام میں داخل ہوئے اور یہ بھی کہ ان دونوں کے مسلمان ہونے کے وقت جس قدر آپ کو خوشی اور مسرت تھی اسکا اندازہ خود آپ ہی لگا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں کہ جس سے ہم اسکا کوئی صحیح اندازہ لگاسکیں اور یہ بھی کہ مسلمان ہونے کے بعد پھر جس قدر انہوں نے کفر کو للکارا اور اسکی دھجیاں اڑائیں وہ بھی بے مثال اور بے نظیر تھیں جو رہتی دنیا تک تاریخی اوراق پر ثبت رہیں گی۔ اب اگر کوئی پوچھے اور سوال کرے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو انکو اتنا اونچا اور عروج پر لے گئی۔ تو اسکا جواب بھی سیدھا ہے کہ جب وہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ایسا ایمان کہ جو کسی وقت بھی لالچ یا دباؤ کی صورت میں ڈھیلا پڑا اور نہ کمزور ہوا۔ بلکہ ایسا مضبوط اور ٹھوس رہا، کہ اگر پہاڑوں کی مانند بھی ان پر مصائب لوٹتے یا دنیا کے خزانے انکے دامن میں بچھا دیئے تو پھر بھی ان دونوں سے کوئی طاقت انکے ایمان کو متزلزل نہ کرسکی تھی۔ بلکہ وہ تو دن بدن بڑھتا اور ترقی پذیر ہی ہوتا چلا گیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالٰے کے وہ مقامات عالیہ اور الطاف و انعام کو جا پایا کہ جہاں تک کسی کی عقل بھی نہیں پہنچ سکتی۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی فضیلت :-

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلس علی المنبر

فقال عبد خيره الله بين ان يوتيه زهرة الدنيا وبين ما عنده فاختر ما عنده فبكى ابوبكر وبكى فقال فديناك بآبائنا وامهاتنا قال فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير وكان ابوبكر اعلمنا به وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امن الناس على فى ماله وصحبته ابوبكر ولو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابابكر خليلا ولكن اخوة الاسلام لا تبقين فى المسجد خوفة الاخوخة ابى بكر [1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور کہا اللہ کا ایک بندہ جسکو اللہ تعالے ان دو چیزوں سے ایک کا اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا کی آب وتاب میں رہے یا میرے پاس آنا پسند کرے تو پھر اس نے اللہ کے پاس جانا ہی پسند کر لیا ہے تو یہ سن کر ابوبکرؓ رو دئے اور کہا آپ پر ہماری مائیں اور باپ قربان ہوں کیونکہ وہ سمجھ گئے اور ہم نہیں سمجھے تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ وہ ہم سب سے زیادہ صاحب علم اور صاحب فہم شخص تھا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا سنو سب لوگوں سے بڑھکر صحبت اور مال کے اعتبار سے جس شخص کا مجھ پر احسان ہے وہ ابوبکرؓ ہے لہذا اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن اب اسلامی اخوت ہے۔ اور اگر کسی شخص کی کھڑکی مسجد کی طرف ہے تو بند کر دو لیکن ابوبکر رضؓ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل۔

فائدہ:- ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیل کی نفی کی اور کہا کہ وہ میرا ساتھی ہے خلیل نہیں ہے تو اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ دراصل خلیل اسکو کہتے ہیں کہ جسطرف آدمی کلی طور پر ہر چیز سے منقطع ہوکر اسی کے خیال میں ہی مستغرق ہوجائے اور سوائے اسکے کسی اور کا غلبہ نہ آنے پائے تو پھر کہا جاتا ہے یہ اسکا خلیل ہے چونکہ یہ سوائے اللہ تعالےٰ کی ذات کے اور کسی کے لئے زیبا نہیں ہے اسلئے اب ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضؓ حضرت عائشہ رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ حضرت اسامہ رضؓ حضرت زید رضؓ حضرت ابوبکر اور دیگر صحابہ کے ساتھ آپ کو محبت تھی خلت نہیں تھی قاضی عیاض نے جو روایت بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا حبیب ہوں تو یہ روایت اس روایت کے خلاف نہیں کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبت سے خلت کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے جس طرح کہ مسلم سے مومن کا۔

۲:- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَ لٰكِنَّهُ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ وَ قَدِ اتَّخَذَ اللّٰهُ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے کیونکہ تمہارے ساتھی کو تو اللہ تعالےٰ نے اپنا خلیل بنالیا ہے۔

۳:- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ

---

[1] صحیح مسلم

خَلِیْلاً لَاتَّخَذْتُ ابْنَ اَبِیْ قُحَافَۃَ خَلِیْلاً وَلٰکِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اہل زمین والوں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابی قحافہ کے بیٹے کو بناتا۔ لیکن اب یہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ تمہارا ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔

۴:- عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَہٗ عَلٰی جَیْشٍ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَۃُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْھَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالاً [۲]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذات السلاسل [۳] کے لشکر کے ساتھ بھیجا تو کوچ کرنے سے پہلے میں آپؐ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ اللہ کے رسول سب لوگوں سے زیادہ آپؐ کو کس شخص سے محبت ہے تو آپؐ نے فرمایا عائشہؓ پھر میں نے سوال کیا آدمیوں سے تو آپؐ نے فرمایا اسکا باپ پھر میں نے پوچھا انکے بعد تو فرمایا عمرؓ تو اسوقت آپ نے اور بھی آدمیوں کا نام لیا۔

فائدہ:۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے پوچھا تھا اسکی یہ وجہ تھی کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اس لشکر کی سپہ سالاری دی تو ہوسکتا ہے کہ انکے دل میں خیال آیا ہو کہ میں تمام صحابہ سے افضل ہوں ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مجھے اس لشکر کا کمانڈر بنایا جائے تو پھر اس نے وضاحت طلب کی تو آپ نے توضیح کردی۔

---

[۱] صحیح مسلم [۲] صحیح مسلم

[۳] ذات سلاسل ملک شام کے گرد و نواح کے ایک پانی کا نام ہے وہاں آٹھ ہجری اور جمادی الآخر کے مہینہ میں لڑائی ہوئی تھی

۱۰۔ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا فَاَمَرَھَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْہِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَءَیْتَ اِنْ جِئْتُ فَلَمْ اَجِدْکَ کَاَنَّھَا تَعْنِی الْمَوْتَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَکْرٍ[۱]

حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ ایک عورت نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے کہا دوبارہ آنا تو اس نے کہا اگر میں دوبارہ آؤں لیکن آپؐ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کی وفات ہو جائے) تو آپؐ نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

۱۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اتَّبَعَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ جَنَازَۃً قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِیْ امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج کونسا روزے دار ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں پھر آپؐ نے پوچھا آج جنازہ کے پیچھے کون گیا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں پھر آپؐ نے پوچھا کہ تم میں سے آج مسکین کو کس آدمی نے کھانا کھلایا ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو آپؐ نے فرمایا کہ جس آدمی میں یہ تین چیزیں ایک ہی دن میں جمع ہوئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

---

[۱] صحیح مسلم [۲] صحیح مسلم

فائدہ:۔ اب اگر ان روایات پر سرسری بھی نظر کریں تو ظاہر ہے کہ خلافت کا مسئلہ اسقدر واضح اور نکھرا ہوا ہے کہ اگر کوئی آدمی معمولی سی بھی سوجھ بوجھ سے کام لے تو اس کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ وہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کر سکے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت:۔ عن سعد قال استاذن عمر علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعندہٗ نساءٌ من قریش یکلمنہ ویکثرنہ عالیۃً اصواتھن فلما استاذن عمر قمن یبتدرن الحجاب فاذن لہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحك فقال عمر اضحك اللہ سنك یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجبت من ھولاءِ التی کن عندی فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب قال عمر فانت یا رسول اللہ احق ان یھبن ثم قال عمر ای عدوات انفسھن اتھبننی ولا تھبن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلن نعم انت اغلظ وافظ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ مالقیك الشیطان قط سالکا فجا الا سلك فجا غیر فجك[1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی

---

[1] صحیح مسلم :۔ اس حدیث پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بنسبت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر سے شیطان زیادہ ڈرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث میں کہاں ہے کہ آپ نے بیان ہو کر ہو سے شیطان کم ڈرتا ہے اور یہ چیز بھی ظاہر ہے کہ جتنا چور کوتوال سے ڈرتا ہے اتنا بادشاہ اور گھر والوں سے نہیں ڈرتا ۔

تو کیا دیکھا کہ اسوقت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی کچھ عورتیں
بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ آپ کے ساتھ کثرت اور اونچی آواز سے باتیں کر
رہی تھیں جب حضرت عمرؓ نے اجازت لی تو فوراً اٹھیں اور بھاگ گئیں
(تو خیر) جب آپ نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی تو کیا دیکھا کہ آپؐ
ہنس رہے ہیں۔ حضرت عمر بھی خوش ہوئے) اور کہا کہ اللہ تعالےٰ آپؐ
کو اسی طرح ہنستا ہوا رکھے پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا مجھے ان عورتوں
پر تعجب ہوا جو میرے پاس بیٹھی تھیں یونہی تیری آواز سنی تو فوراً چھپ کر
بھاگ گئیں تو حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کے رسولؐ آپکا تو زیادہ حق ہے کہ وہ
آپؐ سے ڈرتی اور بھاگتیں تو پھر ان عورتوں کی طرف ہوئے اور کہا
اے اپنی جان کی دشمنو کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسولؐ سے نہیں ڈرتی
تو عورتوں نے کہا ہاں کیونکہ ظاہر ہے کہ تم اللہ کے رسول سے زیادہ سخت
اور غصہ والے ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عمر مجھے اس اللہ
کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب شیطان تم کو کسی گلی چلتا ہوا
دیکھ لیتا ہے وہ اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی ہو جاتا ہے۔

آپؐ کا حضرت عمرؓ کو خوشخبری سنانا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ
اِذَا رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ
فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ
غَيْرَةَ عُمَرَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَبَكٰى عُمَرُ
وَنَحْنُ جَمِيْعًا فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَعَلَيْكَ اَغَارُ له

له صحیح مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن سویا ہوا تھا کہ اچانک میں نے اپنے آپ کو جنت میں پایا تو کیا دیکھا کہ وہاں ایک عورت محل کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے۔ تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے تو اس نے کہا حضرت عمرؓ کا ہے تو میرا دل چاہا کہ اندر داخل ہو کر دیکھ لوں تو اچانک مجھے حضرت عمرؓ کی غیرت یاد آگئی تو میں اسی وقت پلٹ آیا حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے سنا تو رو پڑے اور ہم بھی اس وقت سب مجلس میں تھے۔ اور یہ بھی کہا کہ اللہ کے رسول آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا میں آپؐ پر غیرت کروں۔

اس امت کے پہلے محدث:-

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ[1]

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں سے کچھ ایسے آدمی ہوا کرتے تھے جن کی رائے اور خیال و گمان عین شریعت کے مطابق صحیح ہوتا تھا۔ اور یا یہ کہ انکو فرشتہ الہام کر دیتا تھا میری امت میں اگر کوئی ایسا پہلا آدمی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہے۔

حضرت عمرؓ کی فتوحات کی تمثیل:-

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ

---

[1] صحیح مسلم

مِنْهَا مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میں ایک دن سویا ہوا تھا کیا دیکھا کہ میں ایک کنویں پر ہوں جس پر ایک ڈول پڑا ہوا ہے تو میں نے پانی کھینچنا شروع کیا اور اتنا کھینچا جتنا اللہ کو منظور تھا پھر ابوبکر نے پکڑ لیا ایک دو ڈول کھینچے (تو معلوم ہوا) کہ انکے کھینچنے میں ضعف ہے اور یہ اللہ انکو معاف کرے پھر یونہی وہ ڈول بڑا ہو گیا تو عمرؓ بن خطاب نے تھام لیا تو پھر میں نے کوئی خوبصورت اور تندور سردار نہیں دیکھا کہ جس نے حضرت عمرؓ کی طرح کثرت سے پانی کھینچا ہو حتی کہ سب لوگ اس سے اپنی اپنی اونٹنیوں کو سیراب کر کے اپنی اپنی آرام گاہوں میں پہنچ گئے۔

فائدہ:۔ حدیث میں جو ذکر ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے کھینچنے میں قدرے کمزوری تھی اس سے کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضرت ابوبکرؓ کا مقام کم تھا اور حضرت عمرؓ کا زیادہ تھا۔ بلکہ اس کمزوری سے مراد مدتِ خلافت ہے جو بنسبت حضرت عمر کی خلافت کے بہت کم تھی ورنہ اگر دس سال کی مدتِ خلافت ابوبکرؓ بھی پا لیتے تو وہ بھی دین کا کام کرنے میں حضرت عمر سے پیچھے نہ رہتے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ دو سال تین ماہ کی مدتِ خلافت میں انہوں نے جتنا کام کیا اور دین کو سنبھالا اور اسی نہج پر رکھا جس نہج پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا تو یہ انہی کا حصہ تھا۔ ورنہ اگر کوئی

---

[1] صحیح مسلم

اور ہوتا تو جس طرح آپ کے فوت ہونے کے بعد مرتدین لوگوں کی یلغار تھی دیکھ کر گھبرا جاتا لیکن حضرت ابوبکرؓ بڑی ہمت اور فراست سے اٹھے اور مرتدین لوگوں کو سنبھالا اور خبردار کیا کہ اگر کوئی آدمی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زکوٰۃ کی ایک مہار دیا کرتا تھا اور آج اس نے اس مہار دینے سے انکار کیا اور یا اس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تو اس پر ابوبکر کی آخری دم تک تلوار چلے گی۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ بھی یہ بات سن کر حیران ہو گئے۔ اور اسکو نہ سمجھ سکے جو کہ بعد میں وہ بھی سمجھ گئے کہ واقعی ابوبکرؓ اس بات میں سچا اور حق بجانب ہے۔

حضرت عمرؓ کا سراپا دین دار ہونا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ۔ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میں سویا ہوا تھا۔ تو کیا دیکھا کہ لوگ میرے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے قمیضیں پہنی ہوئی ہیں تو بعض کی قمیض اسقدر چھوٹی ہے کہ وہ صرف پستان تک پہنچتی ہے اور بعض کی کچھ اس سے بڑی ہے لیکن جب حضرت عمر میرے سامنے آئے تو ان پر اسقدر لمبی قمیص تھی کہ وہ زمین پہ گھسیٹتی آ رہی تھی تو صحابہ

[1] صحیح مسلم بخاری

نے عرض کی اللہ کے رسول اسکی تعبیر کیا ہے تو آپ نے فرمایا علم

حضرت عمرؓ کا سراپا حق کہنا:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے حق بات حضرت عمر کے دل اور زبان پر رکھ دی ہے یعنی جوانکے دل میں آتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور جو وہ بولتا ہے وہ بھی حق ہوتا ہے

حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرُ فَغَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ظَاھِرًا [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ ابی جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو عزت دے (تو کیا ہوا) کہ صبح صبح ہی حضرت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آکر مسلمان ہو گئے تو پھر آپ نے بیت اللہ میں بر سرِ عام نماز پڑھی۔

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا باہم ذکر کرنا:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال

انی لواقف فی قوم فدعوا اللہ لعمر وقد وضع علی سریرہ اذا رجل من خلقی قد وضع مرفقہ علی منکبی

---

[1] ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے شیخ البانی کا بیان ہے کہ اس سے بھی اعلیٰ ہے۔

[2] احمد ترمذی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے شیخ البانی کا بھی یہی خیال ہے

يقول يرحمك الله انى لارجوان يجعلك الله مع صاحبيك لانى كثيرا ما كنت اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كنت وابوبكر وعمر وفعلت وابوبكر وعمر و انطلقت وابوبكر وعمر فالتفت فاذا على بن ابى طالب رضى الله عنه [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ شہید ہوئے اور انکو انکی چارپائی پر رکھا گیا۔ توجنہوں نے ان کے لئے اللہ سے دعا کی تھی میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا تو اچانک ایک آدمی جو میرے پیچھے تھا اس نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور یہ کہہ رہا تھا اللہ آپ پر رحم کرے مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا۔ کیونکہ میں نے یہ اکثر دفعہ سنا کہ اللہ کے رسول کہا کرتے تھے کہ میں ابوبکر اور عمر تھے میں ابوبکر اور عمرؓ نے کیا، میں ابوبکر اور عمر چلے، میں ابوبکرؓ اور عمر داخل ہوئے میں ابوبکر اور عمر نکلے جب میں نے پیچھے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

۲:۔ عن ابى هريرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بينا رجل يسوق بقرة اذ اعيى فركبها فقالت انا لم نخلق لهذا انما خلقنا لحراثة الارض فقال الناس سبحان الله: بقرة تكلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فانى اومن به انا وابو بكرؓ وعمرؓ وما هما ثم وقال بينما رجل فى غنم له اذ عدا الذئب على شاة

---

[1] صحیح بخاری ومسلم

منها فاخذها فادركها صاحبها فاستنقذها فقال له الذئب فمن لها يوم السبع يوم لا راعي لها غيري فقال الناس سبحان الله ذئب يتكلم، فقال اومن به أنا و ابوبكر وعمر وما هما ثم[1]

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (واقعہ یہ ہے) کہ ایک آدمی کہیں بیل لے جا رہا تھا۔ جب تھک گیا تو اس پر سوار ہو گیا تو بیل نے کہا ہم اسلئے پیدا نہیں کئے گئے کہ تو ہم پر سوار ہو بلکہ ہم تو زمین بونے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جب لوگوں نے سنا تو تعجب سے (سبحان اللہ) کہا کہ دیکھو بیل بھی کلام کرتا ہے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا میں ابوبکرؓ اور عمرؓ ایمان لائے ہیں حالانکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اسوقت وہاں نہیں تھے پھر آپ نے کہا کہ ایک آدمی بکریاں چرا رہا تھا اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس نے ایک بکری کو اٹھا لیا مالک نے دیکھا تو اس نے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے کہا جس دن کہ سب لوگ مر گئے اور ہم رہ گئے اور سوا ہمارے کوئی چرواہا بھی نہیں ہوگا تو پھر کون ہے جو انکو چھڑائے گا جب لوگوں نے سنا تو تعجب سے کہا (سبحان اللہ) دیکھو بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابوبکر اور عمرؓ ایمان لائے ہیں۔ حالانکہ ابوبکرؓ اور عمرؓ اس وقت وہاں نہیں تھے۔

---

[1] صحیح بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ مناقب ابی بکرؓ و عمرؓ

۱۳۔ عن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رائیت کان میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فساءہ ذلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ الملک من یشاء[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے نازل ہوا جس میں آپ اور حضرت ابوبکر وزن کئے گئے تو آپ ابوبکر سے بھاری نکلے پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ وزن کئے گئے تو ابوبکر بھاری نکلے پھر حضرت عمرؓ اور عثمانؓ وزن کئے گئے تو حضرت عمرؓ بھاری نکلے پھر ترازو اٹھا لیا گیا جب آپ نے سنا تو برا محسوس کیا کیونکہ اس میں خلافت کے جلد ختم ہونے کا اشارہ تھا) تو پھر اس کے بعد اللہ تعالےٰ جس کو چاہے گا۔ بادشاہت دے گا۔

حضرت عثمانؓ کی فضیلت :-

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعا فی بیتہ کاشفا عن فخذیہ اوساقیہ فاستاذن ابوبکر فاذن لہ وھو علی تلک

---

[1] ترمذی وابوداؤد ترمذی نے رویا میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے شیخ البانی کا بھی بیان ہے کہ اسکی سند عمدہ ہے۔

الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن له وهو كذالك فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وسوی ثیابہ قال محمد ولا اقول ذالك فی یوم واحد فدخل فتحدث فلما خرج قالت عائشۃ دخل ابوبکر فلم تهتش لہ ولم تباله ثم دخل عمر ولم تهتش له ولم تباله ثم دخل عثمان فجلست وسویت ثیابك فقال الا استحیی من رجل تستحیی منه الملئکۃ۔ [1]

ام المومنین حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کے دونوں ران یا دونوں پنڈلیاں ننگی تھیں اچانک ابوبکر رض آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ مجھے داخل ہونے کی اجازت دی جائے تو آپ نے اجازت دے دی جب وہ داخل ہوئے تو آپ نے حرکت کی اور نہ کوئی پرواہ کی کچھ وقت ان سے باتیں کیں پھر حضرت عمر آگئے انہوں نے بھی یہ درخواست کی کہ مجھے بھی داخل ہونے کی اجازت دی جائے تو آپ نے اس کو بھی اجازت دے دی پھر آپ نے حرکت کی اور نہ کوئی پرواہ کی تو اس سے بھی کچھ وقت باتیں کیں پھر حضرت عثمان آگئے تو انہوں نے بھی درخواست کی کہ مجھے بھی داخل ہونے کی اجازت دی جائے تو آپ نے اس کو بھی اجازت دی (تو کیا ہوا) کہ آپ جلدی سے بیٹھ گئے۔ اور کپڑوں کو درست کر لیا، (اس حدیث کے راوی محمد کا بیان ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا آپ نے ایک مرتبہ کیا بلکہ کئی مرتبہ کیا ہے) تو ان سے بھی آپ نے کچھ وقت باتیں کیں (تو خیر) جب سب چلے گئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے علیہ وسلم سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ ابوبکر رض داخل ہوئے تو آپ

---

[1] صحیح مسلم

نے کوئی حرکت نہیں کی حضرت عمرؓ داخل ہوئے تو کوئی حرکت نہیں کی لیکن جب حضرت عثمانؓ داخل ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کرلیا تو آپ نے فرمایا کیا میں ایسے آدمی سے حیا نہ کروں کہ جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

تنبیہ:- ذرا غور کریں کہ جس آدمی سے فرشتے اور امام الانبیاء بھی حیا کرے تو اب اس کے اعلیٰ وارفع اور جنتی ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے تو پھر بھی اگر انکے سامنے کبھی وقت قبر کا ذکر ہوتا تو اسکی دہشت و وحشت اور ہولناکیوں کو یاد کرکے اتنا روتے کہ روتے روتے آپ کی داڑھی بھی بھیگ جاتی تھی۔[1]

حضرت عثمانؓ کو بشارت دینا:-

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ فِيْ كُمِّهٖ حِيْنَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِيْ حِجْرِهٖ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِيْ حِجْرِهٖ وَيَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ جب نبیؐ نے جنگ تبوک کی طرف لشکر تیار کیا تو حضرت عثمانؓ کپڑے کی ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور ان سب کو آپ کی خدمت میں لاکر پیش کردیا۔ تو کیا دیکھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم انکو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آج کے بعد حضرت عثمانؓ نے کوئی گناہ بھی کرلیا تو بھی کوئی حرج نہیں اور یہ آپ نے دو مرتبہ کہا۔

[1] ترمذی وابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۲۳ [2] احمد، امام ترمذی نے بھی اسکو ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث حسنٌ غریبٌ شیخ البانی کا بیان ہے کہ اسکی سند حسن ہے۔

ایک اور بشارت دینا:۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائطٍ من حوائط المدینہ وھو متکیٔ یرکز بعودٍ معہ بین الماءِ والطین اذا ستفتح رجلٌ فقال افتح وبشرہ بالجنۃ قال فاذا ابوبکرٍ ففتحت لہ وبشرتہ بالجنۃ قال ثم استفتح رجلٌ اخر فقال افتح وبشرہ بالجنۃ قال فذھبت فاذا ھو عمر ففتحت لہٗ وبشرتہ بالجنۃ ثم استفتح رجلٌ اخر قال فجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال افتح وبشرہٗ بالجنۃ علی بلویٰ تکون قال فذھبت فاذا ھو عثمان بن عفان قال ففتحت لہ وبشرتہ بالجنۃ قال وقلت الذی قال فقال اللھم صبرًا واللہ المستعان [1]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور آپ کے پاس ایک لکڑی تھی جسکو آپ کیچڑ میں ٹھونس رہے تھے اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو آپ نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دے اور جو داخل ہو اسکو جنت کی بھی بشارت دے میں گیا تو اچانک وہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے تو میں نے دروازہ کھولا اور انکو جنت کی بشارت دی پھر ایک اور آدمی آیا اور دروازہ کھلوایا تو آپ نے حکم دیا کہ دروازہ کھول دے اور جو داخل ہو اسکو بھی جنت کی بشارت دے میں گیا تو اچانک وہ حضرت عمر تھے تو میں نے دروازہ کھولا اور انکو بھی جنت کی خوشخبری دی پھر ایک اور آدمی آیا اور دروازہ کھلوایا تو آپ بیٹھ گئے

---

[1] صحیح مسلم

اور حکم دیا کہ دروازہ کھول دے اور اسکو بھی بلوائی قوم پر جنت کی بشارت دے میں گیا تو اچانک وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے میں نے دروازہ کھولا اور ان کو بھی جنت کی بشارت دی اور وہ بھی بات کہی جو انکے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی ذکر کی تھی جب سنا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ مجھے اسوقت صبر دینا اور میری مدد کرنا۔

فائدہ:۔ یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں ایک بہت بڑی پیشگوئی ذکر ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ ان پر بلوائی حملہ کریں گے اور شہید کر دیں گے چنانچہ جس طرح آپ نے کہا تھا اسی طرح ہی ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت:۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب فی غزوۃ تبوک فقال یارسول اللہ تخلفنی فی النساء والصبیان قال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی علیہ السلام غیر انہ لا نبی بعدی [۱]

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو روانہ ہوئے تو لعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول کیا آپ مجھے مدینہ میں بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ میرے ہاں تو وہی مقام رکھتا ہے کہ جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔

تنبیہ:۔ اس حدیث سے کوئی آدمی اپنی کم فہمی اور کم عقلی کی بنا پر یہ نہ سمجھ لے کہ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد حضرت علی کی خلافت ثابت ہو رہی ہے بلکہ اس حدیث

---

[۱] صحیح مسلم

سے بیان کرتے اور حضرت علی کی تشبیہ حضرت ہارون کے ساتھ دینے میں تو صرف آپ کا مقصد یہ تھا کہ کیا علی تو اس بات پر خوش نہیں کہ جب حضرت موسیٰ طور پر گئے تو بعد میں وہ اپنے بھائی حضرت ہارون کو خلیفہ بنا گئے تھے تو میں بھی آپ کو اسی طرح مدینہ کا خلیفہ مقرر کئے جا رہا ہوں کہ میرے آنے تک تم نے اہل مدینہ کا خیال رکھنا ہے ورنہ اگر اس سے خلافت کی دلیل لیں تو یہ سراسر حق اور مفہوم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ [۱]

حضرت علیؓ کو علم دینا:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة رجلاً یحب الله ورسوله یفتح الله علی یدیه قال عمر ابن الخطاب ما احببت الامارة الا یومئذ قال فتساورت لها رجاء ان اعطاه ایاها وقال فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ابن ابی طالب فاعطاه ایاها وقال امش ولا تلتفت حتی یفتح الله علیک قال فسار علی شیئا ثم وقف ولم یلتفت فصرخ یا رسول الله علی ماذا اقاتل الناس قال قاتلهم حتی یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فاذا فعلوا ذلک فقد منعوا منک دماءهم واموالهم الا بحقها وحسابهم علی الله [۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خیبر کے دن اللہ کے رسول

---

[۱] حضرت ہارون علیہ السلام ایک سال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے اور یہ تین سال پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فوت ہو گئے تھے۔ رحمۃ للعالمین ج

[۲] صحیح مسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کل میں ایسے آدمی کے ہاتھ جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پر اللہ خیبر بھی فتح کرے گا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی پسند نہیں کیا تھا کہ مجھے امارت ملے لیکن اس دن میں نے بھی پسند کیا کہ کاش کل مجھے ہی جھنڈا دیا جائے اور پھر اسی چیز کی امید رکھتے ہوئے۔ میں آپ کے سامنے بھی آیا کہ کہیں آپ مجھے اس کام کے لئے آواز دیں لیکن جب کل ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جھنڈا دے دیا اور کہا اے علی تم اس تیزی سے جاؤ کہ پیچھے نہ دیکھنا اللہ تعالے آپ کو آج فتح دے گا۔ جب سنا تو حضرت علیؓ چلے اور تھوڑا سا چلے تو ٹھہر گئے پیچھے نہ دیکھا بلکہ اسی طرح پوچھا کہ اللہ کے رسول کس بات پر لوگوں سے لڑوں تو آپ نے کہا جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسکا رسول ہے اگر انہوں نے مان لیا تو پھر سوائے اس کے کہ کسی حق کے بدلے (انہوں نے اپنا خون اور مال بچا لیا۔ اور نہ اگر اسکا علم کسی کو نہ ہوا) تو پھر اسکا حساب اللہ پہ ہے۔

توضیح :- خیبر کو فتح کرنے کے لئے ہر روز جنگ ہوتی تھی اور صحابہ کرام پوری ہمت سے لڑتے تھے۔ کہ یہ فتح ہو جائے لیکن خیبر کے چند ایسے قلعے تھے جو بیحد مضبوط اور مرصوص تھے جو ہر چند کوشش کے فتح نہیں ہوئے تھے۔ تو آخر ایک دن آپؐ نے کہا کہ تم نے خود دیکھا کہ ان قلعوں کو فتح کرنے کے لئے ہر چند کوشش کی گئی۔ لیکن فتح نہیں ہوئے، تو دیکھو کل میں ایسے شخص کے ہاتھ علم دونگا جس کے ہاتھ پر یہ پورا خیبر فتح ہو جائے گا۔ تو اب آپ خود غور کریں کہ یہ کتنا اونچا اور لاثانی مقام ہے کہ جس کا اس بارے میں انتخاب ہوا اور وہ پھر فاتح خیبر کے نام سے موصوف ہو چنانچہ اسی لئے ہر صحابی یہ خواہش اور تڑپ رکھتا تھا کہ کہیں مجھے یہ اعزاز مل جائے اور صبح کے وقت اللہ کے رسول اسلامی افواج

کی کمان میرے ہاتھ میں دیں تو آخر کیا ہوا کہ صبح ہوتے ہی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور خود اپنے ہاتھ سے انکو جھنڈا دیا اور کہا کہ جاؤ اللہ آج تمہارے ہاتھ پہ اس خیبر کو فتح کر دے گا۔

مقامِ غور:۔ دل چاہتا ہے کہ یہاں مناسبت قصہ کی بناء پہ ایک اور چیز ذکر کر دوں جو بجید سوچنے اور غور کرنے کے قابل ہے کہ دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر تھے جس میں شیعہ کو بھی اختلاف نہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی اونچا لے جاتے ہیں تو بقول انکے اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح نہیں تھی۔ خلاف شرع تھی۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جو فاتح خیبر تھے۔ انہوں نے کیوں مانا اور تسلیم کیا بلکہ اس کے خلاف کیوں کھڑے نہیں ہوئے اور اپنی شمشیر کو حرکت میں نہیں لائے چلو اگر ہم مانیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور انکی بیعت میں انہوں نے صبر سے کام لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت ہی حرکت میں آجاتے اور اپنی شمشیر کو پکڑ لیتے۔ چلو اگر ہم مانیں کہ اس وقت بھی انہوں نے صبر سے کام لیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت ہی حرکت میں آجاتے اور اس غیر شرعی خلافت کو ضرب لگاتے۔ تو جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب یہ چیز خود بخود نکھر جاتی ہے کہ یقیناً وہ ان تینوں خلافتوں کو ہی صحیح اور شرعی مانتے تھے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ان کے خلاف محاذ آرائی نہ کرتے اور اپنی تلوار کو نیام سے باہر نہ لاتے۔

ایک اور قابلِ غور پہلو:۔ آپ جانتے ہیں کہ ان کے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ سمجھا کہ یزید کی خلافت صحیح نہیں ہے بلکہ غیر شرعی ہے تو اسی وجہ سے مع اپنے اہل و عیال کے میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے لیکن یزید کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تو جب بیٹا ایک چیز کو ناجائز اور غیر شرعی سمجھتا ہے اس کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتا بلکہ جان دے دیتا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ جو فاتح خیبر تھا ایک چیز کو ناجائز اور غیر شرعی سمجھتا اور پھر اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتا۔ رفتہ دبر)

علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے :- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ ؎۱

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں اور علیؓ ہر مومن کا دوست ہے

سعد بن ابی وقاصؓ کی فضیلت :- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَرِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَتْ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ اَصْحَابِيْ يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ وَسَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ اَحْرُسُكَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ ؎۲

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات آپ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے کہا کاش اگر آج رات کوئی صالح آدمی آکر میرا پہرہ دے۔ تو کتنا ہی اچھا ہے، اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے۔ کہا اللہ کے رسول میں سعد بن ابی وقاص ہوں اور اس لئے آیا ہوں تا کہ آپ کا پہرہ دوں تو حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اسکے بعد پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم آرام سے سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَا جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ غَيْرِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَاِنَّهٗ جَعَلَ يَقُوْلُ لَهٗ

؎۱ صحیح مسلم ؎۲ صحیح مسلم

يَوْمَ اُحُدٍ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضؓ کے علاوہ کوئی شخص نہیں جس پر آپ نے اپنا ماں باپ قربان کیا ہو مگر جنگ اُحد کے دن انہی کو کہا کہ اے سعد تیر مار آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

جنگ اُحد میں آپکا ہنسنا:

عَنْ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ جَمَعَ لَهُ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ اَحْرَقَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ قَالَ فَنَزَعْتُ لَهُ بِسَهْمٍ لَيْسَ لَهُ نَصْلٌ فَاَصَبْتُ جَنْبَهُ فَسَقَطَ وَانْكَشَفَتْ عَوْرَتُهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى نَوَاجِذِهِ [2]

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ میں ہی تھا جس پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن اپنے ماں باپ فدا کئے تھے تو ایک آدمی تھا جس نے مسلمانوں کو جلا دیا تھا۔ (یعنی مسلمانوں کو بہت قتل کیا تھا) تو آپ صلعم نے کہا اے سعد تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں تو میں نے ایسا کیا کہ وہ تیر لیا جس میں پیکان نہ تھا جب پھینکا تو وہ اسکی پسلی پہ لگا جب گرا تو اسکی شرمگاہ کھل گئی تو آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ کی داڑھوں کو دیکھ لیا۔

---

[1] صحیح مسلم اس روایت میں جو حضرت علی کا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی پر بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ فدا نہیں کئے تو یہ حضرت علی کا اپنا علم تھا ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت زبیرؓ پر بھی آپ نے اپنے ماں باپ فدا کئے ہیں میں آ رہا ہے۔ (انشاء اللہ) [2] صحیح مسلم

فائدہ :- آپ جانتے ہیں کہ جنگ احد میں مسلمانوں کا جو جانی اور مالی نقصان ہوا تھا وہ کوئی مخفی نہیں حتٰی کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم بھی کچھ زخمی ہو گئے تو ایسے وقت بھی اللہ تعالٰے نے سعد بن ابی وقاص رضؓ کو یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے اللہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ وہ سعد بن ابی وقاص ہے۔ کہ جب یہ مسلمان ہوا تھا۔ تو انکی والدہ نے قسم اٹھا لی تھی کہ اے بیٹے اگر تو نے اس نبی کا انکار نہ کیا تو یاد رکھنا کہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ اور نہ ہی کسی سے کلام تک کروں گا۔ اور پھر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالٰے نے آپ کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو لہذا میں تم کو حکم کرتی ہوں کہ تو اس دین کو چھوڑ دے تو آخر جب تین دن گزر گئے تو انکی والدہ پر غشی طاری ہوئی اور وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو پھر اسکا دوسرا بیٹا اٹھا جسکا نام عمارہ تھا اس نے اپنی ماں کو پانی پلایا تو اس کی جان بچی ورنہ قریب تھی کہ وہ مر جاتی لے اب اس واقعہ سے اس مسئلہ کی بھی وضاحت ہوئی کہ والدین کی اطاعت بھی اسی وقت کی جا سکتی ہے جبکہ انکی وہ بات عین شریعت کے موافق ہو ورنہ اگر شریعت سے ہٹ کر ہوئی تو پھر اتنا تو ہے کہ تم انکی خدمت کرو لیکن انکی وہ بات نہ مانو ؎

زبیر بن عوامؓ کی فضیلت

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ، قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ [3]

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے

لے صحیح مسلم ؎ سورہ لقمان آیت ۱۵ ؎ صحیح بخاری و مسلم

دن کہا کہ کون ہے جو میرے پاس کفار کی خبر لاتا ہے تو زبیرؓ نے کہا میں
تو آپ نے کہا ہر نبی کا ایک خاص مصاحب ہوتا ہے تو میرا مصاحب
زبیرؓ ہے۔

عن الزبیر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من یاتینی بنی قریظۃ فیاتینی
بخبرھم فانطلقت فلما رجعت جمع لی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابویہ فقال فداک ابی وامی [1]

حضرت زبیرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کون آدمی
ہے جو میرے پاس بنو قریظہ کی خبر لاتے ہیں میں نے سنا تو چل پڑا جب
واپس آیا تو مجھ پہ آپ نے اپنے ماں باپ جمع کئے اور فرمایا اے
زبیرؓ آپ پہ میرے ماں باپ قربان ہوں

طلحہؓ بن عبید کی فضیلت :-

عَنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ عَلَی النَّبِیِّ یَوْمَ
اُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَھَضَ اِلَی الصَّخْرَۃِ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَعَدَ
طَلْحَۃُ تَحْتَہُ حَتّٰی اسْتَوٰی عَلَی الصَّخْرَۃِ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَۃُ [2]

حضرت زبیرؓ کا بیان ہے کہ احد کے دن نبیؑ نے دو زرعیں پہنی ہوئی تھیں
آپ ایک پتھر کی طرف چڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ چڑھ
نہ سکے حضرت طلحہؓ آپ کے نیچے بیٹھے تو پھر اس طرح آپ چڑھ گئے تو
اسوقت میں نے سنا کہ آپ نے فرمایا طلحہؓ تم پر جنت واجب ہو گئی۔

---

[1] صحیح بخاری ومسلم [2] ترمذی نے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے شیخ البانی کا بیان ہے کہ
اسکو احمد نے بھی ذکر کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے حاکم نے بھی صحیح کہا ہے اور ذھبی نے بھی اسی
کی موافقت کی ہے۔

جبل حراء کا حرکت میں آنا:-

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عَلٰی جَبَلِ حِرَآءٍ فَتَحَرَّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُسْکُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَیْكَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَهِیْدٌ وَعَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ وَسَعْدُ ابْنُ اَبِی وَقَّاصٍ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جبل حراء پہ تھے تو وہ حرکت میں آگیا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اے حراء ٹھہر جا کیونکہ تم پر نبی یا صدیق یا شہید ہے۔ تو اسوقت جبل حراء پہ آپ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ طلحہؓ، زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔

فائدہ:- یاد رکھنا حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ سب شہید ہوئے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی انہی میں ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی فضیلت:-

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنٌ وَاَمِیْنُ هٰذِہِ الْاُمَّةِ اَبُوْعُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے میری اس امت کا امین ابوعبیدۃ بن الجراحؓ ہے۔

---

[1] صحیح مسلم [2] صحیح بخاری مسلم

۱۲۔ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ارحم امتی بامتی ابوبکرٍ واشدھم فی امر اللہ عمر واصدقھم حیاءً عثمان، وافرضھم زید بن ثابت واقرؤھم ابی بن کعب واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل ولکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح ؎ وروی عن قتادۃ مرسلاً فیہ واقضاءھم علی رضہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے زیادہ ترمیری امت پر ابوبکر مہربان ہے۔ اور اللہ کے حکم کے معاملہ میں ان سب سے زیادہ عمرؓ سخت ہے اور حیاء کے معاملہ میں ان سب سے زیادہ عثمان سچا ہے اور علم وراثت کے معاملہ میں ان سب سے زیادہ زید بن ثابتؓ ہے اور حلال وحرام کا علم ان سب سے زیادہ معاذ بن جبلؓ کو ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے تو میری اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہے معمر کا قتادہ سے مرسل بیان کرنا ہے جس میں ذکر ہے کہ فیصلہ کے معاملہ میں ان سب سے زیادہ علیؓ ہے۔

ابوعبیدۃ بن جراحؓ کو نجران بھیجنا:۔

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ

قال جاء اھل نجران الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ ابعث الینا رجلا امینا فقال لابعثن الیکم رجلاً امیناً حق امین قال فاستشرف لھا الناس قال فبعث اباعبیدۃ بن الجراح ؎۲

؎ احمد، ترمذی اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے

؎۲ صحیح بخاری ومسلم

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجران کے کچھ آدمی آئے اور عرض کی کہ اللہ کے رسول آپ ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھیجیں جو امین ہو تو آپ نے کہا میں تمہارے ساتھ وہی بھیجوں گا جو بے حد امین ہے تو راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ اس کے منتظر تھے تو آخر آپ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

ابو عبیدہؓ بن الجراح کو یمن بھیجنا :-

عن انس رضی اللہ عنہ ان اھل الیمن قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا ابعث معنا رجلاً يعلمنا السنة والاسلام قال فاخذ بيد ابي عبيدة فقال هذا امين هذه الامة [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل یمن کے کچھ لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی اللہ کے رسول آپ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ہم کو اسلام اور آپ کا طریقہ سکھائے تو آپ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ یہ میری امت کا امین ہے۔

عشرہ مبشرہ :-

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ [2]

---

[1] صحیح مسلم [2] ترمذی نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی ترمذی نے یہ حدیث ذکر کی ہے ابن ماجہ میں بھی سعید بن زید سے آتی ہے اور حدیث صحیح ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت ابوبکرؓ جنتی ہے، حضرت عمرؓ جنتی ہے، حضرت عثمانؓ جنتی ہے، حضرت علیؓ جنتی ہے حضرت طلحہؓ جنتی ہے، حضرت زبیرؓ جنتی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہے۔ سعید بن زیدؓ جنتی ہے اور عبیدۃ بن الجراحؓ جنتی ہے۔" رضی اللہ عنہم "

یہ جلیل القدر وہ دس صحابہ ہیں جو عشرہ مبشرہ کے نام سے موصوف ہیں جن کو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری سنا دی تھی۔

بیعت رضوان والوں کی فضیلت :- عن ام مبشر رضی اللہ عنہا

انہا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول عند حفصۃ لا یدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرۃ احد من الذین بایعوا تحتہا قالت بلی یا رسول اللہ فانتہرہا فقالت حفصۃ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا) فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قال اللہ تعالیٰ (ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا)

ام مبشر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس وقت سنا تھا جب کہ آپ حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو اصحاب شجرہ سے کوئی شخص آگ میں نہیں جائے گا تو حفصہؓ نے کہا کیوں نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے۔ (کہ میرا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ہر شخص جہنم میں جائے گا

تو آپ نے انکو خبردار کیا اور کہا کیا آگے اللہ نے یہ نہیں کہا کہ پھر ہم نیک لوگوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی فضیلت:-

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ یقول انکم تزعمون ان اباھریرۃ یکثر الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ الموعد کنت رجلاً مسکیناً اخدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ملئی بطنی وکان المھاجرون یشغلھم الصفق بالاسواق وکانت الانصار یشغلھم القیام علی اموالھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یبسط ثوبہ فلن ینسا شیئاً سمعہ منی فبسطت ثوبی حتی قضی حدیثہ ثم ضممتہ الی فما نسیت شیئاً سمعتہ منہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ابوہریرہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہے (اور مجھے بھی معلوم ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا) تو اللہ تعالےٰ حساب لینے والا ہے (تو حقیقت یہ ہے) کہ میں ایک مسکین آدمی تھا آپکی خدمت اور پیٹ بھر کھانے کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا کام نہ تھا مہاجرین کو بازاروں کی خرید و فروخت مشغول رکھتی اور انصار اپنے مالوں کی حفاظت میں مصروف رہتے تھے تو ایک دن آپ نے کہا کہ کون ہے جو اپنا کپڑا بچھاتا ہے کیونکہ آج جس نے جو مجھ سے

---

[1] صحیح مسلم

سن لیا تو وہ پھر کبھی نہیں بھولے گا تو میں نے اسی وقت اپنا کپڑا بچھایا جب آپ بیان کر چکے تو اسکو اپنے سینے سے لگا لیا پھر اس کے بعد جو آپ سے سنا وہ میں کبھی نہیں بھولا ۔

آپ کا دعا کرنا :-

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال کنت ادعوا امی الی الاسلام وهی مشرکة فدعوتها یوما فاسمعتنی فی رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اکره فاتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا ابکی قلت یا رسول الله انی کنت ادعوا امی الی الاسلام فتابی علی فدعوتها الیوم فاسمعتنی فیك ما اکره فادعوا الله ان یهدی ام ابی هریرة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اهد ام ابی هریرة فخرجت مستبشرا بدعوة نبی الله صلی الله علیه وسلم فلما جئت فصرت الی الباب فاذا هو مجاف فسمعت امی خشف قدمی فقالت مکانك یا ابا هریرة وسمعت خضخضة الماء قال فاغتسلت ولبست درعها وعجلت عن خمارها وفتحت الباب ثم قالت یا ابا هریرة اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله قال فرجعت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتیته انا ابکی من الفرح قال قلت یا رسول الله ابشر قد استجاب الله دعوتك وهدی ام ابی هریرة فحمد الله واثنی علیه وقال خیرا قال قلت یا رسول الله ادع

اللہ ان یحببنی انا وامی الی عبادہ المومنین ویحببھم الینا قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم حبّب عبیدک ھذا یعنی اباھریرۃ وامہ الی عبادک المومنین وحبب الیھما المومنین فما خلق مومن یسمع ولا یرانی الا احبّنی[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ مشرکہ تھی اور میں اسکو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا کہ کہیں مسلمان ہو جائے۔ ایک دن میں نے اس کو دعوت دی تو اس نے اللہ کے رسول کے متعلق ایسی باتیں کہیں جنہیں میں بے حد ناگوار سمجھتا تھا تو میں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روتا ہوا آیا اور کہا اللہ کے رسول میں نے آج اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی تو وہ نہ مانی بلکہ اس نے آپ کے متعلق ایسی بری باتیں کہیں جو مجھ پر بے حد ناگوار گزریں تو آپ اللہ احکم الحاکمین سے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے تو آپ نے اسی وقت دعا کی اور کہا اے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے تو میں فوراً آپ کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا نکلا جب گھر پہنچا تو کیا دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور مجھے پانی گرنے کی آواز آرہی ہے میری ماں نے بھی میرے پاؤں کی آواز سنی تو بولی کہ اے ابوہریرہ ٹھہر جا آگے مت آنا میں ٹھہر گیا تو کیا دیکھا کہ میری ماں نے غسل کیا اور کرتا پہنا پھر جلدی سے اپنی اوڑھنی لی اور دروازہ کھول دیا اور کہا اے ابوہریرہ اب میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور رسول ہے تو ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں جب واپس اللہ کے رسول کے پاس پہنچا تو مجھے اتنی خوشی تھی کہ جسکی وجہ سے میں رو رہا تھا۔ پھر میں نے عرض کی اللہ کے رسول آپ خوش ہو جائیں کہ اللہ نے آپ کی دعا

---

[1] صحیح مسلم

کو قبول کر لیا ہے اور ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے دی ہے پھر آپ نے اللہ کی تعریف کی مزید اور بھی اچھی اچھی باتیں کہیں میں نے پھر عرض کی اللہ کے رسول آپ دعا فرمائیں کہ میری اور میری والدہ کی محبت اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں میں ڈالدے اور مومنوں کی محبت انکے دلوں میں ڈالدے تو پھر آپ نے دعا کی اے اللہ اس اپنے بندے ابوہریرہؓ اور اسکی والدہ کی محبت مومنوں کے دلوں میں ڈالدے اور مومنوں کی محبت انکے دلوں میں ڈالدے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اسکے بعد کوئی ایسا مومن پیدا ہی نہیں ہوا کہ جس نے مجھے سنا یا دیکھا ہو اور اس نے میرے ساتھ محبت نہ کی ہو۔

فائدہ: آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہونے کے بعد پتہ نہیں ابوہریرہ رضہ کس قدر تیزی سے گھر کی طرف چلے ہوں لیکن ان کے پہنچنے سے قبل ہی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا پہنچ چکی تھی اس سے آپ یہ چیز بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دوائیں خواہ کتنا ہی جلدی امراض کو کاٹنے اور ان کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہوں لیکن دعاؤں کے مقابلہ میں نہیں آ سکتیں حقیقت ہے کہ دعائیں تو بجلی سے بھی کئی گنا زیادہ تیز اور اثر پذیر ہیں جن سے کہ دوستو آج ہم غافل اور بے خبر ہیں۔ اور انکی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

سلمانؓ بلالؓ اور صہیبؓ کی فضیلت:- عن عائذ ابن عمرو

ان اباسفیان اتی علی سلمان وصہیب و بلال فی نفر فقالوا ما اخذت سیوف اللہ من عنق عدو اللہ ماخذھا قال فقال ابوبکر اتقولون ھذا لشیخ قریش وسیدھم فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال یا ابابکر لعلک اغضبتھم لئن اغضبتھم لقد اغضبت ربک فاتاھم ابوبکر فقال یا اخوتاہ اغضبتکم قالوا لا یغفر اللہ لک یا اخی [1]

---

[1] صحیح مسلم

حضرت عائذ بن عمرو رضؓ کا بیان ہے کہ ابوسفیان مسلمانوں کی ایک جماعت میں حضرت سلمان رضؓ، حضرت صہیب رضؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آیا جب انہوں نے دیکھا تو کہا اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنے موقعہ محل پر نہ پہنچیں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم قریش کے بڑے اور سردار کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہو۔ یہ کہہ کر ابوبکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے اس بیان کی آپ کو خبر دی تو آپ نے کہا ابوبکر ہو سکتا ہے۔ تو نے یہ بات کہہ کر انکو ناراض کر دیا ہو۔ اور اگر تو نے انکو ناراض کر دیا تو پھر تو نے اپنے اللہ کو ناراض کر دیا تو پھر جلدی سے ابوبکر انکے پاس آیا اور کہا اے میرے بھائیو میں نے تم کو ناراض کر دیا تو وہ بولے نہیں اے ہمارے بھائی اللہ آپ کی مغفرت کرے۔

فائدہ:- اس حدیث کا پس منظر واضح ہے کہ دیکھو نبی صلے اللہ علیہ وسلم غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ کسقدر محبت رکھتے تھے۔ اور لوگوں کو بچ بچ کر چلنے کا حکم دیتے تھے تو دیکھو انکو کوئی ایسی بات نہ کہنا کہ جس وجہ سے یہ ناراض ہو جائیں تو پھر تم پر تمہارا اللہ بھی ناراض ہو جائے گا۔

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر رضؓ نے اس لئے کہا تھا کہ اب اس کا دل اسلام کی طرف کچھ مائل ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایسی باتیں سن کر غصہ میں آجائے اور پھر کلی طور پر ہی اسلام کا انکار کر دے یہ ابوبکر رضؓ کی فراست تھی جیسا کہ نبی صلعم نے بھی اسی وجہ سے کہا تھا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا اسکو بھی امن ہے تاکہ اسکا دل بہل جائے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کی فضیلت :-

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان عمر مرّ بحسان وھو ینشد الشعر فی المسجد فلحظ الیہ فقال قد کنت انشد وفیہ من ھو خیر منک ثم التفت الی ابی ھریرۃ فقال انشدک اللہ اسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اجب عنی اللّٰھُمّ ایدہ بروح القدس قال اللھم نعم [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کا حسان بن ثابتؓ کے پاس سے گزر ہوا۔ تو وہ مسجد نبوی میں وہ اشعار (جو جہاد کی ترغیب اسلام کی تعریف اور کافروں کی مذمت پر مشتمل تھے) پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو حسانؓ نے کہا میں تو اس مسجد میں اس وقت بھی یہ اشعار پڑھتا تھا۔ جبکہ اس مسجد میں تم سے بہتر آدمی موجود تھا۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کی طرف دیکھا اور کہا میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کیا جو حسان کہتا ہے یہ تم نے اللہ کے رسول سے سنا ہے کہ اے حسان میری طرف سے جواب دے اور اے اللہ اسکی روح القدس کے ساتھ مدد کر تو ابوہریرہؓ نے کہا، ہاں یا اللہ تو خوب جانتا ہے ۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا :۔

والذی بعثک بالحق لاسلنک کما تسل الشعرۃ من العجین قالت عائشۃ فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحسان ان روح القدس لا یزال یؤیدک ما نافحت

---

[1] صحیح مسلم

عن اللہ و رسولہ وقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھجاھم حسان فشفا واشتفیٰ[1]

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے) کہ میں جب آپ کے خاندانی کا فردوں کی مذمت کروں گا) تو آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا۔ جس طرح کہ آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ حسان روح القدس تیری ہمیشہ مدد کرتا رہے گا۔ جب تک کہ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتا رہا۔ اور حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا تھا۔ فرماتے تھے کہ جب حسان نے قریش کی ہجو کی تو مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا ۔ تو اب ان کے وہ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

حضرت حسانؓ کے اشعار :-

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ ۔۔۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذٰلِكَ الْجَزَاءُ

تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برائی بیان کی تو میں نے اسکا جواب دیا اور مجھے اللہ اسکا صلہ دے گا۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا تَقِيًّا ۔۔۔ رَسُوْلَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برائی بیان کی جو نیک ہیں متقی ہیں اللہ کے رسول ہیں اور وفاداری اسکی خصلت ہے ۔

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَتِيْ وَعِرْضِيْ ۔۔۔ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرے ماں باپ اور میری عزت اس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہے جو تم سے ہے ۔

---

[1] صحیح مسلم

ثَكِلْتُ بُنَيَّتِيْ اِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ غَايَتُهَا كَدَآءُ

اگر تم نہ بھی دیکھو پھر بھی میں اپنی جان کو جھونک دوں گا۔ جہاں تک کہ اڑا دے گا کداء گھاٹی کے دونوں طرف سے گرد وغبار۔

يُبَارِيْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ عَلٰى اَكْتَافِهَا الْاَسَلُ الظِّمَآءُ

ایسی اونٹنیاں جو اپنی طاقت سے چڑھتی ہوئیں باگوں پر زور دیں گی جو کہ انکے کندھوں پر ایسے نیزے ہیں جو باریک ہیں اور خون کے پیاسے ہیں

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَآءُ

ہمارے گھوڑوں کی صفت ہے کہ وہ ہمیشہ تیزی سے دوڑتے ہیں جن کے منہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے صاف کرتی ہیں۔

فَاِنْ اَعْرَضْتُمْ عَنَّا اعْتَمَرْنَا وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَآءُ

اگر تم ہم کو عمرہ نہ کرنے دو تو ہم عمرہ کر لیں گے۔ پردہ اٹھ جائے گا اور فتح بھی ہو جائے گی۔

وَاِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ يَوْمٍ يُعِزُّ اللّٰهُ فِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

ورنہ تم اس دن کی مار کے لیے صبر کرو۔ جس دن کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے گا عزت دے گا۔

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا يَقُوْلُ الْحَقَّ لَيْسَ بِهٖ خَفَآءُ

اور اللہ تو کہتا ہے کہ میں نے ایک ایسا بندہ بھیجا ہے جو حق بات کہتا ہے جس میں ذرہ بھی شبہ نہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ يَسَّرْتُ جُنْدًا هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَآءُ

اور اللہ [illegible] ہے میں نے ایک ایسا لشکر تیار کر دیا ہے جو انصار کا ہے جن کا کام ہی کفار سے لڑنا اور مقابلہ کرنا ہے

لَنَا فِی کُلِّ یَوْمٍ مِّنْ مَعَدٍّ سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءُ

ہم تو آئے دن کسی نہ کسی ایک تیاری میں ہوتے ہیں وہ یا تو کفار سے لڑتا یا انکی مذمت بیان کرتا ہے۔

فَمَنْ یَّهْجُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ وَیَمْدَحُهٗ وَیَنْصُرُهٗ سَوَاءُ

اور اگر تم سے کوئی اللہ کے رسول کی ہجو بیان کرے تو کوئی بات نہیں تمہارے سوا اسکی مدد اور تعریف کرنے والے بھی بہت ہیں۔

وَجِبْرِیْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْنَا وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَیْسَ لَهٗ كِفَاءُ [1]

اور ہم میں اللہ کے رسول جبریل بھی ہیں جو روح القدس ہے جسکا بھی کوئی بدل نہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت :-

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ (وَفِی رِوَایَةٍ) اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ کہ سعد بن معاذ کی موت کے وقت عرش بھی کانپ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت رحمان کا عرش کانپ گیا۔

۲:۔ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُهْدِیَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِیْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَمَسُّوْنَهَا وَیَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ لِیْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِیْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِیْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنْهَا وَاَلْیَنُ [3]

---

[1] مسلم [2] صحیح بخاری مسلم [3] صحیح بخاری مسلم

حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ ایک ریشمی حلہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ دیا گیا جب صحابہ نے پکڑا تو اس کی لچک دیکھ کر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم اسکی لچک دیکھ کر حیران ہوتے ہو۔ سعد بن معاذؓ کے رومال تو جنت میں اس سے بھی کئی گناہ زیادہ نرم اور خوبصورت ہیں۔

جعفر بن ابی طالبؓ کی فضیلت :-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ جَعْفَرًا یَطِیْرُ فِی الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰٓئِکَةِ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑ رہا ہے۔

حسنؓ اور حسینؓ کی فضیلت :-

عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُنَا اِذْ جَآءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْهِمَا قَمِیْصَانِ اَحْمَرَانِ ، یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰہُ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ) نَظَرْتُ اِلٰی هٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُهُمَا [2]

حضرت بریدہؓ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو

---

[1] ترمذی ابوداؤد اور کہا ہے یہ حدیث غریب ہے مگر شیخ البانی کا خیال ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اسکے شواہد بھی موجود ہیں جو اسکو صحیح تک پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ ابن عمر کا بھی قول ہے جبکہ انہوں نے انکو کہا تھا (یا ابن ذالجناحین) طبقات ابن سعد [2] نسائی، اسکی سند عمدہ ہے

خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سرخ کرتے پہنے ہوئے اور دونوں ملے جلے چلے آرہے تھے۔ آپ نے دیکھا تو منبر سے اترے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے آگے بٹھالیا تو آپ نے کہا اللہ نے سچ کہا ہے (کہ تمہاری اولاد اور تمہارے مال تمہارے لئے آزمائش ہیں) کیونکہ دیکھو جب میں نے ان دو بچوں کو دیکھا جو ملے ہوئے آرہے تھے۔ تو صبر نہ کر سکا اور اپنی بات کو کاٹ کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ [1]

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حسنؓ حسینؓ جنت کے نوجوان آدمیوں کے سردار ہیں

بدر والوں کی فضیلت:۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا والزبیر والمقداد وفی روایۃ وابامرثد بدل المقداد فقال انطلقوا حتی تاتوا روضۃ خاخ فان بہا ظعینۃ معہا کتاب فخذوہ منہا فتعادی بنا خیلنا حتی اتینا الی الروضۃ فاذا نحن بالظعینۃ فقلنا اخرجی الکتاب قالت ما معی من کتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لتلقین الثیاب فاخرجتہ من عقاصہا فاتینا بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا فیہ من حاطب بن ابی بلتعۃ الی ناس من المشرکین من اھل مکۃ یخبرھم

---

[1] ترمذی حدیث صحیح ہے

ببعض امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ علیہ وسلم یاحاطب ما ھذا ! فقال یارسول اللہ لا تعجل علی انی کنت امرءًا ملصقًا فی قریش ولم اکن من انفسھم وکان من معک من المھاجرین لھم قرابۃ یحمون بھا اموالھم واھلیھم بمکۃ فاحببت اذ فاتنی ذلک من النسب فیھم اَن اتخذ فیھم یدًا یحمون بھا قرابتی : وما فعلت کفرًا ولا ارتدادًا عن دینی ولا رضی بالکفر بعد الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد صدقکم " فقال عمر دعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اضرب عنق ھذا المنافق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد شھد بدرًا : وما یدریک لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ (وفی روایۃ) فقد غفرت لکم، فانزل اللہ تعالیٰ (یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ [1]

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ، زبیر اور مقداد رضؓ ایک روایت میں مقداد کے بدلے ابا مرثد کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور فورًا روضہ خاخ [2] پر پہنچو ۔ وہاں ایک عورت

---

[1] حوالہ آیت سورہ ممتحنہ حوالہ حدیث صحیحین [2] یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے قریب ہی ہے

ہے جو مکہ کی طرف ایک خط لئے جا رہی ہے اس سے وہ خط پکڑ و تو ہم سنتے ہی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے اس تیزی سے چلے کہ جس جگہ کا آپ نے نشان دیا تھا وہاں اسی عورت کو جا پایا تو ہم نے کہا تیرے پاس خط ہے وہ ہمیں خط چاہیے پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب ہم نے کہا کہ خط دے ورنہ اپنے کپڑوں کو اتار دے تاکہ ہم خود تفتیش کر لیں۔ تو پھر اس نے جلدی سے اپنی چوٹی سے خط نکالا اور ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم خط لیتے ہی واپس ہوئے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ جب خط کھولا تو کیا دیکھا کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام ہے جس میں وہ کفار مکہ کو مسلمانوں کے جنگی رازوں کے متعلق آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ حاطبؓ کو بلایا تو آپ نے پوچھا کہ اے حاطبؓ یہ کیا ہے تو حاطبؓ نے کہا اللہ کے رسولؐ جلدی نہ کرنا پہلے بات سن لینا اللہ جانتا ہے کہ میرا قریش سے باہم میل جول تو ہے لیکن انکا میں رشتہ دار نہیں ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ جو یہاں مہاجرین آئے ہوئے ہیں انکے خود اپنے رشتے دار مکہ میں موجود ہیں جو وہ انکے مالوں اور اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں تو میں نے بھی چاہا کہ میرا مکہ میں کوئی خونی رشتہ تو نہیں لہذا مناسب ہے کہ میں ان قریش پر کوئی ایسا احسان کر دوں جس وجہ سے وہ میرے خونی عزیزوں کی حفاظت کریں اور انہیں کچھ نہ کہیں ورنہ اللہ جانتا ہے نہ میں نے یہ کام اپنے دین سے مرتد اور انکار کرنے کی بناء پر نہیں کیا اور نہ میں اس بات پر خوش ہوں کہ میں اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو جاؤں۔ آپ نے سنا تو فرمایا یقیناً حاطب نے سچ بات کہی ہے (حضرت عمرؓ تو نہ رہ سکے) بولے اللہ کے رسول آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس منافق کی گردن کاٹ دوں۔ تو آپ نے کہا اے عمرؓ تم نے یہ کیا کہا یہ تو بدر میں حاضر ہوا ہے اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ شاید بدر والوں

پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نظر کرم سے جھانک لیا ہے اور اس نے کہہ دیا ہے کہ تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لئے جنت واجب کر دی ایک روایت میں ہے (کہ میں نے تحقیق تم کو بخش دیا ہے) اور پھر اللہ تعالےٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تو پھر تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

توضیح:۱ آپ کو معلوم ہے کہ بدر کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں اور بھی بہت سی روایات ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث جسقدر اپنے اندر بدر کی اہمیت اور فضیلت کا مقام رکھتی ہے کسی اور میں یہ فضیلت نہیں ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جو کسی اپنی دشمن قوم کو جنگی معلومات اور اسکی رازکی باتوں سے آگاہ کرنے والے شخص کو معاف کر دے اور اسکا کوئی نوٹس نہ لے لیکن آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا پوچھا اور باوجود قدرت رکھنے کے کچھ نہیں کہا حضرت عمرؓ اٹھے اور جوش میں آئے تو انکو بھی کہا اے عمرؓ ٹھہر جا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہ تو وہ شخص ہے جو بدر میں شریک ہوا ہے۔

۲:- دوسری اور چیز یہاں ذھن میں اترتی ہے کہ وہ آدمی کا صرف اپنا عمل ہی ہے جو اسکی نجات کا سبب اور وسیلہ ہو سکتا ہے ورنہ اور کسی کی عبقریت یا کوئی ذاتی تشخص نہیں ہے جو اس کے کچھ کام آسکے اور اسکو کسی اللہ کے عذاب سے بچالے۔

۳:- تیسری اور چیز جو یہاں ذہن میں ابھرتی ہے کہ بدری صحابہ کے اعملوا ما شئتم سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ اگر دنیا میں وہ کوئی ایسا کام کریں جس پر حد یا تعذیر لگتی ہو تو وہ انہیں نہیں لگے گی بلکہ ایسا نہیں وہ حد اور تعذیر تو لگے گی لیکن آخرت میں ہاں انکا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ معلوم ہے جب عائشہؓ پر تہمت لگی تو اس میں حضرت مسطح بھی شامل تھے تو خود آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو

حد لگائی حالانکہ حضرت مسطح بدری تھے۔

(۴) چوتھی چیز جو یہاں ذہن میں گھومتی ہے یہ ہے کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کا جرم عظیم دیکھ کر اسکو کافر یا منافق کہہ دے تو وہ اس سے کافر یا منافق نہیں ہوگا کیونکہ وہ حدیث جسمیں ذکر ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو کافر کہہ دے تو اگر وہ کافر ہے تو فبہا ورنہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے بغیر کسی حجت اور واضح دلیل کے کسی مسلمان کی معمولی سی غلطی دیکھ کر اسکو کافر کہہ دیا تو وہ اسکی زد میں آئے گا دوسرا نہیں۔

بدری فرشتوں کی فضیلت:

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ فَقَالَ مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذَٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ [۱]

حضرت رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی علیہ السلام کے پاس آئے، اور کہا تم اپنے ہاں بدری صحابہ کا کیا مقام سمجھتے ہو تو آپؐ نے فرمایا وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں یا اسی کی مثل کوئی اور کلمہ کہا تو جبریلؑ نے کہا فرشتے بھی اسی طرح دوسرے فرشتوں سے وہ ہی افضل ہیں جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هٰذَا فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ

---

[۱] صحیح بخاری

اَنَا اَنَا قَالَ فَمَنْ يَّأْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ سِمَاكُ ابْنُ خَرَشَةَ اَبُوْ دُجَانَةَ اَنَا اٰخُذُهٗ بِحَقِّهٖ قَالَ فَاَخَذَهٗ فَفَلَقَ بِهٖ هَامَ الْمُشْرِكِيْنَ [1]

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن اپنی تلوار لی اور کہا کون ہے جو میری یہ تلوار لیتا ہے۔ تو سب صحابہ نے ہاتھ بڑھائے اور کہا میں لوں گا میں لوں گا پھر آپؐ نے کہا اسکا حق کون ادا کرے گا تو یہ سنتے ہی سب لوگ پیچھے ہٹے ابو دجانہ آگے بڑھے اور کہا میں اسکا حق ادا کروں گا۔ تو پھر آپ کی تلوار لے کر اسقدر لڑا کہ مشرکوں کی گردنوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

حضرت عباسؓ کی فضیلت :-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ اِذَا كَانَ غَدَاةَ الْاِثْنَيْنِ فَأْتِنِيْ اَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتّٰى اَدْعُوَ لَهُمْ بِدَعْوَةٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهٗ وَاَلْبَسَنَا كِسَاءَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِيْ وَلَدِهٖ، وَزَادَ رَزِيْنٌ وَاجْعَلِ الْخِلَافَةَ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ [2]

---

[1] صحیح مسلم [2] رواہ الترمذی) اسکی سند عمدہ ہے لیکن جو رزین نے رواجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ کا ٹکڑا بیان کیا ہے یہ منکر ہے اسکا کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے حضرت عباس اور ان کے بیٹے کو کہا کہ تم دونوں سوموار کی صبح میرے پاس آنا تو میں تم دونوں کے لئے ایک دعا کروں گا جسکا تمہیں اللہ بہت فائدہ دے گا جب آپ نے صبح کی تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ کی تو پھر آپ نے ہم کو اپنا ایک کمبل پہنایا اور کہا اے اللہ عباس اور اسکے لڑکے کو اس طرح بخش دے کہ انکے جسم کے ظاہر باطن پر کوئی گناہ نہ رہے اور اے اللہ عباس کی اس طرح حفاظت کر کہ اسکی نیکی اور دین داری کا پورا عکس اس کے لڑکے میں آ جائے۔ (رزین نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں) کہ اے اللہ خلافت کو اسکی اولاد میں باقی رکھ۔

عمرو بن جموحؓ اور عبداللہ بن عمروؓ کی فضیلت:-

عَنْ اَشْیَاخٍ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَئِذٍ حِیْنَ اَمَرَ بِدَفْنِ الْقَتْلٰی اُنْظُرُوْا اِلٰی عَمْرِو بْنِ جَمُوْحٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَرَامِ فَاِنَّهُمَا كَانَا مُتَصَافِیَیْنِ فِی الدُّنْیَا فَاجْعَلُوْهُمَا فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ [1]

بنو سلمہ کے بعض اشیاخ کا بیان ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے احد میں شہید ہونے والے صحابہ کو دفن کرنے کا حکم دیا تو آپ نے حضرت عمرو بن جموح اور عبداللہ بن عمرو کے متعلق حکم دیا کہ وہ جہاں ہوں ان دونوں کو لاکر ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرتے تھے۔

---

[1] سیرۃ النبی ابن کثیر

مصعب بن عمیرؓ کی فضیلت :-

إِذَا غَطَّوْا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّوْا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ [1]

تو صحابہ جب انکا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تو پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ اس کا سر تو کپڑے سے چھپا دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ مصعب بن عمیرؓ مکہ میں اسقدر امیر اور مالدار تھا کہ جتنا یہ قیمتی اور نفیس کپڑا پہنتا تھا ایسا مکہ میں کوئی آدمی نہ تھا جو اتنا قیمتی اور نفیس کپڑا پہنتا ہو۔ لیکن جب مسلمان ہوا تو فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی اور اسی حالت میں ہی اپنے محسن حقیقی سے ملاقات کی۔

سید الشہداء حمزہؓ کی فضیلت :-

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو نَزَلَ فِي قَبْرِ حَمْزَةَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى حُفْرَتِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ الْمَلٰئِكَةَ تَغْسِلُ حَمْزَةَ لِأَنَّهُ كَانَ جُنُبًا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَكَانَ حَمْزَةُ أَوَّلَ مَنْ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا ثُمَّ جُمِعَ إِلَيْهِ الشُّهَدَاءُ فَكُلَّمَا أُتِيَ بِشَهِيدٍ وُضِعَ إِلَى جَنْبِ

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابہ

حَمْزَةَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَعَلَى الشُّهِيْدِ حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً[1]

محمد بن عمرؓ کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ کی قبر میں حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور حضرت زبیرؓ اترے تھے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حضرت حمزہؓ کو غسل دے رہے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس دن جنابت کی حالت میں شہید ہوا ہے تو نماز جنازہ سب شہداء سے پہلے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی پڑھی اور چار تکبیریں پڑھیں پھر جتنے شہداء تھے۔ وہ سب حضرت حمزہ کے پاس جمع کئے گئے۔ ایک شہید کو لا کر حضرت حمزہؓ کے ساتھ رکھا جاتا تو آپؐ حضرت حمزہؓ اور اسکا جنازہ پڑھتے پھر اسکو اٹھا کر دوسرا لایا جاتا تو پھر آپؐ ان دونوں کا جنازہ پڑھتے اس طرح آپؐ نے حضرت حمزہؓ پر نماز جنازہ ستر مرتبہ پڑھی۔

۱۲ - قَالَ خَبَّابٌ كُفِّنَ حَمْزَةُ فِيْ بُرْدَةٍ اِذَا غُطِّيَ رَأْسُهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّيَتْ رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهُ فَغُطِّيَ رَأْسُهُ وَجُعِلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ اِذْخَرٌ[2]

حضرت خباب کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ ایک ہی بردہ چادر میں لپیٹے گئے۔ اگر انکا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا پھر انکا سر ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دی۔

جابر بن عبد اللہؓ کی فضیلت:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جِيْئَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد سوم [2] طبقات ابن سعد ج۳

فَقَدْ مُثِّلَ بِهٖ فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهٖ فَنَهَانِيْ قَوْمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَازَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرا باپ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا تو کفار نے اسکا مثلہ کر دیا تھا میں گیا تاکہ باپ کا چہرہ دیکھوں تو لوگوں نے مجھے منع کیا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا میں نے تو دیکھا ہے کہ جس وقت یہ شہید ہوا ہے اسی وقت سے فرشتے اسکو اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔

دلہن کی آغوش سے شمشیر کی دھار پر :-

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ يَعْنِيْ حَنْظَلَةَ تَغْسِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ فَسَأَلُوْا اَهْلَهٗ مَا شَاْنُهٗ فَسُئِلَتْ صَاحِبَتُهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ حِيْنَ سَمِعَ الْهَاتِفَةَ :-

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہارا ساتھی حنظلہ اسکو فرشتے غسل دے رہے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکے اہل سے پوچھا تو بیوی نے جواب دیا کہ جب اس نے اعلانِ جنگ سنا تو جنبی تھا چنانچہ اسی حالت میں ہی بغیر غسل کئے نکل گیا

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ خَيْرُ النَّاسِ رَجُلٌ مُمْسِكٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَاتِفَةً طَارَ اِلَيْهَا [2]

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] سیرۃ النبی ابن کثیر۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ سب لوگوں سے بہتر وہ آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے تھا جب جنگ کا اعلان سنا تو اسکی طرف پرندے کی طرح اڑ گیا۔

توضیح: سبحان اللہ اللہ کی راہ میں جان دینے کا اسقدر شوق ہے کہ نئی نئی شادی ہوئی ہے جب اعلانِ جنگ سنا تو بیوی کی آغوش سے نکل کر جہاد کے لئے رواں دواں ہو گیا بلکہ یوں ہوا کہ اعلان سنتے ہی وجد میں آگیا اور غسلِ جنابت بھی یاد نہ رہا تو اب آخر اسکی وجہ یہ ہی ہو سکتی ہے کہ اشتیاقِ جنت کا اسقدر غلبہ تھا کہ ان کو مطلق یاد نہ رہا اور یا یہ وجہ کہ اتنا عرصہ ٹھہر جانا پھر اس کے لئے ایک عذاب بن گیا کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی کا کسی سے پیار ہو اور پیار بھی ایسا ہو کہ وہ آخری درجے کو پہنچ چکا ہو تو پھر اس کے درمیان جو چیز رکاوٹ یا تاخیر کا سبب بنے وہ اس کو کبھی قبول نہیں کرتا اگرچہ وہ چیز کتنی ہی ٹھوس اور مضبوط کیوں نہ ہو تو پھر بھی وہ اسے پھلانگ کر نکل جاتا ہے۔

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت: عن علی بن حسین ان المسور ابن مخرمۃ اخبرہ ان علی ابن ابی طالب خطب بنت ابی جھل وعندہ فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما سمعت بذالک فاطمۃ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لہ ان قومک یتحدثون انک لا تغضب لبناتک وھذا علی ناکحا ابنۃ ابی جھل قال المسور فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ

حين تشهد ثم قال اما بعد فانی انکحت ابا العاص بن الربیع فحدثنی فصدقنی و فاطمة بنت محمدٍ مضغة منی وانما انا اکره ان یفتنوھا وانھا واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ عند رجلٍ واحد ابدًا قال فترک علی الخطبة [1]

حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضؓ نے ابوجہل کی بیٹی کو اسوقت شادی کا پیغام بھیجا جب کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضؓ بھی انکے گھر میں موجود تھی۔ جب حضرت فاطمہ رضؓ نے سنا تو اسی وقت نبیؐ کے پاس آئی۔ اور کہا کہ آپ کی قوم یہ شکوہ کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے بارے کوئی کسی کا نوٹس نہیں لیتے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت علی (جو آپ کے چچا کا بیٹا ہے) عنقریب ہی ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والا ہے مسور کا بیان ہے کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اسی وقت کھڑے ہوئے تشہد پڑھا اور کہا کہ میں نے اپنی بیٹی (زینب) کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا تو اس نے جو مجھ سے بات کہی سچ کہی (اور دیکھو) فاطمہ محمد کی بیٹی اور اس کے جسم کا ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کہیں لوگ اسکے دین پر کوئی فتنہ لے آئیں اور مجھے اللہ کی قسم ہے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں ایک آدمی کے ہاں جمع ہوں۔ جب حضرت علیؓ نے سنا تو اپنا ارادہ ترک کردیا۔

[1] صحیح مسلم

کیونکہ جب حضرت علیؓ دوسرا نکاح کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ میری بیٹی غصہ میں آکر اپنے خاوند کے خلاف بات کہہ دے یا کوئی نافرمانی کرے جس وجہ سے وہ گنہگار ہو جائے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَۃَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاھَا فَبَکَتْ ثُمَّ حَدَّثَھَا فَضَحِکَتْ فَلَمَّا تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُھَا عَنْ بُکَائِھَا وَضِحْکِھَا قَالَتْ اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ یَمُوْتُ فَبَکَیْتُ ثُمَّ اَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا مَرْیَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ [1]

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور چپکے سے ایک بات کہی تو حضرت فاطمہؓ رو پڑی پھر آپ نے ایک بات کہی تو ہنس پڑی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ اس وقت تیرے رونے اور ہنسنے کی کیا وجہ تھی تو انہوں نے بتایا کہ جب آپؐ نے کہا کہ میں فوت ہونے والا ہوں تو میں رو پڑی پھر آپ نے بتایا کہ میں عمران کی بیٹی مریم کے علاوہ تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنس پڑی۔

اس روایت کی مانند صحیح مسلم میں بھی ایک روایت ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُہٗ بِالْقُرْاٰنِ کُلَّ عَامٍ مَرَّۃً وَاِنَّہٗ عَارَضَہٗ بِہٖ فِی الْعَامِ مَرَّتَیْنِ وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا قَدْ حَضَرَ اَجَلِیْ وَاِنَّکِ اَوَّلُ اَھْلِیْ لُحُوْقًا بِیْ وَنِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَکِ فَبَکَیْتُ لِذٰلِکَ ثُمَّ اِنَّہٗ سَارَّنِیْ فَقَالَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ

---

[1] ترمذی، اسکی سند عمدہ ہے

سَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَضَحِکْتُ لِذٰلِکَ [۱]

آپؐ نے کہا کہ جبریل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن مجید کا دور کرتا تھا لیکن اس سال اس نے دو مرتبہ کیا تو میں نے یہ خیال کیا کہ اب میری موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے پھر آپ نے کہا اے فاطمہ تو افسوس نہ کرنا کیونکہ تو مجھے سب سے پہلے ملے گی اور میں تیرا بہت اچھا پیش خیمہ ہوں میں نے سنا تو میں رو پڑی پھر آپ نے چپکے سے بات کہی کہ کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار ہو اور یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو تو میں ہنس پڑی۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُکَ مِنْ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِیْجَةُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِیَةُ امْرَأَۃُ فِرْعَوْنَ [۲]

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرا یہ بتا دینا تمہیں کافی ہے کہ تمام جہانوں کی عورتوں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ امرأۃ فرعون، یہ چار عورتیں افضل ہیں۔

فائدہ:- ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ اس امت کی تمام عورتوں سے افضل ہے بعض کا خیال ہے کہ اگلی پچھلی تمام امتوں کی عورتوں سے افضل ہے جن کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ حضرت فاطمہؓ آپؐ کا جزء ہے تو جب آپؐ تمام لوگوں سے افضل ہیںؐ تو اسی طرح حضرت فاطمہؓ بھی تمام عورتوں سے افضل ہوئی۔ اور جمہور کا مسلک ہے کہ آپؐ کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ دنیا کی

---

[۱] صحیح مسلم [۲] ترمذی حدیث صحیح ہے۔

تمام عورتوں سے افضل ہے کیونکہ حضرت مریم کے متعلق تو قرآن میں بھی تصریح آچکی ہے۔ جیسا کہ فرمایا :- وَ اصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ لہ تو اب اس باب میں زیادہ احسن یہ ہی موقف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ اس امت کی تمام مومن عورتوں کی سردار ہیں اور ان کے بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ جنت کے سب نوجوان آدمیوں کے سردار ہیں۔

ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا - قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَمَا رَاَيْتُهَا وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ ۔ ٢ہ

حضرت عائشہ رضؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کی بیویوں سے جس قدر میں نے حضرت خدیجہؓ پر رشک کیا کسی اور پر نہیں کیونکہ ایسا کوئی نادر ہی دن ہوگا کہ جس دن میں نے آپ کو دیکھا ہو کہ آپ نے اسکا ذکر نہ کیا ہو (بلکہ بات بات پر اسکا ذکر کرتے) اور اگر بعض دفعہ کوئی بکری ذبح کرتے تو اسکا گوشت بنا کر پہلے خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیجتے اور کہتے کہ خدیجہؓ تو وہ ہے خدیجہؓ تو وہ ہے اور میری اولاد بھی اسی سے ہے۔

۲:۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لہ سورہ آل عمران آیت ۴۲ اور اللہ نے تم کو تمام جہانوں کی عورتوں سے چن لیا۔ ٢ہ صحیح بخاری و مسلم

يَقُوْلُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ [1]

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ سب عورتوں سے بہتر مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

۱۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتٰی جِبْرِیْلُ النَّبِیَّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ خَدِیْجَةُ قَدْ اَتَتْ مَعَهَا اِنَاءٌ فِیْهِ اِدَامٌ وَطَعَامٌ فَاِذَا اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَیْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّیْ وَبَشِّرْهَا بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار جبریل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اللہ کے رسول یہ خدیجہ ہے جو آپ کے پاس برتن لاتی ہے جس میں کھانا اور سالن ہوتا ہے اب جب آپ کے پاس آئے تو اسکو میرا اور اسکے رب کا سلام کہنا اور جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری دینا جو ایک موتی کے اندر بنا ہوا ہے جس میں نہ ہی تو کوئی شور وغل ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف ہے۔

توضیح: آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت خدیجہؓ مکہ کی اسقدر غنی اور مالدار عورت تھی کہ تقریباً مکہ میں جس قدر سب لوگوں کا تجارتی سامان ہوتا تھا اتنا صرف حضرت خدیجہؓ کا ہوتا تھا۔ جب انکا خاوند فوت ہوا تو عرب کے بڑے بڑے نواب اور شہزادوں نے اسکی طرف منگنی

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] صحیح بخاری مسلم

کے خطوط بھیجے لیکن انہوں نے ان سب خطوط کو مسترد کر دیا اور مکہ کا وہ جو دُرِّ یتیم تھا اسکی طرف خود ہی پیغام نکاح بھیج دیا تو خیر جب آپ سے نکاح ہوا تو معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی شاید ہی عورت ہو جس نے اسلام اور اسکی دعوت و تبلیغ پر اس طرح اپنے خزانوں کو بہایا ہو جس طرح کہ حضرت خدیجہؓ نے اسلام اور اسکی دعوت و تبلیغ پر اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے تھے اور یہ چیز بھی یاد رکھنا کہ حضرت خدیجہ صرف مکہ کی صاحب ثروت اور مالدار عورت ہی نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نیک سیرت اور صاحب فراست بھی تھی جسطرح کہ جب آپ کو ایک دفعہ فرشتے نے دبایا تو آپ کانپتے اور تھرتھراتے ہوئے بڑی مشکل سے گھر پہنچے اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان کا ڈر ہے کہ اگر اس نے کہیں مجھے دوبارہ پکڑ لیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اب مجھے دبا کر ہی مار ڈالے تو یہ ہی آپ کی بیوی تھی جو آپ کو بہلاتی اور تسلیاں دیتی تھی کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ جیسے پاک سیرت اور بلند اخلاق شخص کو اللہ ہلاک کر دے اور بعید نہیں کہ جس سے آپ ڈرنے اور خوف کھانے میں یہ ہی آپ کے نکلنے اور بلندیوں کو پہنچنے کا پیش خیمہ ہو تو خیر یہ سب چیزیں حضرت خدیجہ کی فراست عظمت اور اسکی برتری پر روز روشن کی طرح دال ہیں جن میں کہ کسی مومن کو بھی قلق نہیں اور پھر آپ غور کریں کہ جس پر خود اللہ تعالےٰ اور جبریل بھی سلام بھیجے اور اسے دنیا میں ہی خولدار موتیوں میں بنے ہوئے مکانوں کی خوشخبریاں ملیں تو پھر اب اسکو مومنوں کی بڑی ماں اور خاتونِ جنت نہ کہیں تو اور کیا کہیں

ام المومنین حضرت صدیقہؓ کی فضیلت:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيْئُنِيْ بِكِ الْمَلَكُ فِيْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَقَالَ هٰذِهٖ

اُمْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ متواتر تین راتیں میں نے تم کو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشمی حلے میں لپیٹ کر تم کو میرے پاس لایا اور کہا یہ آپ کی بیوی ہے تو جب میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھا اچانک تو ہی ہے پھر میں نے کہا اگر یہ اللہ کو منظور ہے تو وہ ضرور اسے جاری کر دے گا۔

۱۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ جِبْرِيْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِهَا فِيْ خِرْقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جبریل علیہ السلام اسکی صورت ایک ریشمی سبز حلے میں لپیٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور کہا یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

۱۳۔ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا ۔[3]

حضرت ابوموسیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے وہ مسئلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا ہو اور پھر اسکا علم اسکے پاس نہ پایا ہو۔

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] ترمذی اسکی سند صحیح ہے [3] ترمذی اسکی سند صحیح ہے۔

جبرئیلؑ کا حضرت صدیقہؓ کو سلام کہنا: عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِیْلُ یَقْرَئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَهُوَ یَرٰی مَالَا اَرٰی [1]

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے کہا یا عائشؓ یہ جبرئیلؑ تجھ کو سلام کہتا ہے تو میں نے بھی کہا اس پر بھی اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو اور وہ تو دیکھ رہا ہے جو کہ میں نہیں دیکھتی۔

حضرت صدیقہ کا افصح ہونا: عَنْ مُوْسٰی بْنِ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا

رَأَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ [2]

حضرت موسٰی بن طلحہؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھکر کسی کو فصیح نہیں پایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیقہؓ کی خوشی معلوم کرنا: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قَالَتْ فَقُلْتُ وَمِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ قَالَ اَمَّا اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ

---

[1] صحیح بخاری مسلم [2] عائشہؓ کے بدلے آپ کبھی کبھی محبت کی وجہ سے یا عائش بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ [3] ترمذی اسکی سند صحیح ہے۔

وَاِذَا كُنْتِ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ ؎۱

حضرت عائشہ رضی کا بیان ہے کہ مجھے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تو مجھ سے خوش یا ناخوش ہوتی ہے تو میں معلوم کر لیتا ہوں میں نے عرض کیا کس طرح تو آپ نے کہا جب تو خوش ہوتی ہے تو اس طرح کہتی ہے نہیں قسم ہے محمد کے رب کی اور جب ناخوش ہوتی ہے تو اس طرح کہتی ہے نہیں قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی تو میں نے عرض کی بے شک اللہ کی قسم میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں آپکو تو نہیں چھوڑتی۔

تنبیہ: اس سے کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ حضرت عائشہ رضی دلی طور پر آپ سے ناراض ہو جاتی تھیں حاشا وکلا یہ نہیں بلکہ یہ غصہ اس رشک کے بلب سے ہے جو بعض عورتوں کو اپنے خاوند کے اوپر آ جاتا ہے کہ آج اس نے اس سے بات کی مجھ سے نہیں کی اسکے پاس بیٹھا میرے پاس نہیں بیٹھا تو یہ قدرتی طور پر ہی عورتوں میں ہوتا ہے جو ایک وقتی طور پر ہوتا ہے بعد میں زائل ہو جاتا ہے۔ تو یہ سمجھی نہیں ہوا کہ حضرت عائشہ رضی دلی طور پر آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوتی ہوں اور یا ایسی ناراضگی جو ایک وقتی طور پر آئی ہو اور پھر وہ زائل نہ ہوتی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیقہ کی گود میں فوت ہونا: عن عائشۃ رضی

قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَفَقَّدُ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا الْيَوْمَ اَيْنَ اَنَا غَدًا اِسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ ؎۲

؎۱ صحیح مسلم ؎۲ صحیح مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ معلوم کرتے کہ میں آج کہاں ہونگا کل کہاں ہوں گا ۔ (تو یہ صرف اس لئے کہتے تھے) کہ معلوم نہیں ابھی تک عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں کتنی دیر ہے تو ایسا ہوا کہ جب اللہ نے آپ کو فوت کیا تو وہ میری باری کا ہی دن تھا اور آپ کا سر مبارک میرے حلق اور سینے کے درمیان لگا ہوا تھا۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت :- عن انس رضی اللہ عنہ

قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ اَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ بِنْتُ يَهُودِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ فَقَالَتْ قَالَتْ لِي حَفْصَةُ اِنِّي ابْنَةُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَاِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ[1] وَاِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللّٰهَ يَا حَفْصَةُ[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ اسکو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہودی کی بیٹی کہا ہے تو یہ سن کر وہ رو پڑی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو اسوقت بھی رو رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں روتی ہے کہا اللہ کے رسول حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تو تو نبی کی بیٹی ہے تیرا چچا بھی نبی ہے اور تو نبی کی بیوی ہے تو پھر اب تم پر وہ کس چیز پر فخر کرتی ہے پھر آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہوئے اور کہا اے حفصہ رضی اللہ عنہا اللہ سے ڈر۔

---

[1] یہاں باپ سے مراد ہارون علیہ السلام بن عمران اور چچا سے مراد موسیٰ علیہ السلام بن عمران ہیں ۔ تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳۶۷ [2] صحیح مسلم

ثواب آخر میں ہم صحابہ کرامؓ کی عبقریت اور انکی مقدس سیرت کے بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں چند ایسے اشعار ذکر کرتے ہیں جو بلا مبالغہ انکی پاک سیرت کی عکاسی کرتے ہیں۔

صحابہ کی مدح اشعار کی صورت میں :۔

(۱) اُنْظُرْ اِلٰى هَدْىِ الصَّحَابَةِ وَالَّذِى ۔۔۔ كَانُوا عَلَيْهِ فِى الزَّمَانِ الْخَالِى

آپ ذرا صحابہ کرامؓ کی رشد وہدایت کو دیکھیں جن کا ظہور ایسے زمانہ میں ہوا جبکہ کسی طرف اصل دین کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔

(۲) وَاسْلُكْ طَرِيقَ الْقَوْمِ اَيْنَ تَيَمَّمُوا ۔۔۔ خُذْ يَمْنَةً مَا الدَّرْبُ ذَاتَ شِمَالِ

تو صحابہ کرامؓ کے اس راستہ پر چل جس طرف کا انہوں نے قصد کیا ہے اور وہ دائیں جانب ہے لہذا تو بھی بایاں راستہ چھوڑ کر دائیں کو مضبوطی سے تھام

(۳) تَاللهِ مَا اخْتَارُوا لِاَنْفُسِهِمْ سِوٰى ۔۔۔ سُبُلِ الْهُدٰى فِى الْقَوْلِ وَالْاَفْعَالِ

اللہ کی قسم انہوں نے اپنے قول و فعل میں سوائے ہدایت کے راستوں کے اور کچھ اپنے لئے پسند نہیں کیا۔

(۴) دَرَجُوا عَلٰى نَهْجِ الرَّسُولِ وَهَدْيِهِ ۔۔۔ وَبِهِ اقْتَدَوْا فِى سَائِرِ الْاَحْوَالِ

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ اور اسکی ہدایت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اور انہوں نے ہر حال میں آپ کی اقتداء کی۔

(۵) نِعْمَ الرَّفِيقُ لِطَالِبٍ يَبْغِى الْهُدٰى ۔۔۔ فَمَآلُهُ فِى الْحَشْرِ خَيْرُ مَآلِ

کیا ہی وہ اچھا ساتھی ہے جو ہدایت کا طالب ہے پس اس کا حشر میں یہ ہی بہترین سرمایہ ہے۔

(۶) اَلْقَانِتِينَ الْمُخْبِتِينَ لِرَبِّهِمْ ۔۔۔ اَلنَّاطِقِينَ بِاَصْدَقِ الْاَقْوَالِ

وہ تو اپنے رب کی فرمانبرداری اور اسکی بارگاہ میں گڑگڑانے والے ہیں اور اپنے قول و اقوال میں بہت سچے ہیں۔

(۷) اَلتَّارِكِينَ لِكُلِّ فِعْلٍ سَيِّئٍ ۔۔۔ وَالْعَامِلِينَ بِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ

وہ ہر برائی کو ترک کرنے والے اور ہر اچھا کام کرنے والے ہیں۔

(۸) اھواءھم تبع لدین نبیھم　　وسواھم بالضد فی ذی الحال

انکی خواہشیں تو انکے نبی کے دین کی تابع ہیں اور دوسروں کی حالت اس حالت کے بالکل برعکس ہے۔

(۹) ماشابھم فی دینھم نقص ولا　　فی قولھم شطح الجھول الغالی

ان میں کوئی ایسا عیب نہیں جس وجہ سے انکے دین پر کسی نے عیب لگایا ہو اور نہ ہی جاہل اور غالی شخص کی کلام کی طرح انکی کلام میں کوئی عیب ہے۔

(۱۰) عملوا بما علموا ولم یتکلفوا　　فلذلک ماشابوا الھدیٰ بضلال

جو انہوں نے سمجھا اس پر عمل کیا اور تکلفات میں نہیں پڑے۔ اسی لئے انہوں نے ہدایت کو گمراہی سے ملانے کے ساتھ عیب ناک نہیں کیا

(۱۱) وسواھم بالضد فی الامرین قد　　ترکوا الھدیٰ ودعوا الی الضلال

اور انکے سوا جو ہیں وہ بالکل کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ جنہوں نے ہدایت کو ترک کر دیا اور لوگوں کو گمراہی کی دعوت دی۔

(۱۲) فھم الادلۃ للحیاریٰ من یسر　　بھدھم لم یخش من اضلال

وہ تو متحیر اور بھٹکے ہوئے آدمیوں کے راستہ کے صحیح قائد ہیں لہذا جو انکے اس راستہ پر چل پڑا تو وہ گمراہ نہیں ہوگا۔

(۱۳) وھم النجوم ھدایۃ واضاءۃ　　وعلو منزلۃ وبعد منال

وہ ستارے ہیں جو ہدایت کی راہ کو واضح کرتے ہیں، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اونچا مقام ہے۔

(۱۴) یمشون بین الناس ھونا نطقھم　　بالحق لا بجھالۃ الجھال

وہ لوگوں میں نرمی اور وقار سے چلتے ہیں، انکا بولنا حق ہوتا ہے جاہل کی طرح جھوٹا اور فضول نہیں ہوتا۔

(۱۵) حِلْمًا وَعِلْمًا مَعَ تُقًى وَ تَوَاضُعٍ ‏ ‏ ‏ ‏ وَنَصِيحَةٍ مَعَ رُتْبَةِ الْأَفْضَالِ

اور یہ بھی کہ وہ حلم وعلم تواضع، پرہیزگاری اور ایک دوسرے پر خیر خواہی کرنے کے ساتھ اپنے ایک بلند مقام پر فائز ہیں

(۱۶) يُحْيُونَ لَيْلَهُمُ بِطَاعَةِ رَبِّهِمْ ‏ ‏ ‏ ‏ بِتِلَاوَةٍ وَتَضَرُّعٍ وَسُؤَالِ

وہ اپنے رب کی اطاعت کے لیے راتوں کو جاگتے ہیں تو انکا اسوقت قرآن پڑھنا گڑگڑانا اور اپنے رب سے سوال کرنا ہوتا ہے۔

(۱۷) عُيُونُهُمُ تَجْرِي بِفَيْضِ دُمُوعِهِمْ ‏ ‏ ‏ ‏ مِثْلَ انْهِمَالِ الْوَابِلِ الْهَطَّالِ

تو اسوقت ان کے آنسوں اس طرح گرتے ہیں جیسا کہ موسلادھار بارش ہوتی ہے۔

(۱۸) فِي اللَّيْلِ رُهْبَانٌ وَعِنْدَ جِهَادِهِمْ ‏ ‏ ‏ ‏ لِعَدُوِّهِمْ مِنْ أَشْجَعِ الْأَبْطَالِ

وہ رات کو تو گوشہ نشین ہوتے ہیں لیکن جب دن کو دشمن سے مقابلہ ہو تو پھر سب لوگوں سے زیادہ دلیر اور بہادر ہوتے ہیں۔

(۱۹) وَإِذَا بَدَا عَلَمُ الرِّهَانِ رَأَيْتَهُمْ ‏ ‏ ‏ ‏ يَتَسَابَقُونَ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

اور جب دین کا کوئی مثالی حکم اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھکر اس پہ عمل کرتے ہیں

(۲۰) بِوُجُوهِهِمْ أَثَرُ السُّجُودِ لِرَبِّهِمْ ‏ ‏ ‏ ‏ وَبِهَا أَشِعَّةُ نُورِهِ الْمُتَلَالِي

ان کے چہرے اپنے رب کو سجدہ کرنے کی وجہ سے اس طرح ہیں جیسا کہ کسی شعلے کا نور چمکتا اور دمکتا ہے

(۲۱) وَلَقَدْ أَبَانَ لَكَ الْكِتَابُ صِفَاتِهِمْ ‏ ‏ ‏ ‏ فِي سُورَةِ الْفَتْحِ الْمُبِينِ الْعَالِي

اور البتہ کتاب اللہ نے سورہ فتح میں انکی صفتوں کو تجھ پر واضح کردیا ہے ایسی سورۃ جو بہت بلند عالی مقام سورۃ ہے۔

(۲۲) وَمِنْ رَابِعِ السَّبْعِ الطِّوَالِ صِفَاتُهُمْ ۔ قَوْمٌ يُحِبُّهُمُ ذُو جَلَالِ

اور اسی طرح سبع الطوال کی چوتھی سورۃ میں انکی صفات ہیں کہ وہ ایسی قوم ہے جن کے ساتھ رب العزت محبت کرتا ہے۔

(۲۳) وَبَرَاءَةٌ وَالْحَشْرُ فِيهَا وَصْفُهُمْ ۔ وَبِهَلْ أَتَى وَبِسُورَةِ الْأَنْفَالِ ؂

اور اسی طرح سورۃ براءۃ حشر، دھر اور انفال میں انکی صفتیں موجود ہیں۔

تمّت بالخیر

بعون اللہ تعالیٰ و فضلہ العظیم

اب اس کتاب کی توضیح کرنے کے بعد ہم ان شاء اللہ وہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین جن کی روایات (الخصال المکفرۃ) میں آئی ہیں اور وہ محدثین جنہوں نے ان روایات کو بیان کیا ہے انکی زندگی کے کچھ مختصر حالات لکھتے ہیں تاکہ انکی زندگی میں علم و عمل صبر و استقامت اور صداقت و امانت کے جو جوہر موجود تھے وہ ہم بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

؂ اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان ابن قیمؒ سے یہ اشعار لکھے گئے ہیں۔ ج ۲ ص ۲۵۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نام عبداللہ، صدیق اور عتیق لقب تھا۔ آپ کو صدیق کہنے کی بعض لوگ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آپ نے سب لوگوں سے پہلے بلا جھجک اور کسی تردد کے بغیر اسلام قبول کیا اس لئے آپ کو صدیق کہا گیا۔

آپ کو صدیق کہنے کی وجہ :۔ لیکن اس سے زیادہ صحیح یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا کہ میری قوم میں اس واقعہ کی کون تصدیق کرے گا۔ تو حضرت جبریل امینؑ نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر صدیق کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہے[1]

آپ کو عتیق کہنے کی وجہ :۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو فرمایا: (اَنْتَ عَتِیْقٌ مِنَ النَّار)[2] (تم تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو) تو اسی وقت آپ کا لقب عتیق پڑ گیا۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ سے بھی تصریح ہے کہ میرے باپ کا لقب عتیق تھا[3] اور کنیت ابوبکر ہے۔

حضرت ابوبکر کے والد کا نام :۔ والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا جب حضرت ابوبکرؓ انکو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اسوقت انکی داڑھی اور سر کے بال بگلا کی طرح بالکل سفید ہو چکے تھے۔ سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ابوبکرؓ کو کہا آپ نے اپنے بوڑھے باپ کو کیوں تکلیف دی ہیں خود ہی انکے پاس آجاتا تو ابوبکرؓ نے کہا

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرۃ ابوبکر [2] ترمذی ج ۲ ص ۲۱۴ [3] طبری ج ۳ ص ۶۱۵

اللہ کے رسول میرے باپ کے پاس آپ کا چل کر جانا اس سے یہ بہتر ہے کہ یہ خود چل کر آپ کے پاس آتے تو پھر اسکے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور مشرف بالاسلام کیا ۹۷ برس کی عمر پاکر ۱۴ھ میں فوت ہوا [1]

حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا نام :۔

آپ کی والدہ کا نام (ام سلمیٰ) اور کنیت (ام الخیر) ہے [2]

انفاق فی سبیل اللہ :۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، زہد و تقویٰ نیکی پرہیزگاری اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھنے میں بھی ایک مثالی شخص ہے جیسا کہ ایک موقع پر آپ نے اپنا سارا مال لاکر خدمت اقدس میں پیش کر دیا اور گھر میں صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی محبت اور رضا کے سوا کچھ نہیں چھوڑا [3]

شجاعت :۔

بہادر اسقدر تھے کہ غزوہ بدر کے موقع پر آپ کے لئے ایک کیمپ بنایا گیا جس میں آپ نے قیام فرمایا پھر سوال اٹھا کہ یہاں آپ کی چوکیداری کون کرے گا تو کوئی آگے نہ بڑھا ابوبکر صدیق اٹھے اور شمشیر لیکر کیمپ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اگر کوئی کافر اس طرف کا رخ کرتا تو اس پر شیر کی طرح جھپٹ پڑتے۔ اسی طرح مکہ میں ایک مرتبہ کفار نے آپ کو اپنے نرغہ میں لے کر طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں تو ابوبکرؓ تنہا اس نرغہ میں گھس گئے کسی کافر کو دھکا دیا کسی کو پیچھے کیا آخر آپ کو اس ہجوم سے باہر لے آئے اور کہا ظالمو! تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے [4]

---

[1] الاصابہ ج ۴ ص ۵۴   [2] طبقات ابن سعد   [3] ترمذی، ابوداؤد حدیث صحیح ہے۔
[4] صدیق اکبر

آپ کی بُردباری :- حلیم اور برد بار اسقدر تھے کہ ایک مرتبہ آپ ؓ اور صحابہ کرام کی موجودگی میں کسی شخص نے ابوبکر ؓ کو گالیاں دینی شروع کیں تو آپ خاموش رہے اس نے دوبارہ بدتمیزی کی پھر خاموش رہے جب تیسری مرتبہ اس نے یہ ہی حرکت کی تو پھر آپ نے جواب دیا رسول اللہ ؐ نے سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے تاہم ابوبکر ؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائے طلبی کا بھی اسقدر خیال رہتا تھا جب آپ اُٹھے تو فوراً بول اٹھے کہ اللہ کے رسول کیا آپ مجھ پر ناراض تو نہیں ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا جب وہ آدمی آپ کو گالیاں دے رہا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر وہ خود اسکی تکذیب کر رہا تھا جب تو نے خود اس سے بدلہ لیا تو بیچ میں شیطان آگیا پھر یہ مناسب نہیں تھا کہ جہاں شیطان ہو میں وہاں کھڑا رہوں [1]

حضرت ابوبرزہ کی روایت میں ہے کہ عہدِ خلافت میں کسی شخص نے آپ کو بُرا بھلا کہا تو ایک صحابی کو طیش آگیا اس نے اجازت مانگی کہ امیر المومنین آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسکی گردن اڑا دوں تو آپ نے منع کر دیا اور فرمایا یہ تو صرف رسول کی شان ہے اور کسی کی نہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار :-

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذا صعد الجبلا

اس بلند غارِ ثور میں ابوبکر دو میں سے ایک تھے جب کہ دشمنوں نے ان پر چڑھ کر انکا محاصرہ کر لیا تھا۔

وکان حب رسول اللہ قد علموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

---

[1] سنن ابی داؤد

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے اور تمام صحابہ اس بات کو
جانتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی شخص آپکی
برابری کا نہیں۔

جب آپؐ نے یہ اشعار سنے تو آپکو ہنسی آگئی حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آگئے اور فرمایا حسان تونے سچ کہا بے شک ابوبکرؓ ایسا ہی ہے۔[1] آخر آپ دو برس تین ماہ نو دن مسندِ خلافت پر جلوہ افروز رہ کر تریسٹھ برس کی عمر میں بروز جمعہ سترہ جمادی الثانی ۱۳ھ میں وفات پائی[2] فاروق اعظمؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کے محبوب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اسی قبہ خضراء کے اندر دفن کیے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

آپکا نامِ گرامی عمر، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے نویں پشت سے آپ کا شجرہ نسب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ تمام امت سے افضل ہیں آپ کے فضائل کے بارے میں کثرت سے احادیث ذکر ہوئی ہیں خصوصاً کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتا اور یہ بھی کہ جس گلی سے عمرؓ کا گزر ہوتا ہے شیطان وہ گلی چھوڑ دیتا ہے۔ اکثر ممالک آپ کے عہدِ خلافت میں ہی فتح ہوئے یہاں تک کہ اسلام غربت سے نکل کر اپنے پورے عروج تک جا پہنچا اور دنیا کی طاقتوں سے سب سے بڑی ملی، ملکی اور سیاسی طاقت بن گیا۔ آپ کا دورِ خلافت دس سال چھ ماہ پانچ دن ہے آخر آپ ابولؤلؤ مجوسی غلام کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو تریسٹھ سال کی عمر پا کر اسی قبہ خضراء میں اپنے صاحبین کیساتھ مدفون ہوئے۔[3]

---

[1] طبقات ابن سعد ج [2] ازالۃ الخفاء ابن کثیر نے البدایہ میں وفات کا دن سوموار لکھا ہے [3] ازالۃ الخفاء

دریائے نیل کے نام خط لکھنا:۔ جب حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مصر فتح ہوا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تو مصری باشندوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے بات کی کہ ہمارے ہاں عرصہ دراز سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ جب تک ہم بارہ[۱۲] سال کی کنواری لڑکی زیور سے آراستہ کر کے اس دریائے نیل کی نذر نہیں کرتے تو اس وقت تک اس میں پانی نہیں آتا جب حضرت عمرو بن عاصؓ نے سنا تو کہا یہ تو اسلام کے سخت خلاف ہے جو اسلام کبھی اسکی اجازت نہیں دیتا چنانچہ اسی وقت حضرت عمرؓ کی طرف خط لکھا اور اس رسمِ قدیمہ کے متعلق آگاہ کیا جب حضرت عمرؓ نے خط پڑھا تو اسی وقت دریائے نیل کے نام ایک خط لکھا جسکے الفاظ یہ تھے۔

من عبد اللہ عمر امیر المومنین الی نیل اھل مصر اما بعد فان کنت انما تجری من قبلک ومن امرک فلا تجر فلا حاجۃ لنا فیک وان کنت انما تجری باسم اللہ الواحد القھار وھو الذی یجریک فنسأل اللہ تعالیٰ ان یجریک

اللہ کا بندہ عمر جو مومنوں کا امیر ہے اسکی طرف سے دریائے نیل کے نام اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کے بعد اگر تو خود اپنے آپ ہی چلتا ہے تو نہ چل ہم کو تیرے پانی کی کوئی حاجت نہیں ورنہ اگر تو اس ایک اللہ جو ہر چیز پر غالب ہے اس کے حکم سے چلتا ہے تو پھر وہی تم کو چلائے گا۔ لہذا ہم اسی اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تم کو چلائے۔

تو خیر جب حضرت عمرؓ کا یہ خط دریائے نیل میں پھینکا گیا تو اسی وقت دریائے نیل میں پانی شروع ہو گیا اور ایک ہی رات میں سولہ[۱۶] ہاتھ تک پانی بلند ہو گیا۔[۱]

---

[۱] البدایہ والنہایہ جزء ے ص ۱۰۰

حضرت عمرؓ کا منبر پر کھڑے ہو کر آواز کرنا:۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا جسکا سپہ سالار حضرت ساریہ بن زنیم کو مقرر کیا جب وہ لشکر دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو اہل فارس نے بھی خوب تیاری کر کے اپنی فوجوں کو اسلامی فوجوں کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا تو ایسا ہوا کہ جب دشمن نے اسلامی فوجوں کا محاصرہ کیا تو حضرت ساریہ بن زنیم نے اچانک حضرت عمرؓ کی آواز سنی جس کے الفاظ یہ تھے۔

"یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلُ"[1] (اے ساریہ پہاڑ کی طرف پہاڑ کی طرف) حضرت ساریہ کا بیان ہے کہ جب ہم نے آواز پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی اور ہم نے اس شہر کو فتح کر لیا۔

ایک غور طلب پہلو:۔

اگر ہم حضرت عمرؓ کی فضیلت اور انکی کرامات کے بارے میں جو اور واقعات ہیں انکو ذکر نہ بھی کریں اور صرف انہی دو واقعات پر غور کریں، تو حقیقت یہ ہے کہ یہی دو واقعات انکی عبودیت اور عبقریت کو سورج کی طرح نمایاں کر دیتے ہیں۔ پہلا واقعہ جو انہوں نے دریائے نیل کے نام خط لکھا تھا اور اس میں پانی آ گیا تو یہ زیادہ تعجب انگیز چیز نہیں جتنی کہ یہ حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے دریائے نیل کے نام خط لکھنے کی جرأت کس طرح کی، کیا کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ کسی نے کسی نہر، نالہ، دریا، جھیل اور تالاب کے نام خط لکھا ہو تو اب اسکی وجہ ہمیں صرف یہ ہی ملے گی کہ انکے پاس ایمان کی وہ سپر طاقت تھی جسکی وجہ سے انہوں نے یہ جرأت کی اور کئی لاکھ مربع میل تک مسلمانوں کی حکومت کو بھی قائم کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

---

[1] البدایہ والنہایہ

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

لقب ذوالنورین، کنیت ابو عبداللہ، نام عثمان ہے اور قریشی ہیں پانچویں پشت میں جا کر انکا نسب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے جمہور امت کے نزدیک انکا مقام فاروق اعظم کے بعد سب امت سے افضل ہے دو ہجرتیں کیں حبشہ کی طرف پھر مدینہ کی طرف، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسقدر انکے ساتھ محبت تھی کہ آپ نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے انکے نکاح میں دیں متقی، پرہیزگار اور صاحب حیا اس قدر تھے کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعا فی بیتہ کاشفا عن فخذیہ او ساقیہ فاستاذن ابوبکر فاذن لہ وھو علی تلک الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن لہ وھو کذلک فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسوی ثیابہ فلما خرج قالت عائشۃ دخل ابوبکر فلم تھتش لہ ولم تبالہ ثم دخل عمر فلم تھتش لہ ولم تبالہ ثم دخل عثمان فجلست وسویت ثیابک فقال الا استحی من رجل تستحی منہ الملئکۃ وفی روایۃ قال ان عثمان رجل حیی وانی خشیت ان اذنت لہ علی تلک الحالۃ ان لا یبلغ الی فی حاجتہ[1]

---

[1] بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۶۱

حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کے دونوں رانوں اور یا دونوں پنڈلیوں پر کوئی کپڑا نہ تھا ابوبکر رض آئے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی لیکن نہ تو آپ نے حرکت کی اور نہ ہی کوئی پرواہ کی بلکہ اسی طرح ان سے باتیں کرتے رہے حضرت عمر آئے انہوں نے بھی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی پھر بھی آپ نے نہ حرکت کی اور نہ کوئی پرواہ کی۔ بلکہ اسی طرح ان سے بھی باتیں کرتے رہے پھر حضرت عثمان آئے تو انہوں نے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی تو اسوقت آپ نے اپنے کپڑوں کو درست کر لیا جب تینوں چلے گئے تو حضرت عائشہ رض نے پوچھا اللہ کے رسول جب ابوبکر آئے تو آپ نے کوئی حرکت نہیں کی۔ جب حضرت عمر رض آئے تو پھر بھی آپ نے کوئی حرکت نہ کی لیکن جب حضرت عثمان آئے تو آپ بیٹھ گئے۔ اور اپنا کپڑا بھی درست کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں ایسے آدمی سے حیا نہ کروں کہ جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان رض ایک با حیا آدمی ہے اگر میں اسکو اسی حالت میں اپنے پاس آنے کی اجازت دیتا تو مجھے ڈر تھا کہیں وہ مجھے دیکھ کر واپس نہ چلا جاتے اور جس ضرورت کو آیا تھا اس کو نہ پا سکے۔

فائدہ:۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رض کی سیرت طیبہ میں یہ انکا ایک نمایاں وصف تھا۔ جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔

حضرت عثمان رضؓ کا ایثار:۔ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی اسقدر تھے۔ کہ جب کسی وقت جنگ کے لئے چندہ جمع کیا جاتا تو اتنا مال لاتے کہ صحابہ دیکھ کر حیران رہ جاتے جیساکہ حدیث میں ہے۔

عن عبد الرحمٰن ابن خبابٍ قال شهدت النبي صلی اللہ علیہ وسلم وهو يحث على جيش العسرة فقام عثمان فقال یا رسول اللہ علی مائة بعير باحلاسها و اقتابها في سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال علی مائتا بعير باحلاسها واقتابها في سبيل الله ثم حض فقام عثمان فقال على ثلثمائة بعيرٍ باحلاسها واقتابها في سبيل الله فانا رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ينزل عن المنبر وهو يقول ما على عثمان ما عمل بعد هذه ما على عثمان ما عمل بعد هذه [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ کا بیان ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بے سروسامان لشکر کے لئے فنڈ جمع کرنے کی صحابہ کو رغبت دلا رہے تھے۔ تو میں بھی اسوقت موجود تھا۔ حضرت عثمان رضؓ اٹھے اور کہا کہ میرے اللہ کے راستہ میں ایک سو اونٹ بمع ان کے پالان اور مہار کے چنانچہ پھر آپ نے چندہ کی رغبت دلائی حضرت عثمان رضؓ پھر اٹھے اور کہا کہ میرے اللہ کے راستہ میں دوسو اونٹ بمع انکے پالان اور مہار کے چنانچہ پھر آپ نے چندہ کی رغبت دلائی حضرت عثمان رضؓ پھر اٹھے۔ اور کہا کہ میرے اللہ کے راستہ میں تین ۳۰۰ سو

---

[1] جامع ترمذی

اونٹ بمع انکے پالان اور مہار کے حضرت عبدالرحمٰن کا بیان ہے
کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر سے نیچے اُتر آئے
اور کہا اگر آج اس عمل کے بعد عثمان کوئی عمل نہ بھی کرے تو بھی جنتی
ہے)

تو اسی طرح اور بھی حضرت عثمان رضؓ کے ایسے عمل تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُنکو جنت کی بشارت دی، عمر فاروق رضؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اور اپنی خلافت
میں فتوحاتِ اسلامیہ کو بڑھایا اور شیخین[1] کے جمع کئے ہوئے قرآن کو بھی
شائع کیا۔ آخر بارہ دن کم بارہ برس خلافت کرنے کے بعد بروز جمعہ پندرہ[۱۵]
یا سترہ ذالحجہ ۳۵ھ میں ظلماً باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور جنت البقیع
میں دفن کئے گئے۔ تو اسوقت آپ کی عمر بیاسی[۸۲] برس کی تھی[2]

[1] اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں

[2] ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ

کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے لقب اسداللہ اور نام علی ہے قریشی ہاشمی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے بیٹے ہیں نابالغ بچوں میں سب سے پہلے یہی ایمان لائے عشرۂ مبشرہ سے ہیں اہل حق کے نزدیک حضرت عثمان رضہ کے بعد انہی کا درجہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضہ کے شوہر ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سب انہی کی پشت سے چلی ہے اور آپ نے انکو بھی شہادت کی خوشخبری دی تھی اور ان کے قاتل کو اشقیٰ بدبخت فرمایا تھا خلافت میں فتنے اور فسادات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر تریسٹھ برس کی عمر میں تین دن کم پانچ برس خلافت کر کے اٹھارہ ۱۸ رمضان سنہ ۴۰ھ میں بمقام کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے [1] رضی اللہ عنہ۔

حضرت علیؓ کی شجاعت:-

بہادر اسقدر تھے کہ جنگ خندق میں عمرو بن عبدِ وُد کو انہوں نے ہی قتل کیا تھا جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا جنگ بدر میں آیا تھا لیکن زخمی ہو کر نکل گیا تھا۔ اور اسی نے ہی قسم اٹھائی تھی۔ کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہ لوں گا سر میں تیل نہیں ڈالوں گا جب میدان میں آیا تو پکارا کہ مقابلے کے لئے کون آتا ہے اسوقت اسکی عمر نوّے ۹۰ برس کی تھی۔ حضرت علی نے کہا میں لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ عمرو بن عبدود ہے تو حضرت علی بیٹھ گئے پھر اس نے پکارا تو کسی طرف سے جواب نہ آیا جب تیسری مرتبہ پکارا تو حضرت علیؓ نہ رہ سکے تو پھر آپؐ نے بھی اجازت دے دی

---

[1] ازالۃ الخفاء

اور اپنے دستِ مبارک سے تلوار بھی دی اور سر پر عمامہ بھی باندھ دیا۔

عمرو بن عبدِ ود کا قول:۔ عمرو کا قول تھا کہ کوئی شخص دنیا میں اگر مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرتا ہے تو میں ایک ضرور قبول کرتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کیا واقعہ ہی تیرا یہ قول ہے تو اس نے کہا ہاں تو پھر اس کے بعد حسبِ ذیل گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت علیؓ	میں درخواست کرتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا۔
عمرو	یہ تو نہیں ہو سکتا
حضرت علیؓ	لڑائی کرنے سے ہٹ جا۔
عمرو	نہ لڑا تو خاتونانِ قریش طعنہ دیں گی۔
حضرت علیؓ	تو مجھ سے معرکہ آرا ہو۔

یہ آخری بات عمرو نے سنی تو ہنسا اور کہا میرے تو حاشیہ خیال بھی نہ تھا کہ آسمان کے نیچے مجھ سے کوئی آدمی ایسی بھی درخواست کرے گا۔ حضرت علیؓ پیادہ تھے تو عمرو کی غیرت نے بھی گوارہ نہ کیا کہ وہ اپنے بالمقابل پیادہ کے ساتھ گھوڑے پر لڑے چنانچہ گھوڑے سے اترا تلوار لی اور گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں پھر پوچھا کہ تم کون ہو حضرت علیؓ نے نام بتلایا عمرو نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں۔ عمرو نے سنا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ تلوار لی اور آگے بڑھ کر وار کیا حضرت علیؓ نے روکا۔ لیکن پیشانی پر معمولی سا لگا اور زخم کاری نہ تھا تاہم زندگی بھر انکے یہ نشان رہا، قاموس میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو (ذوالقرنین) بھی کہتے ہیں جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی پیشانی پر زخموں کے دو نشان تھے ایک عمرو کا اور دوسرا ابن ملجم کا تھا پھر حضرت علیؓ نے وار کیا تو تلوار اس سے زور لگی کہ کاندھا کاٹ کر نیچے تک اتر آئی ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا

کا نعرہ لگایا اور فتح کا اعلان کر دیا پھر عمرو کی نعش لینے کے لئے کفار نے دس ہزار درہم کی پیش کش کی تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

(لا خیر فی جسدہ و لا فی ثمنہ)

اسکے جسم اور اسکی قیمت میں کوئی بھلائی نہیں ۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا

لا نا کل ثمن الموتی ادفعوا الیھم جیفتہ فانہ خبیث الجیفۃ خبیث الدیۃ فلم یقبل منھم شیئا

ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے لہذا اسکی ناپاک نعش انکے حوالے کر دو کیونکہ یہ خود بھی نجس اور اسکی قیمت بھی نجس ہے چنانچہ اسکا کوئی عوض نہ لیا جائے ۔ اسی طرح آپ نے (نوفل بن عبداللہ مخزومی) کی نعش بھی واپس کر دی اور اسکا بھی کوئی عوض نہیں لیا ۔

پھر اس طرح غزوہ خیبر میں جب مرحب قلعہ سے رجز پڑھتا ہوا باہر آ رہا تھا تو اسوقت بھی حضرت علی اس کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے ۔ اور جواب بھی اسکا رجز میں ہی دیا جو کہ حسب ذیل ہے ۔

مرحب :۔

علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں تجربکار، دلیر اور ہتھیار پہنے ہوئے ہوں

علی رضی اللہ عنہ :۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ کلیث غابات کریہ المنظر

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام جنگل کا شیر رکھا ہے جسکے چہرے پر مارے خوف کے کسی کی نظر نہیں پڑتی ۔

تو مرحب جب اتراتا اور تکبر کرتا ہوا میدان میں آیا تو حضرت علیؓ نے اس زور سے سر پر تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی [1]

[1] البدایہ والنہایہ یہ اشعار صحیح مسلم غزوہ خیبر میں بھی موجود ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام سعد کنیت ابو وقاص اور والد کا نام مالک ہے ان کا نسب نامہ پانچویں پشت میں جا کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے حضرت آمنہ سے بہت قریب کا رشتہ ہے قدیم الاسلام اور عشرۂ مبشرہ سے ہیں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کافروں کا خون بہایا۔ مستجابۃ الدعوۃ اور بہت بڑے تیر انداز تھے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہی کی سپہ سالاری میں ایران فتح ہوا تھا حضرت فاروق رضؓ نے جن چھ صحابہؓ کو اپنی خلافت کے بعد چنا تھا ان میں سے یہ بھی تھے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد گوشہ نشین ہو گئے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا ایک دفعہ حضرت معاویہؓ نے انکو اپنی مدد کے لئے بلایا لیکن انہوں نے صاف صاف کہہ دیا میں نے تو حضرت علی کا کہا نہیں مانا جو تم سے بدرجہا افضل ہے تو آپ کے ساتھ کس طرح نکل سکتا ہوں۔ وفات کے وقت ان کے پاس اون کا ایک پرانا جبہ تھا وہ منگوایا اور کہا مجھے اس میں دفن کرنا کیونکہ یہ وہ جبہ ہے کہ جسے پہن کر میں جنگِ بدر میں کافروں سے لڑا تھا ستر سال سے زائد عمر پا کر ۵۵ھ میں اپنے مکان میں وفات پائی جو مدینہ کے قریب ہی تھا پھر وہاں سے انکی نعش مبارک کو لوگوں نے کندھوں پر لا کر جنۃ البقیع میں دفن کی عشرۂ مبشرہ میں سے سب سے آخر میں انہی کی وفات ہوئی۔ [1] رضی اللہ عنہ

---

[1] ازالۃ الخفا

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

قریشی ہاشمی اور رسول کے چچا ہیں کنیت ابو الفضل ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے ہیں زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی خدمت اور حاجیوں کو آب زمزم پلانا انہی کے متعلق تھا غزوہ بدر میں کافروں کے ساتھ تھے اور دوسرے کافروں کی طرح یہ بھی قید ہوکر مدینہ آئے تھے جب انکو ہتھکڑی لگی تو اسکی تکلیف سے آپؐ سخت بے چین تھے چنانچہ اسی وجہ سے پھر ایک صحابی نے انکی ہتھکڑی کو ڈھیلی کردی فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ قدیم الاسلام تھے مگر اپنا ایمان مخفی رکھے تھے اسی وجہ سے جنگ بدر میں کافروں کے ساتھ بخوشی نہیں آئے تھے. حضرت فاروق کے زمانہ میں انہی کا واسطہ دیکر بارش کی دعا مانگی گئی تو خوب بارش ہوئی تھی آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۱۲ رجب ۳۲ھ کو جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت عثمانؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔ تو اسوقت انکی عمر ۸۸ برس تھی [1] رضی اللہ عنہ۔

---

[1] ازالۃ الخفا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:-

نام عبداللہ لقب حبرالامۃ ہجرت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت انکی عمر تیرہ ۱۳ برس تھی انہوں نے دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا کی تھی۔ کہ لے اللہ انکو کتاب اور حکمت کا علم عطا کر چنانچہ اسی وجہ سے بہت بڑے قرآن کے مفسر تھے حتی کہ فاروق اعظمؓ بھی اکثر مسائل میں انکی رائے لیتے تھے اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے تو انکو دفن کرتے وقت محمد بن حنفیہ نے فرمایا تھا واللہ آج اس امت کا بہت بڑا عالم فوت ہوگیا ستر برس کی عمر پا کر بمقام طائف ۶۸ھ میں وفات پائی [1] رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ:-

انکے نام و نسب میں کافی اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور یہ قول ہے کہ اسلام سے پہلے انکا نام عبدِ شمس یا عبد عمرو تھا اسلام لانے کے بعد عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے ابوہریرہ کنیت تھی اور یہ غالباً اس وجہ سے پڑی تھی کہ ہریرہ عربی زبان میں چھوٹی بلی کو کہتے ہیں تو انہوں نے ایک چھوٹا سا بلی کا بچہ پالا تھا جسے ہر وقت اپنے پاس رکھتے تو اسی وجہ سے ابوہریرہ مشہور ہوگئے۔ غزوہ خیبر کے زمانہ میں ایمان لائے اور پھر غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئے، حضر، سفر میں برابر آپؐ کی خدمت میں رہتے تھے۔ جس قدر ان سے حدیثیں مروی ہیں اور کسی سے نہیں تقریبًا ان سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں۔ شیخ الاسلام تقی الدین السبکی نے انکے فتاووں کو جمع کر کے ایک کتاب کی شکل بھی دی ہے جسکا نام فتاوی ابی ہریرہ رضہ رکھا ہے آخر ۷۸ برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں ۵۷ھ میں فوت ہوئے [1] رضی اللہ عنہ

---

[1] ازالۃ الخفاء

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

ہجرت سے دس سال پہلے مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے بچپن میں ہی ایمان لائے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی فوت ہونے تک خدمت کی انہوں نے اپنی اولاد اور مال کے بارے میں برکت کی دعا کروائی تھی اسی وجہ سے انکا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ انکے لڑکے اور پوتے ایک سو بیس تھے۔ دمشق کی طرف چلے گئے تھے اور پھر وہاں سے بصرہ چنانچہ پھر بصرہ میں ہی ۹۹ سال کی عمر پاکر ۹۲ھ میں فوت ہوئے بصرہ میں جسقدر صحابہ تھے ان سب سے آخر میں انہیں کی وفات ہوئی تھی رضی اللہ عنہ[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہیں عقبہ اور بدر میں شریک ہوئے انکے علاوہ اور بھی تمام مشاھد میں حصہ لیا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقیب ہیں نیکی اور پرہیزگاری میں مثالی شخص تھے حضرت عمر نے انکو شام کی طرف قاضی اور معلم کی حیثیت سے بھیجا تھا حمص میں ٹھہرے پھر فلسطین کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ وہاں رملہ یا بیت المقدس میں بہتر سال کی عمر پاکر ۳۴ھ میں فوت ہوئے رضی اللہ عنہ[2]

حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہ:

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں بچپن میں ہی باپ کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ غزوہ بدر اور احد میں کم سنی کیوجہ سے شریک نہیں ہو سکے غزوہ خندق اور اسکے بعد تمام غزوات میں برابر شریک رہے حتی کہ یرموک اور فتح مصر میں بھی شامل تھے۔ زہد و تقویٰ میں ضرب المثل تھے تمام فتنوں سے علیحدہ رہے ایک دفعہ انکو حضرت علی نے اپنے ہمراہ لڑنے کے لئے بلایا تو انہوں نے جواب دیا اے ابوالحسن اگر آپ مجھے اژدھا کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیں تو میں یہ تو کر سکتا ہوں

---

[1] اسماء الرجال ازالۃ الخفاء [2] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ

لیکن یہ نہ ہوگا کہ میں کسی مسلمان پر تلوار اٹھاؤں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد اہل شام والوں نے بہت چاہا کہ آپ خلافت قبول کریں مگر کسی طرح راضی نہ ہوئے آخر ۷۴ھ میں ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج کے اشارہ سے کسی آدمی نے زہر آلود نیزہ ان کے پاؤں میں مارا جسکی وجہ سے چوراسی ۸۴ برس کی عمر پا کر فوت ہوئے [۱] رضی اللہ عنہ۔

جابر بن عبداللہ بن حرامؓ:۔ کنیت ابوعبداللہ ہے۔ مشاہیر صحابہ سے ہیں آخری عمر میں مسجد نبوی میں ان کا حلقہ ہوتا تھا۔ تو جن لوگوں نے ان سے علم پڑھا ہے۔ بخاری اور مسلم نے انُ سے روایات ذکر کی ہیں۔ انیس غزوات میں شریک ہوئے آخری عمر میں نظر چلی گئی تھی مدینہ طیبہ میں ۷۴ھ میں ۹۴ سال کی عمر پا کر فوت ہوئے مدینہ میں فوت ہونے والے صحابہ سے یہی سب سے آخری ہیں [۲] رضی اللہ عنہ۔

انس الجہنی رضی اللہ عنہ:۔ یہ معاذؓ کے والد ہیں حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں انکا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان سے کچھ روایات بھی مروی ہیں لیکن انکے متعلق کوئی تفصیلی بات نہیں کی۔

حضرت شداد بن اوسؓ بن ثابت رضی اللہ عنہ:۔ جلیل القدر صحابی ہیں حضرت عمرؓ نے انکو حمص کا امیر مقرر کیا تھا بڑے فصیح حلیم اور حکیم تھے۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو اسوقت گوشہ نشین ہوگئے۔ ابوالدرداء کا بیان ہے لکل امۃ فقیہ و فقیہ ھذہ الامۃ شداد بن اوس ہر امت میں فقیہ ہوتا ہے اور اس امت کا فقیہ شداد بن اوس ہے۔

انکی صحیحین میں پچاس ۵۰ روایات ہیں [۳] البدایہ میں ہے کہ یہ حسان بن ثابت کے بھائی کے بیٹے ہیں ابن مندہ کا بیان ہے کہ عبادت بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اس پر سانپ کی طرح پلٹتے رہتے

---

[۱] ازالۃ الخفاء [۲] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ [۳] الخصال المکفرۃ

تھے اور کہتے اللّٰھُمَّ اِنَّ خَوْفَ النَّارِ اَقْلَقَنِیْ ثُمَّ یَقُوْمُ اِلٰی صَلٰوتِہٖ ۔
اے اللہ مجھے آگ کے خوف نے مضطرب اور بیقرار کر دیا ہے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے شام میں ۵۸ھ میں ۷۵ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا :-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اسوقت انکی عمر چھ برس تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت انکی عمر اٹھارہ[۱] برس تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بعد تمام ازواج مطہرات سے آپ کو زیادہ محبوب تھی - بڑی عالمہ فاضلہ تھی سبحان اللہ باپ بھی صدیق اور بیٹی بھی صدیقہ تھی - سترہ رمضان ۵۸ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی [۲] والدہ کا نام ام رومان ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے صرف حضرت عائشہ رض کنواری تھیں جس سے آپ نے نکاح کیا انہوں نے وفات کے وقت نصیحت کی تھی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا تو اسوقت امیر معاویہ رض کی طرف سے مدینہ پر مروان کی حکومت تھی - [۳] حضرت عائشہ رض کا ایک یہ بھی بہت بڑا مقام ہے کہ انکی گود میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی - حضرت مسروق رض جب ان سے روایت کرتے تو بڑے ادب سے کہتے تھے -

"حدثتنی الصدیقۃ بنت الصدیق" ، مجھے صدیق کی بیٹی صدیقہ نے حدیث سنائی ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں اکابر صحابہ ان سے فرائض کے مسائل بھی پوچھا کرتے تھے اور حضرت صدیقہ انکو جواب دیا کرتی تھیں رضی اللہ عنہا -

---

[۱] البدایہ و اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ [۲] ازالۃ الخفا [۳] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ [۴] الخصال المکفرۃ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا :-

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ام سلمہ رض ابو سلمہ رض کے نکاح میں تھیں انہوں نے دو دفعہ ہجرت کی ایک دفعہ اپنے خاوند ابو سلمہ رض کے ساتھ حبشہ کی طرف پھر واپس آگئیں پھر جب دونوں مدینہ کی طرف نکلے تو ابو سلمہ رض کے لڑکے کو ابو سلمہ کے گھر والوں نے چھین لیا اور کہا تم اکیلے چلے جاؤ چونکہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا فرد ہے اس لئے ہم اسکو نہیں جانے دیتے اسی طرح انکی بیوی اُمّ سلمہ کو انکے گھر والوں نے روک لیا اور کہا کہ ابو سلمہ تم اکیلے چلے جاؤ اور چونکہ یہ ہماری لڑکی ہے اس لئے ہم اسکو نہیں جانے دیتے ۔ آخر ابو سلمہ رض بیوی اور اپنے بچے کو چھوڑ کر اکیلا مدینہ کی طرف چل پڑا سبحان اللہ دیکھو کسقدر دل میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور انکے راستے میں نکلنے کا شوق ہے کہ بیوی بچہ اور مال و اسباب بھی سب اسی راہ میں لٹا دیا اور کسی کی پرواہ تک نہیں کی اسی طرح انکی بیوی ام سلمہ رض بھی نہایت قوی الایمان اور راسخ العزم تھی تو وہ بھی ہر روز شام کے وقت اسی مقام پر آتی رہتی اور روتی رہتی تو آخر اسکے گھر والوں کا دل بھی نرم ہو گیا تو پھر انہوں نے لڑکا دے دیا اور مدینہ کی طرف جانے کی بھی اجازت دے دی تو تنہا ہی مدینہ کی طرف چل پڑی عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت اللہ تھا گو وہ اسوقت مسلمان نہ تھا لیکن اس کو بھی اسکی تنہائی پر رحم آیا کہ یہ عورت تنہا مدینہ کی طرف کیسے جاسکتی ہے لہذا اس نے اپنا اونٹ لیا اور ام سلمہ رض کو بٹھا کر مدینہ کی طرف چل پڑا اور خود پیدل چلتا رہا جب کسی منزل پر ٹھہرتا تو اُمّ سلمہ رض سے دور جا کے بیٹھتا آخر جب مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا دیکھو یہ مدینہ ہے جہاں تو نے پہنچنا ہے تو پھر وہاں سے خود واپس آگیا جب ام سلمہ رض کا خاوند فوت ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا اور پھر واپس آنا ، پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور اسی طرح اللہ تعالےٰ کے راستہ میں فنا اور کٹ مرنے کے اور بھی جذبات دیکھ کر پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اسکی طرف نکاح کا پیغام

بھیج دیا" البدایہ میں ہے کہ ام سلمہؓ نے اپنے خاوند سے ایک حدیث سنی تھی کہ جو آدمی یہ دعا کسی مصیبت کے وقت پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالےٰ اسکی کوئی بہتر صورت نکال دیتا ہے تو وہی ام سلمہؓ نے پڑھنی شروع کر دی جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

بے شک ہم اللہ تعالےٰ کا ہی ملک ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ مجھے یہ جو مصیبت پہنچی ہے اسکا مجھے اجر دینا اور پہلے کی نسبت میرا دوسرا کوئی اچھا خلیفہ بنانا۔

اگر آج بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت یہ دعا اخلاص سے پڑھے تو یقیناً اللہ تعالےٰ پہلے کی نسبت سے کوئی اچھا جانشین پیدا کر دے گا۔

آخر انکا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۹ یا ۶۰ھ ہجری میں ہوا تو اس وقت انکی عمر ۸۴ سال کی تھی رضی اللہ عنہا صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ان کی روایات ۳۷۸ ہیں[1]۔

حضرت ام ھانیؓ رضی اللہ عنہا:۔ نام فاختہ ہے ابو طالب کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی بہن ہے، جاہلیت میں انکا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب سے ہوا جب مسلمان ہوگئی۔ تو پھر اسلام نے ان کے درمیان جدائی ڈال دی بہت سے صحابہ نے اس سے روایات بیان کی ہیں[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت عبداللہ کی والدہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہے۔ "ذات النطاقین[3]" لقب ہے جس کے مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کو تیار ہوئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس

[1] ابہ و رحمۃ للعالمین ج ۲ [2] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ [3] دو ازار بند والی نطاق عربی میں ازار بند کو کہتے ہیں

کوئی چیز نہ تھی جس سے دونوں کا سامان باندھ دیتی تو آخر اس نے اپنا ازار بند لیا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ کا سامان باندھ دیا تو اسی وجہ سے پھر ذات النطاقین مشہور ہوئی۔ قدیم الاسلام تھی جب ہجرت کے لئے اپنے خاوند حضرت زبیرؓ کے ساتھ چلی تو اسوقت حضرت عبداللہ سے حاملہ تھی چنانچہ جب قبا پہنچی تو اسوقت حضرت عبداللہ کو جنم دیا۔ جنگ یرموک میں اپنے بیٹے اور خاوند کے ساتھ شامل ہوئی حضرت عائشہؓ سے دس سال بڑی تھی۔ حضرت منذرؓ اور حضرت عروہؓ بھی انہی کے بیٹے ہیں، صابرہ ایسی تھی کہ جب حجاج نے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو سولی پر چڑھایا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ آئے اور کہا۔ ان ھذا الجسد لیس بشیء و انما الارواح عند اللہ فاتقی اللہ واصبری فقالت وما یمنعنی من الصبر وقد اھدی راس یحیٰی بن زکریا الی بغی من بغایا بنی اسرائیل۔

یہ جسم تو کوئی چیز نہیں اصل تو ارواح ہیں جو اللہ تعالے کے پاس ہیں لہذا صبر اور تقویٰ اختیار کر تو حضرت اسماء نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالے کے نبی یحییٰ بن زکریا کا سر کاٹ کر بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی طرف بطور تحفہ کے بھیجا گیا تو انہوں نے صبر کیا تو اب میرے لئے کیا مانع ہے کہ جبکہ اس سے بھی کم صدمہ ہے وہ صبر نہ کرے۔

تو مہاجر آدمیوں اور عورتوں میں ان کا ہی سب کے بعد انتقال ہوا جب فوت ہوئی تو اسوقت سو سال کی عمر تھی صحت ایسی تھی کہ عقل میں کوئی فتور نہیں آیا تھا اور کوئی دانت بھی نہیں گرا تھا[1] رضی اللہ عنہا۔

---

[1] : البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۳۴۶

آئمہ ومحدثین کرام

حضرت امام مالک بن انسؓ :-

امام مالکؒ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی

عمر فاروقؓ کی طرح امام مالکؒ کی بھی مونچھیں بڑی تھیں جو بال لبوں کے کنارے پر آ جاتے تھے تو انکو کترا دیا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ کلی طور پر مونچھوں کو منڈوانا اپنے آپ کو مُثلہ کرنا ہے فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور پھر وہ اپنے اوپر اسکا اثر ظاہر نہیں کرتا تو یہ بھی کفرانِ نعمت ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپایا ہے آپ اکثر نفیس اور سفید کپڑا پہنتے تھے اور اکثر اوقات عطر بھی لگاتے تھے خاص کر جب کہ حدیث کا درس دیتے اور طلباء کو پڑھاتے تھے۔ امام صاحب جب سرمہ لگاتے تو باہر نہ نکلتے تھے بلکہ گھر میں ہی رہتے تھے ایک چاندی کی انگوٹھی تھی۔ جس میں سیاہ رنگ کا نگینہ تھا اور اس میں (وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل[۱]) کندہ کیا ہوا تھا۔ امام صاحب کے شاگردوں سے مطرف نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اپنے مومن بندوں کا نصب العین بیان کیا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ یہی نصب العین ہر وقت میرے پیش نظر رہے اور دل پر منقش ہو جائے اسی طرح امام صاحب کے دروازے پر (ما شاء اللہ) بھی لکھا ہوا تھا پھر اسکی کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ[۲]

---

[۱] سورہ ال عمران آیت ۱۷۳ اور انہوں نے کہا ہمکو ہمارا اللہ کافی ہے اور وہی بہت اچھا کارساز ہے [۲] سورہ الکھف آیت ۳۹ اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو اس وقت تو نے کیوں نہیں کہا کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

تو جنت میرا مکان ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ جب میں گھر میں داخل ہوں تو اسکو پڑھ لیا کروں تاکہ اپنی اس جنت میں داخل ہوتے وقت بھی یہ میری زبان پر آ جائے۔ امام صاحبؒ سترہ سال کے ہی تھے کہ تدریس کا کام شروع کر دیا۔

ایک عجیب واقعہ:۔ اسوقت کا ایک واقعہ ہے کہ مدینہ میں کسی ایک نیک عورت کی وفات ہوئی جب کسی عورت نے اسکو غسل دیا اور اسکی شرمگاہ پہ ہاتھ رکھا تو یہ کہہ دیا کہ یہ فرج کسقدر زناکار تھا تو یہ کہتے ہی اسکا ہاتھ فرج پر چمٹ گیا اور ایسا چمٹا کہ باوجود ہر کوشش کے جدا نہ ہوا علماء اور فقہاء سب دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور کوئی اسکی تدبیر نہ سوجھی لیکن امام صاحب اس راز کو سمجھ گئے فرمایا اس غسل دینے والی عورت کو وہ حد لگاؤ جو وہ تہمت لگانیوالی کو لگائی جاتی ہے چنانچہ جب اسکو اسّی دُرّے لانے گئے۔ تو سکا ہاتھ چھوٹ گیا لوگوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے پھر ہر چھوٹا بڑا امام مالکؒ کو بعید عزت و اکرام کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اور انکا ادب و احترام ہر آدمی کے دل میں راسخ ہو گیا۔

حدیث کا احترام:۔ حدیث کا اسقدر احترام کرتے تھے کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے جیسا کہ ان کے شاگرد عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ ایک روز میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ حدیث پڑھا رہے تھے تو ایک بچھو نے آپ کو نیش زنی شروع کی تو شاید اس نے دس مرتبہ آپ کو کاٹا ہوگا۔ جسکی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر اور سرخی مائل ہوتا جاتا لیکن آپ نے حدیث کا احترام اور اسکی عظمت سمجھتے ہوئے حرکت تک کی اور نہ ہی حدیث کو قطع کیا جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا ہاں بے شک تیرا خیال صحیح ہے اور پھر تمام واقعہ بیان فرمایا کہ میرا اسقدر صبر کرنا صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔

سفیان ثوریؒ کا بیان ہے کہ ہم ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں آئے تو مجلس کی عظمت وجلال اور اسکی شان وشوکت کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور امام مالک کی مدح میں یہ اشعار پڑھے۔

یابی الجواب فلا یراجع ھیبۃً	والسائلون نواکس الاذقان

اگر امام مالکؒ جواب نہ دیں تو سب سائل سر نیچے کئے بیٹھے رہیں گے اور ہیبت کی وجہ سے دوبارہ پوچھ بھی نہیں سکیں گے۔

ادب الوقار وعز سلطان التقی	فھو المطاع ولیس ذا سلطان[1]

وقار آپکا ادب کرتا ہے اور پرہیزگاری کی بادشاہت پر آپ بڑی عزت کے ساتھ متمکن ہیں۔ تعجب اس بات پر ہے کہ آپ کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ :-

نام نعمان بن ثابت ہے ان کے باپ ثابت بچپن میں حضرت علیؓ کے پاس گئے تھے تو حضرت علیؓ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی تھی پھر ۸۰ھ میں امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ہوئی انکے زمانہ میں صرف چار صحابہ زندہ تھے باقی سب فوت ہو گئے تھے، حضرت انس بن مالکؓ، بصرہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کوفہ میں سہل بن سعد الساعدیؓ مدینہ میں اور ابوالطفیل عامر بن واصلہؓ مکہ میں تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی اور نہ ہی کسی صحابی سے براہ راست حدیث سنی ہے جسکی وجہ یہ تھی کہ اسوقت چھوٹے تھے۔ ان کے فقہ کے استاد حماد بن ابی سلیمانؒ، عطاء بن رباحؒ، ابا اسحاق السبیعی محمد بن المنکدر، ہشام بن عروہ، اور سماک بن حرب وغیرہ تھے۔ اور شاگرد قاضی ابویوسف، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح اور یزید بن ہارون وغیرہ تھے۔

---

[1] بستان المحدثین تالیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

ایک دفعہ منصور نے انکو قاضی بننے پر اتنا مجبور کیا کہ حلفاً کہہ دیا کہ میں آپ کو ضرور قاضی بنا دوں گا تو امام صاحب نے بھی قسم اٹھائی کہ میں نہیں بنوں گا تو آخر جب امام صاحب نہ مانے تو منصور نے قید کر دیا۔ اور پھر قید میں ہی وفات پائی حکم بن ہشام کا بیان ہے کہ شام میں مجھے یہ خبر پہنچی کہ امام صاحب بہت بڑے امانت دار تھے اسی وجہ سے بادشاہ نے امام صاحب کو کہا کہ آپ خزانے کی چابیاں قبول کر لیں ورنہ آپ کو سزا دی جائے گی تو امام صاحب نے کہا کہ میں آخرت کے حساب پر دنیا کے عذاب کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن مبارک کے پاس ایک دفعہ امام صاحب کا ذکر ہوا تو عبداللہ بن مبارک نے کہا تم ایسے آدمی کا ذکر کر رہے ہو کہ جس پر ساری دنیا پیش کی گئی لیکن وہ اس سے بھاگ گیا۔

ابو حامد غزالیؒ نے بیان کیا ہے کہ امام صاحب نصف رات عبادت کرتے تھے کسی نے کہہ دیا کہ امام صاحب پوری رات عبادت کرتے ہیں تو تب سے پوری رات کی عبادت شروع کر دی کہتے تھے کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ لوگ جتنا مجھے عابد خیال کریں اتنا میں نہ ہوں۔

اسی طرح اور بھی امام صاحب کی نیکی اور انکی پرہیزگاری کے کافی واقعات ہیں آخر بغداد میں ایک سو پچاس ۱۵۰ ہجری میں یہ فقہ کا آفتاب غروب ہو گیا[1]

---

[1] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ میں یہ واقعات ملاحظہ ہوں

امام شافعی رحمۃ اللہ :-

نام محمد بن ادریس ہے تقریباً سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ کو ہوئی گویا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس سال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی وفات ہوئی اسی سال امام شافعی کی ولادت ہوئی تو یہ بھی اللہ تعالےٰ کی عطاء اور اسکی نوازش ہے کہ ایک علم کا چراغ غروب ہوا اور دوسرا اسکی جگہ پر آگیا۔

امام شافعیؒ کی والدہ کا خواب :-

محمد بن حکیم کا بیان ہے کہ جب امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ امام شافعی سے حاملہ ہوئی تو اسکا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مشتری ستارہ میرے پیٹ سے نکلا جس نے ہر شہر کو منور کر دیا تو معبرین نے اسکی تعبیر کی کہ تیرے ہاں ایک ایسا لڑکا ہوگا۔ جو علم و فضل کا چراغ اور اپنے وقت کا امام ہوگا[1]

امام شافعیؒ کا خواب :-

امام شافعی کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے کہا تو کون ہے۔ میں نے کہا میں آپ کے نسب سے ہوں تو آپ نے فرمایا آپ میرے قریب ہوں جب میں قریب ہوا تو آپ نے اپنی لب لی اور اسکو پکڑ کر میری زبان ہونٹوں اور منہ پر مل دی اور کہا ارشد بارک اللہ فیک) جا اللہ تعالےٰ آپ میں برکت کرے پھر حافظے کا یہ عالم تھا۔ کہ جسکو ایک مرتبہ پڑھ لیتے وہ ازبر ہو جاتی۔

امام شافعی امام مالک کی نظر میں :-

امام شافعی جب مدینہ میں تحصیلِ علم کے لئے امام مالک کے پاس آئے تو امام مالک نے جب دیکھا تو فرمایا اے "محمد! اللہ سے ڈرتے رہنا گناہوں سے بچتے رہنا تم کسی دن بلند پایہ مقام پر پہنچو گے۔ کیونکہ تمہارے دل میں اللہ تعالےٰ نے ایک نور کو رکھ دیا ہے اسکی حفاظت کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکو ارتکاب معاصی سے بجھالے پھر فرمایا کل آنا اور ساتھ ایک شخص بھی لیتے آنا جو تمہارے لئے قرأت کرے

---

[1] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ میں یہ واقعات ملاحظہ ہوں۔

دوسرے دن میں پہنچا تو کتاب میرے ہاتھ میں تھی میں نے خود ہی قرأت شروع کردی، تو امام صاحب کی ہیبت سے مرعوب ہو کر جب میں ارادہ کرتا کہ قراۃ منقطع کردوں تو میری حسن قرأت اور اعراب کی درستگی پر اظہار پسندگی کرتے ہوئے فرماتے صاحبزادے اور اور یہاں تک کہ میں نے چند ہی دنوں میں پورا موطا پڑھ لیا[1]

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کی نظر میں :-

ما اعلم احدًا اعظم نسبة منه علی الاسلام فی زمن الشافعی من الشافعی وانی لادعواللہ فی ادبار صلاتی اللھم اغفرلی ولوالدی و بمحمد بن ادریس الشافعی

میں نے امام شافعی کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں پایا جو ان سے زیادہ ذی علم ہو اور دین کے تمام مسائل پر عبور رکھتا ہو اس لئے میں ہر نماز کے بعد اس کے لئے دعا کیا کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے میرے والد اور محمد بن ادریس کو بخش دے۔

امام احمد بن حنبل کے لڑکے صالح کا بیان ہے کہ ایک دن امام شافعی میرے والد کی عیادت کے لئے آیا۔

فوثب ابی علیہ وقبل بین عینیہ ثم اجلسہ فی مکانہ وجلس بین یدیہ ثم اخذ یسائلہ ساعۃ فلما قام الشافعی و رکب اخذ ابی برکابہ ومشی معہ[2]

---

[1] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ [2] اسماء الرجال

تو میرا باپ جلدی سے اٹھا اور امام شافعی کی پیشانی کو چوم لینا اور پھر انکو اپنی جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گیا اور کچھ وقت تک سوال کرتا رہا پھر جب امام شافعی اٹھے اور اپنی سواری پہ بیٹھے تو والد بھی اٹھے اور مہار پکڑ کر انکے ساتھ چل پڑے ۔

امام شافعیؒ کے اشعار :-

ایک دفعہ امام شافعیؒ سے تقدیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے

(۱) اِذَا شِئْتَ کَانَ وَاِنْ لَمْ اَشَاءَ   وَمَا شِئْتُ اِنْ لَمْ تَشَأْ لَمْ یَکُنْ

اے اللہ جس چیز کو تو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اگرچہ میں اسے نہ چاہوں اور جس چیز کو تو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی اگرچہ میں اُسے چاہوں ۔

(۲) خَلَقْتَ الْعِبَادَ عَلٰی مَا عَلِمْتَ   فَفِي الْعِلْمِ یَجْرِیْ الْغِنٰی وَالْمِنَنْ

اے اللہ تو نے اپنے علم کے موافق بندوں کو پیدا کیا لہذا اس علم کے موافق اس پر تیری غنا اور احسانات جاری ہوتے ہیں ۔

(۳) عَلٰی مَا مَنَنْتَ وَهٰذَا خَذَلْتَ   وَهٰذَا اَعَنْتَ وَذَا لَمْ تُعِنْ

اس پر تو نے احسان کیا اور اسکو ذلیل کیا اور اسکی مدد کی اور اسکی نہ کی

(۴) فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَمِنْهُمْ سَعِیْدٌ   وَمِنْهُمْ قَبِیْحٌ وَمِنْهُمْ حَسَنٌ[له]

پس بعض ان سے بد بخت ہیں اور بعض ان سے نیک بخت اور بعض ان سے بدصورت ہیں اور بعض ان سے خوبصورت ۔

حضرت ربیع کا خواب :-

قال رأیت فی المنام قبل موت الشافعی بایام

ان آدم مات یریدون ان یخرجوا جنازته فلما اصبحت سألت بعض اهل العلم عنه فقال هذا موت اعلم اهل الارض لان الله تعالی علم آدم الاسماء کلها فما کان یسیرا حتی

له بستان المحدثین

مات الشافعی[1]

میں نے امام شافعیؒ کے فوت ہونے سے چند دن پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں اور لوگ ان کا جنازہ اٹھانے کی نیت سے آ رہے ہیں جب میں نے صبح کی تو بعض اہل علم سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ اشارہ اہل زمین والوں سے بہت بڑے عالم کے فوت ہونے کی طرف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام وہ نبی تھے جن کو اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا نام بتایا تھا تو اس خواب کو ابھی چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ امام شافعی فوت ہو گئے۔ امام شافعیؒ کا ایک یہ بھی نمایاں مقام تھا کہ وہ امام احمد بن حنبلؒ جو اپنے زمانہ میں علم و عمل کے ایک روشن چراغ تھے ان کے استاد تھے۔ آخر آپ ۵۴ سال کی عمر پا کر سنہ ۲۰۴ھ ماہ رجب جمعہ کی رات عشاء کے بعد مصر میں فوت ہوئے اور پھر جمعہ کے دن عصر کے بعد دفن کر دیئے گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

امام احمد بن حنبلؒ :- امام احمد بن حنبلؒ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے پھر تحصیل علم کے لئے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام کا سفر کیا اپنے زمانہ میں حدیث، فقہ اور دیگر علوم کے بہت بڑے امام تھے۔ اسی طرح زہد و تقویٰ اور عبادت میں بھی ایک مثالی انسان تھے۔ جیسا کہ اسحاق بن راھویہ کا بیان ہے

احمد بن حنبل اسحاق بن راھویہ کی نظر میں :- احمد بن حنبل حجة بين الله وبين عباده في ارضه کہ امام احمد بن حنبلؒ اللہ اور اسکے بندوں کے درمیان اس کی زمین پر ایک برھان ہیں۔

امام شافعی کی نظر میں :- قال خرجت عن بغداد وما خلفت بها احدا انقى او اورع ولا افقه ولا اعلم

---

[1] اکمال الرجال لصاحب المشکوٰۃ

مت (احمد بن حنبل) میں جب بغداد سے نکلا تو اپنے پیچھے زہد و تقوٰی اور علم و فقہ میں امام احمدؒ سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں چھوڑا، ابو داود سجستانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل کی کوئی ایسی مجلس نہیں دیکھی کہ جس میں علمی گفتگو کی بحث کے علاوہ کوئی دنیاوی بات چیت ہوتی ہو۔ میمون بن اصبغ کا بیان ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے لگائے گئے تو میں بھی اس وقت بغداد میں تھا تو میں بھی وہاں پہنچ گیا جب امام صاحب کو پہلا کوڑا لگا تو انہوں نے (بسم اللہ) کہا دوسرا لگا تو کہا (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ) تیسرا لگا تو کہا (اَلْقُرْاٰنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ) جب چوتھا لگا تو کہا (لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا) [1] اس طرح جب آپ کو ۲۹ کوڑے لگے تو آپ کی شلوار کا ازار بند کپڑے کا تھا وہ ٹوٹ گیا تو آپ کی شلوار نیچے ہو گئی تو اسی وقت احمد بن حنبلؒ نے آسمان کی طرف اپنا چہرہ کیا اور ہونٹوں کو حرکت دی تو فوراً وہی شلوار جلدی سے اپنی اسی جگہ پر آ گئی جہاں وہ پہلے تھی جب سات دن گزر گئے۔ تو میں نے اسکی وجہ پوچھی کہ اسوقت جو آپ نے اوپر چہرہ کیا تھا اسکی کیا وجہ تھی اور کیا پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا جب میں برہنہ ہونے سے ڈرا تھا اسوقت یہ دعا پڑھی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِیْ مَلَأْتَ بِہِ الْعَرْشَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الصَّوَابِ فَلَا تَھْتِکْ لِیْ سِتْرًا

اے اللہ میں تیرے اس نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس سے تو عرش کا مالک ہے اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو پھر اتنے مجمع میں مجھے بے پردہ کر کے شرمسار نہ کرتا۔

احمد بن محمد کندی کا بیان ہے۔

---

[1] ہمیں وہی پہنچتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے لکھا ہے۔

"رأیت امام احمد بن حنبلؒ فی المنام فقلت ماصنع اللہ بک قال غفرلی ثم قال یا احمد ضربت فی قال قلت نعم یارب قال یا احمد ھذا وجھی فانظر الیہ فقد ابحتک الیہ :-

میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا اور پھر کہا کہ اے احمد تو میری خاطر مارا گیا تھا تو میں نے کہا ہاں تو فرمایا اچھا یہ میرا چہرہ ہے اب تو اسکی طرف دیکھ اور تحقیق میں نے تم کو اسکی طرف دیکھنے کے لئے خالص کر لیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن احمد کا بیان ہے۔

کنت اسمع ابی کثیرا یقول دبر صلاتہ اللھم کما صنت وجھی عن السجود لغیرک فصن وجھی عن المسألۃ لغیرک [۱]

کہ میں نے اپنے باپ سے نماز کے بعد کئی مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے اللہ جس طرح تو نے میرا چہرہ غیر کے سامنے جھکنے سے محفوظ رکھا ہے اسی طرح میرے چہرے کو اس سے بھی بچانا کہ یہ تیرے سوا کسی اور سے سوال کرے۔

اسماعیل بن خلیل کا بیان ہے۔

اسماعیل بن خلیل کی نظر میں :- "لو کان احمد فی بنی اسرائیل لکان نبیاً" اگر امام احمدؒ بنی اسرائیل میں ہوتا تو نبی ہوتا۔

قتیبہ کا بیان ہے۔

مات الثوری ومات الورع ومات الشافعی ومات

---

[۱] اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ میں یہ واقعات ملاحظہ ہوں۔

السنن ویموت احمد بن حنبل وتظهر البدع و قال ان احمد بن حنبل قام فی الامۃ مقام النبوۃ قال البیھقی یعنی فی صبرہ علی ما اصابہ من الاذٰی فی ذات اللہ

کہ جب امام ثوریؒ فوت ہوئے تو پرہیزگاری فوت ہوگئی۔ جب امام شافعیؒ فوت ہوئے تو سنت فوت ہوگئی۔ جب احمد بن حنبلؒ فوت ہونگیں تو بدعت نکل آئے گی۔ اور کہا کہ امام احمد بن حنبلؒ تو اس امّت میں نبوت کے اہل تھے امام بیہقی کا بیان ہے کہ یہ تکلیفوں میں صبر کرنے کی وجہ سے کہ جو انہیں اللہ تعالٰی کی خاطر دی گئی تھیں

امام احمد بن حنبل کا خود اپنا بیان ہے کہ جب کوڑے لگنے سے پہلے معتصم نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا اور حال یہ تھا کہ مجھے بیڑیاں بھی لگی ہوئی تھیں اور رات کی تاریکی میں میں نے ارادہ کیا کہ مجھے وضو کرنے کے لئے کچھ پانی مل جاتے تو میں نے اپنے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے جب ہاتھ لمبا کیا تو اچانک میرے ہاتھ میں ایک برتن آگیا جس میں پانی تھا تو میں نے وضو کیا اور نماز شروع کر دی اور پھر اللہ کا یہ احسان کہ قبلہ بھی مجھ پر مجہول تھا۔ لیکن جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ (الحمد للہ) میں نے صحیح قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے

احمد بن حنبلؒ کا حالتِ وضوء میں فوت ہونا :- آخر جب فوت ہونے کے قریب ہوئے تو اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ مجھے وضو کرائیں حتّٰی کہ میری انگلیوں کا خلال بھی فوت نہ ہو تو آخر جب وضو مکمل ہوا تو اُسی وقت آپ کے جسمِ اطہر سے روح پرواز کر گئی اس وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی رحمہ اللہ تعالٰی۔

امام احمد بن حنبلؒ کا جنازہ :- ابن کثیر نے البدایہ میں ذکر کیا ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کی موت واقع ہوئی تو آدمی اور عورتیں اسقدر کثرت سے آئے کہ جن کی تعداد سوائے اللہ تعالٰی

کے اور کسی کو معلوم نہیں۔

عبدالوہاب بن الوراق کا بیان ہے۔

ما بلغنا ان جمعًا فی الجاهلية و لا فی الاسلام اجتمعوا فی جنازة اکثر من الجمع الذی اجتمع علی جنازة احمد بن حنبلؒ

کہ مجھے یہ خبر کہیں سے نہیں آئی کہ جتنا اجتماع امام احمد بن حنبل کے جنازے میں ہوا اتنا اجتماع جاہلیت اور اسلام کے زمانہ میں کہیں بھی کسی جگہ ہوا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ سات لاکھ آدمیوں کی تعداد تھی، محمد بن العباس المکی کا بیان ہے کہ میں نے ورکانی جو امام احمد بن حنبلؒ کا پڑوسی تھا اس سے سنا کہتے تھے۔

اسلم یوم مات احمد عشرون الفًا من اليهود والنصارٰی والمجوس وفی بعض النسخ اسلم عشرة الاف بدل عشرین الفًا، کہ جس دن امام احمد بن حنبلؒ فوت ہوئے ان کے جنازے میں لوگوں کی تعداد دیکھ کر بیس ہزار یہودی، عیسائی اور مجوسی مسلمان ہوئے بعض نسخوں میں بیس۲ کے بدلے دس ہزار ہے۔

تو غور کرنا کہ یہ مقام یہ عزت اور یہ احترام صرف اسی وجہ سے تھا کہ انہوں نے صرف اللہ تعالےٰ کی خاطر اپنے جسم پر کوڑے کھائے اور حق کی خاطر گردن کٹانے کا عزم کر لیا تھا۔ ورنہ اور کوئی وجہ نہ تھی جو لوگوں کو اسقدر کھینچ کر لائی تھی تو ظاہر ہے کہ جو اپنے اللہ کا ہو جاتا ہے تو پھر پوری دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی چلی آتی ہے۔

بعض اہل علم کا خواب:-

محمد بن مسلم بن وارہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں ابو زرعہؒ کو دیکھا اور پوچھا کہ

کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے میرے متعلق حکم صادر فرمایا کہ اسکو بھی امام مالک امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ شامل کر دو۔

احمد بن خرزاد الانطاکی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے عرش پر لوگوں کے فیصلوں کے لئے تشریف فرما ہے تو عرش کے نیچے سے ایک آواز دینے والے نے آواز دی۔

ادخلوا اباعبد اللہ، وا باعبداللہ و اباعبداللہ وا باعبداللہ الجنۃ قال فقلت للملک الی جنبی من ھولآء فقال مالکؒ والثوری والشافعی واحمد بن حنبل، کہ اباعبداللہ اباعبداللہ اباعبداللہ، اباعبداللہ کو جنت میں داخل کر دو۔ تو میرے ساتھ جو فرشتہ کھڑا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ چار آدمی کون ہیں تو اس نے کہا۔ مالکؒ، ثوریؒ، شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل ہیں

یحییٰ بن ایوب المقدسی کا بیان ہے۔ کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور آپ کے اوپر ایک کپڑا ہے احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ آپ سے مکھیاں اڑا رہے ہیں۔

محمد بن خزیمہ الاسکندرانی کا بیان ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ فوت ہوئے تو میں نے انکو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا (غفرلی و توجنی والبسنی نعلین من ذھب وقال لی یا احمد ھذا بقولک القرآن کلامی) کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بخش دیا ہے اور میری طرف توجہ فرمائی اور مجھے سونے کے دو جوتے پہنائے اور مجھے کہا کہ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ تو نے جو کہا تھا کہ قرآن میرا کلام ہے پھر اللہ تعالےٰ نے کہا اے احمد یہ

میری جنّت ہے تو اس میں داخل ہو جا جب میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ سفیان ثوریؒ وہاں ہیں جن کے دو سبز پر ہیں اور وہ ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پڑھ رہے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ[1]

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے جس نے مجھے جنت کی اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جہاں ہم چاہیں رہیں (ہمیں کوئی رکاوٹ) نہیں پس کیا ہی عمل کرنے والوں کا خوب صلہ ہے۔

پھر میں نے سفیان ثوریؒ سے بشر الحافیؒ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

بخ بخ ومن مثل بشرٍ ترکته بین یدی الجلیل وبین یدیه مائدة من الطعام والجلیل مقبل علیه وهو یقول کل یا من لم یاکل واشرب یا من لم یشرب وانعم یا من لم ینعم[2]

واہ واہ آفرین اسکی مانند کون ہے میں نے تو اسکو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اپنے اللہ کے سامنے ہے۔ اور اسے دیکھ دیکھ کر مزے لے رہا ہے، پھر اس کے سامنے کھانے کا دستر خوان ہے اور اللہ تعالیٰ سامنے ہے اور فرما رہا ہے جس نے نہیں کھایا وہ اب کھائے اور جس نے نہیں پیا وہ اب پیئے اور جس نے کوئی نعمت نہیں پائی وہ اب پائے۔

---

[1] سورہ زمر آیت ۷۴

[2] یہ واقعات البدایہ والنہایۃ کے جزء دس سے لکھے گئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ: کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ

بن بردزبہ ہے امام بخاریؒ کے جد ثانی (مغیرہ) بخارا کا حاکم جو بخاری جعفی تھا اس کے ہاتھ پہ مسلمان ہوا تھا غالباً اسی وجہ سے امام بخاریؒ کو بھی جعفی کہا جاتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں دستور تھا کہ جو کسی کے ہاتھ پہ مسلمان ہوتا وہ بھی اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا تھا اور (بردزبہ) بخارا کی لغت میں اصل کا شتکار اور زمیندار کو کہتے ہیں، توامام بخاریؒ کی ولادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو نمازِ جمعہ کے بعد ہوئی اور جب آپ پیدا ہوئے تو اسوقت نابینا تھے۔ اسی وجہ سے انکی والدہ کو اس پر سخت صدمہ اور افسوس ہوا چنانچہ ہر روز اللہ تعالےٰ سے نہایت ہی گریہ وزاری اور گڑگڑا کر اپنے بچے کی بصارت کے لئے پچھلی رات دعائیں کیا کرتی تھی تو پھر ایک شب اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے تیری آہ وزاری سے دعائیں کرنے کی وجہ سے تیرے بچے کو بصارت عطا کردی ہے جب صبح اٹھی تو کیا دیکھا کہ امام بخاریؒ کی آنکھیں روشنی سے چمک رہی ہیں تو اسی طرح اللہ نے انکو حافظہ بھی بے بہا دیا تھا۔ جب حدیث سنتے تو اسی وقت ازبر ہوجاتی تھی اور بعض دفعہ اپنے شیوخ کی غلطیوں کی بھی اصلاح کرتے تھے۔ جیساکہ بخارا میں ایک روز کا واقعہ ہے کہ محدث داخلی اپنے نسخہ سے طلباء کو احادیث سنا رہے تھے۔ اثنائے درس میں انہوں نے فرمایا (سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم) توامام بخاریؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ ابی الزبیر تو ابراہیم سے بیان ہی نہیں کرتا۔ پہلے تو محدث داخلی نے انکی بات کو تسلیم نہ کیا تو آخر امام بخاریؒ نے فرمایا اچھا اس کو اصل نسخہ میں دیکھنا چاہیے جب محدث داخلی اپنے گھر تشریف لائے اور اصل نسخہ میں دیکھا تو فوراً باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کو بلاؤ جب امام بخاری

آئے تو شیخ نے فرمایا میں نے جو اسوقت پڑھا تھا وہ واقعہ ہی وہ غلط تھا تو اب آپ بتائیں کہ صحیح کس طرح ہے اس پر امام بخاری نے فرمایا (سفیان عن الزبیر بن عدیؓ عن ابراہیم) تو محدث داخلی سن کر حیران ہو گئے اور کہا واقعی ہی اسی طرح ہے اور پھر قلم اٹھا کر اپنے اس نسخہ کی تصحیح کی جب یہ واقعہ پیش آیا تو اسوقت امام بخاریؒ کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔

صحیح بخاری کے تصنیف کرنے کا سبب:۔ ایک دن کا واقعہ ہے امام بخاریؒ اسحاق بن راہویہؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کیا ہی اچھا ہو اگر کسی شخص کو اللہ تعالےٰ یہ توفیق دے کہ وہ ایسی مختصر سنن لکھے کہ جس میں صحت کے اعلیٰ درجہ کی احادیث ہوں تاکہ عمل کرنے والے بغیر کسی جھجھک کے اس پر عمل پیرا ہوں تو اسی وقت امام بخاری کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی چنانچہ انہوں نے چھ لاکھ حدیثیں جو اس وقت انکو یاد تھیں ان سے انتخاب شروع کر دیا آخر سولہ برس کی مدت میں بڑی محنت اور کاوش کے بعد یہ صحیح بخاری وجود میں آئی۔ امام بخاری جب کوئی حدیث لکھتے تو پہلے غسل کرتے اور پھر دو رکعت نفل پڑھتے جب اس چیز کا قصد کیا کہ ان حدیثوں کو انکے مضمون کے مطابق ترتیب دیا جائے جسکو اصطلاح محدثین میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں تو یہ کام مدینہ منورہ میں آپؐ کے روضہ اقدس اور منبر کے درمیان بیٹھ کر سر انجام دیا تو یہاں بھی ہر ترجمۃ الباب پر دو رکعت نفل ادا کرتے تو پھر اللہ تعالےٰ نے امام بخاری کی حُسنِ نیت اور اس محنت و کاوش کو اسقدر قبول فرمایا کہ انکی زندگی میں اس جامع کو نوے ہزار آدمیوں نے ان سے بلا واسطہ سنا اور پڑھا ہے

امام بخاریؒ کا زہد و تقویٰ :-

یہ امام بخاری کا خود اپنا بیان ہے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کے بارے میں سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں نے بفضل اللہ تعالیٰ کسی کی غیبت نہیں کی تو غور کرنا کہ جس نے اسقدر اپنی زبان کو قابو میں رکھا تو انکے دوسرے اعضاء بھی اسی طرح ہونگے۔

آخر آپ کا خرتنگ میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات عشاء کے بعد انتقال ہوا اور عید کے دن نماز ظہر کے بعد دفن کئے گئے تو کل آپ کی عمر ۶۲ سال کی تھی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام بخاریؒ کے اشعار :-

امام بخاریؒ کبھی کبھی اشعار بھی پڑھ لیا کرتے تھے چنانچہ طبقات شافعیہ کبریٰ میں امام سبکیؒ نے یہ اشعار انکی طرف منسوب کئے ہیں۔

اِغْتَنِمْ فِي الْفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوعٍ   فَعَسَى أَنْ يَكُونَ مَوْتُكَ بَغْتَةً

فرصت کے وقت نماز کی ایک رکعت کی فضیلت کو ہی غنیمت جان کیونکہ ہو سکتا ہے شاید تجھے اچانک ہی موت آجائے۔

كَمْ صَحِيحٍ رَأَيْتُ مِنْ غَيْرِ سُقْمٍ   ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيحَةُ فَلْتَةً

کیونکہ میں نے کتنے ہی تندرست آدمیوں کو دیکھا کہ انکی تندرست جان ہی اچانک چل بسی۔

اثیر الدین ابو حیان امام بخاریؒ اور انکی جامع بخاری[1] کی مدح میں رقمطراز ہیں۔

وَبَحْرُ عُلُومٍ تَلْفِظُ الدُّرَّ لَا الْحَصَى   فَأَنْفِسْ بِهِ دُرًّا وَأَعْظِمْ بِهِ بَحْرًا

اور بخاری علوم کے ایسے سمندر ہیں جو بجائے کنکریوں کے موتی پھینکتے ہیں پس کیا ہی خوب ہے یہ موتی اور کیا ہی بڑا ہے سمندر۔

---

[1] صحیح بخاری کا پورا نام یہ ہے الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ

بِجَامِعِهِ الْمُخْتَارِ يَنْظِمُ بَيْنَهَا ... يُلَخِّصُهَا جَمْعًا وَيُخَلِّصُهَا تِبْرًا[1]

وہ تو اپنی جامع مختار میں موتی پروتے ہیں۔ اسکا خلاصہ جمع کرتے ہیں اور اس سے خالص سونا نکالتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ :-

نام مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری کنیت ابوالحسن اور لقب عساکرالدین ہے انکے دادا کا نام مسلم بن ورد بن شاد، ہے قشیر عرب میں مشہور قبیلہ ہے جس کی طرف منسوب ہیں اور نیشاپور، خراسان کا ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر تھا چنانچہ اسی لحاظ سے انہیں نیشاپوری کہا جاتا ہے۔

امام مسلمؒ کے سن ولادت میں اختلاف ہے، بعض نے ۲۰۲ھ بعض نے ۲۰۴ھ اور بعض نے ۲۰۶ھ ذکر کی ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن انکی وفات پر تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ وفات ۲۶۱ھ ۲۵ رجب بروز ہفتہ ہوئی اور اتوار کو دفن کئے گئے۔

امام مسلم کے فوت ہونے کا سبب -

امام مسلمؒ کی وفات کا سبب بھی عجیب وغریب ہے کہتے ہیں کہ ایک روز مذاکرہ حدیث کی مجلس میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی جسکو آپ اس وقت معلوم نہ کرسکے چنانچہ اسی وقت اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اسکو تلاش کرنے لگے اسی دوران ان کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا تھا اس سے ایک ایک کھجور پکڑ کر کھاتے رہے لیکن حدیث کی تلاش اور جستجو میں ایسے مگن اور مستغرق تھے کہ وہ ایک ایک کرکے تمام کھا گئے اور انہیں کوئی خبر تک نہ ہوئی چنانچہ پھر یہی کثرت سے کھجوریں کھانا انکی موت کا سبب ہوئیں۔

---

[1] بستان المحدثین میں یہ واقعات اور اشعار ملاحظہ ہوں۔

ابوحاتم رازی کا خواب:۔ یہ اکابر محدثین میں سے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی جنت میرے لئے مباح کردی ہے تو اب میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

صحیح مسلم کا انتخاب:۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم کا تین لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے۔ امام مسلمؒ بھی صحیح اور سقیم حدیث کے معاملہ میں اپنے تمام اہل عصر سے ممتاز تھے۔ حتیٰ کہ بعض نے تو انکی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ حتیٰ کہ حافظ ابوعلی نیشاپوری نے تو یہ بھی کہہ دیا ہے (ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم فی علم الحدیث) کہ آسمان کے نیچے صحت کے اعتبار سے صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے اور اہل مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہ ہی خیال ہے لیکن اس باب میں جو صحیح صورت حال ہے یہ ہے کہ امام مسلم کی جو شرط ہے وہ امام بخاریؒ کی شرط سے کہیں زیادہ کمزور ہے کیونکہ امام مسلم تو راویوں کے اوصاف میں عدالت کے ساتھ ساتھ، شرائط شہادت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کی جو ڈبل شرط ہے یہ ہے کہ وہ عدالت کے ساتھ ساتھ وہ راوی جو کسی سے بیان کرتا ہے وہ اس سے عَن عَن کے ساتھ بیان کرتا ہو۔ یعنی اس نے اسکی خود ملاقات بھی کی ہو۔ لیکن امام مسلم کے نزدیک صرف عدالت ہے ملاقات کی شرط نہیں تو اب جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اصح الکتب ہونے میں معمولی سا اختلاف ہوا۔ تو حافظ عبدالرحمٰن بن علی اربیع نے جو فیصلہ کیا ہے وہ زیادہ صحیح اور قابلِ تعریف ہے، فرماتے ہیں۔

تنازع قوم فی البخاری ومسلم لدی ــ وقالوا ای ذین مقدم

میرے سامنے جب بخاری اور مسلم میں تنازع ہوا اور کہا گیا کہ ان دونوں میں

مرتبہ کے اعتبار سے کون مقدم ہے۔

تغلت لقد فاق البخاری صحۃ ۔۔۔ کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

تو میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت لے گئے ہیں جیسا مسلم ترتیب ابواب میں ان سے آگے نکل گئے ہیں ۔[1]

امام مسلم رح کا زہد و تقویٰ :- امام مسلم رحمۃ اللہ کا زہد و تقویٰ بھی مثالی تھا۔ انہوں نے بھی عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ ہی کسی کو مارا اور گالی دی ہے۔

سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ :- سنن ابی داود کے مصنف ہیں ولادت ۲۰۲ ھ اور وفات ۲۷۵ ھ شوال کی چودہ تاریخ کو بصرہ میں ہوئی، شروع سے ہی حدیث پڑھنے کی بڑا شوق تھا۔ مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے شیوخ ہیں۔ جن سے امام ابوداؤد نے حدیث کا علم حاصل کیا، ابوداود کا بیان ہے کہ میں نے اپنی اس سنن کا پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے اور پھر اس میں چار ایسی حدیثیں ہیں کہ اگر وہی چار ہوتیں تو دین کے لئے کافی تھیں۔ جو کہ حسب ذیل ہیں۔

۱:- اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (الحدیث)

کہ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

۲:- مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ

آدمی کا بہتر اسلام یہ ہے کہ (اسکا دین کے کاموں میں لگے رہنا) اور ہر وہ چیز جس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے اسکا ترک کر دینا

---

[1] اسکی زیادہ تفصیل چاہیے تو بستان المحدثین ملاحظہ ہو۔

۳:- (لا یکون المومن مومنًا حتی یرضی لاخیہ ما یرضیٰ لنفسہ)
اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ ہی چیز پسند نہ کرے جو کہ وہ اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔

۴:- (اِنَّ الحَلَالَ بَیِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَیِّنٌ الحدیث)
حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔

ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ ابوداود لکھی گئی تو امام صاحب کے لئے حدیث کا کام کرنا اس طرح سہل اور نرم ہو گیا جس طرح کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر لوہا نرم ہو گیا۔ امام صاحب کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنی اس سنن میں کوئی ایسی حدیث نہیں لکھی جس کے ترک کرنے پر سب محدثین کا اجماع ہو۔

سننِ ابی داؤد کا مرتبہ:-

خطابی کا بیان ہے (کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف لم یصنف فی علم الدین کتاب مثلہ) کہ کتاب سننِ ابی داود ایسی اچھی کتاب ہے کہ اسکی مانند علم حدیث میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی لہ

حافظ ابوطاہر نے بسند خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے بیان کیا ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا۔

من اراد ان یتمسک بالسنن فلیقرأ سنن ابی داؤد
جو شخص سنت کو تھامنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ سنن ابی داؤد پڑھے اور انھوں نے اسکی مدح میں چند اشعار بھی نظم کئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

وکل ما فیہ من قول النبی ومن   قول الصحابۃ اھل العلم والبصر
جو کچھ اس میں ہے وہ نبی کا قول یا صحابہ یا اہل علم اور یا اہل بصیرت کا ہے

لا یستطیع علیہ الطعن مبتدع   ولو تقطع من ضغن ومن ضجر
کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اگرچہ وہ حسد اور تنگ دلی

لہ اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ

اور کینہ کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے [1]

محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالےٰ :-

ابو عیسیٰ ترمذی امام بخاریؒ کے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں ان کے علاوہ قتیبہ بن سعد، محمود بن غیلان، محمد بن بشار، احمد بن منیع، محمد بن المثنیٰ اور سفیان بن وکیع، سے بھی علم حاصل کیا۔

جامع ترمذی کی خصوصیتیں :-

جامع ترمذی انکی مشہور کتاب ہے۔ اور اسکو چند وجوہات کی بناء پر بعض کتب حدیث پر بھی فوقیت دی گئی ہے ۔ اور وہ خاص کر چار ہیں

(۱) پہلی یہ ہے کہ اسکی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اسکے ساتھ ساتھ انکا استدلال بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(۳)۔ سوم یہ کہ اس میں حدیث کی انواع واقسام صحیح، حسن، غریب، ضعیف وغیرہ کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔

۴ :۔ چہارم یہ کہ اس میں راویوں کے نام ان کے القاب انکی کنیت اور اس کے علاوہ ضروری فوائد بھی ذکر کئے ہیں جن کا علم الرجال کے ساتھ خاص تعلق ہے اسی وجہ سے جامع ترمذی کا پڑھنا گویا کہ تمام علوم پر حاوی ہونا اور انہیں ضبط کرنا ہے امام ترمذی کا خود اپنا بیان ہے کہ جب میں اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے یہ نسخہ علماء حجاز کو دکھایا تو انہوں نے بیحد پسند کیا۔ پھر میں نے علماء خراسان کے روبرو پیش کیا تو انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا پھر علماء عراق کی خدمت میں لے گیا تو انہوں نے بھی تعریف کی، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو اور وہ اسے پڑھے تو گویا کہ اس گھر میں خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے ہیں بعض علمائے اندلس نے اس جامع کی تعریف میں ایک مستقل نظم بھی لکھی ہے۔ جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

---

[1] بستان المحدثین

کتاب الترمذی ریاض علم — حکت ازھارھا زھر النجوم

جامع ترمذی گویا کہ علم کا ایسا باغ ہے کہ جسکے پھول ستاروں کے مشابہ ہیں

ومن حسن یلیھا او غریب — وقد بان الصحیح عن السقیم

اس میں بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غریب تو انہوں نے صحیح کو سقیم سے ممتاز بھی کردیا ہے۔

جزی الرحمٰن خیرا بعد خیر — ابا عیسیٰ علی الفعل الکریم

اللہ تعالیٰ ابو عیسیٰ کو اس نیک کام کے بدلے میں پے در پے جزائے خیر اور بھلائیاں عطا کرے۔

امام ترمذی کا سن ولادت ۲۰۹ ہجری ہے اور انکی وفات ۲۷۹ھ رجب کی تیرہ (۱۳) بروز سوموار خاص ترمذ میں ہوئی ہے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ :

آپ کی ولادت ۲۱۴ھ میں ہوئی ہوش سنبھلنے پر، شام مصر، حجاز، عراق، خراسان، اور انکے علاوہ بھی بہت سے شہروں کا گشت کیا اور وہاں کے بڑے بڑے شیوخ جن کی خدمت میں رہ کر علم حدیث پڑھا تو سب سے پہلے جب قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اسوقت آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی انکی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا امام نسائی رح کے مناسک سے پتہ چلتا ہے کہ شافعی المذہب تھے۔ اور صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔

امام نسائی کی بیویاں :-

آپ کے نکاح میں چار عورتیں تھیں اور ہر ایک کے پاس ایک شب ٹھہرتے تھے اور ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں۔

انکی موت کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ جب آپ نے مناقب مرتضوی رض کتاب الخصائص تصنیف کی اور اس سے فارغ ہوئے تو چاہا کہ اسے دمشق کی جامع مسجد

۱؎ بستان المحدثین

میں پڑھکر سنایا جائے تاکہ بنی امیہ کی سلطنت کی وجہ سے عوام میں جو نازیبا رجحان پیدا ہو گیا ہے اسکی اصلاح ہو جائے ابھی اسکا تھوڑا سا حصہ پڑھا ہی تھا کہ ایک شخص اٹھا اور کہا کیا آپ نے معاویہؓ کے مناقب پر بھی کچھ لکھا ہے تو امام نسائیؒ نے جواب دیا انکے مناقب کہاں۔ تو یہ سنتے ہی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا شروع کر دیا تو انکے خصیتین پر بھی شدید ضربیں آئیں جسکی وجہ سے آپ بے حد زخمی اور نڈھال ہو گئے۔ خادم نے اٹھایا تو آپ کو گھر لے آیا آپ نے حکم دیا کہ مجھے ابھی ابھی مکۃ المکرمہ پہنچا دو۔ تاکہ میرا انتقال وہاں ہو تو پھر آپ کا انتقال مکہ میں ہی ہوا اور آپ کو صفا اور مروہ کے درمیان دفن کر دیا بعض کا خیال ہے کہ مکہ جاتے ہوئے بمقام شہر رملہ جو فلسطین کا شہر ہے۔ وہاں آپ کا انتقال ہوا اور پھر آپ کی نعش مکۃ المکرمہ پہنچائی گئی اور آپ کی وفات کا سن ۳۰۳ھ تیرا ۱۳ صفر بروز پیر ہے رحمۃ اللہ تعالےٰ [1]

ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ :-

یہ سنن ابن ماجہ کے مصنف ہیں ۲۰۹ ہجری میں پیدا ہوئے ہوش سنبھلنے پر کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، شام، مصر، بصرہ اور عراق کا سفر کیا اور حدیث کے تمام علوم کے بارے میں واقفیت حاصل کی پھر بہت سی کتابیں لکھیں جن تمام سے زیادہ تر مشہور ابن ماجہ ہے جو صحاح ستہ میں شمار ہے جب اسکی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسکو ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر یہ کتاب اگر لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو اکثر حدیث کی موجودہ کتابوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیگا کیونکہ اس میں حدیثوں کو بلا تکرار ذکر کیا گیا ہے۔ اور حسن ترتیب اور اختصار کے اعتبار سے بھی اس کتاب کے ہمسر کوئی کتاب نہیں تو ابوزرعہ نے بھی اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہے۔

---

[1] بستان المحدثین

اور کہا کہ میرا ظن غالب ہے کہ اس میں ایسی روایتیں جن کے راوی متہم بالوضع اور شدید النکارۃ ہیں تین ۳ سے زیادہ نہیں ہونگے تو آخر آپکا انتقال ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ اتوار کے دن ہوا اور سوموار کے دن دفن کئے گئے رحمہ اللہ تعالیٰ لہ

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ :۔ کنیت ابوبکر اور نام احمد بن الحسین ہے بیہق چند گاؤں کا نام ہے جو باہم منصل تھے اور نیشاپور سے تقریباً تیس کوس کے فاصلہ پر واقع تھے۔ ان سب سے بڑا گاؤں خسروجرد ہے وہاں ہی امام بیہقیؒ کی قبر ہے آپ کی ولادت ۳۸۴ ہجری ماہ شعبان میں ہوئی تحصیل علم کے لئے بغداد، کوفہ، خراسان اور دوسرے اسلامی ملکوں کا سفر کیا۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ حافظہ دیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی بے مثال تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انکے علم وفہم میں بہت برکت رکھی تھی۔ اور ایسی ایسی عجیب وغریب اور نادر کتابیں لکھیں جو ان سے پہلے کسی نے نہیں لکھیں ان نافع کتابوں سے انکی ایک کتاب کتاب الاسماء والصفات ہے۔ سبکیؒ کا بیان ہے کہ اس کتاب کی نظیر نہیں ملتی اسی طرح دلائل النبوۃ یہ تین جلدوں میں ہے مناقب شافعی اور کتاب دعوات الکبیر کی ایک ایک جلد ہے امام سبکی کا بیان ہے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ چار کتابیں دنیا میں بے مثل ہیں جن کی نظیر اس عالم میں نہیں ہے۔ کتاب الزہد، کتاب البعث والنشور، ترغیب وترہیب اور کتاب الخلافیات بھی انہی کی کتابیں ہیں جن کی ایک ایک جلد ہے مگر کتاب الخلافیات دو جلدوں میں ہے اربعین کبریٰ، اربعین صغریٰ، اور کتاب الاسرار بھی ہیں انکے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو تقریباً سب کی سب ہزار جزو کے قریب پہنچ جاتی ہیں۔

محمد بن عبدالعزیز مروزی کا خواب: ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق ہے جس کو آسمان کی طرف فرشتے لے جا رہے ہیں اور اس کے ارد گرد ایک ایسا

لہ بستان المحدثین

چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو حیران کرتا جا رہا ہے میں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے تو ان فرشتوں نے جواب دیا کہ اسمیں امام بیہقی کی کتب ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو چکی ہیں جس وجہ سے اب ہم انہیں اوپر لے جا رہے ہیں تو آخر آپ کا انتقال جمادی الاولی کی دس ۴۵۸ ہجری شہر نیشاپور میں ہوا اور پھر تابوت میں رکھ کر بیہق لائے گئے اور خسروجرد میں دفن کر دیئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ تو آپ کبھی کبھی اشعار بھی کہا کرتے تھے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

مَنِ اعْتَزَّ بِالْمَوْلیٰ فَذَاكَ جَلِیْلٌ وَمَنْ رَامَ عِزًّا عَنْ سِوَاہُ ذَلِیْلٌ

جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طلبگار ہو تو حقیقت میں وہ ہی معزز ہے اور جو غیر سے طلبگار ہو تو حقیقت میں وہ ہی ذلیل ہے۔

وَلَوْ اَنَّ نَفْسِیْ مُذْ بَرَاھَا مَلِیْكُھَا مَضیٰ عُمْرُھَا فِیْ سَجْدَةٍ لَقَلِیْلٌ

میرا نفس جب کہ اسکو اسکے مالک نے پیدا کیا ہے اگر تمام عمر ایک ہی سجدہ میں گزار دے تو یہ بھی نہایت تھوڑی ہے۔

اُحِبُّ مُنَاجَاةَ الْحَبِیْبِ بِاَوْجُهٍ وَلٰكِنَّ لِسَانَ الْمُذْنِبِیْنَ كَلِیْلٌ

میں اپنے حبیب اور محسن حقیقی کی مناجات کو بڑے عمدہ طریقہ سے پسند کرتا ہوں لیکن کیا کیا جائے گنہگاروں کی زبان نہیں چلتی۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ:-

امام دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات ۲۵۵ھ عرفہ کے دن بروز جمعہ واقع ہوئی اور یہی سال عبداللہ بن مبارک کی وفات کا ہے، علم حدیث کے لئے بہت سے شہروں کا سفر کیا اور اس پایہ کے محدث بنے کہ امام مسلم بن حجاج مؤلف صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، امام احمدؒ کے صاحبزادے اور محمد بن یحییٰ ذہلی بھی ان سے روایت کرتے ہیں عبداللہ جو امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے ہیں اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ خراسان میں علم حدیث کے چار حافظ تھے ابوزرعہ رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی اور،

حسن بن شجاع بلخی، جب امام دارمی کے فوت ہونے کی خبر محمد بن اسماعیل کو پہنچی تو انتہائی صدمہ کی وجہ سے سر جھکا لیا۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ) پڑھا اور رونے لگے اور بے ساختہ حسرت آمیز یہ شعر آپ کی زبان پر آ گیا حالانکہ وہ اشعار جو حدیثوں میں ذکر کئے گئے ہیں انکے علاوہ آپ کبھی کوئی شعر نہیں پڑھا کرتے تھے۔

ان تبق تفجع بالاحبة کلہا ۔۔۔ وفناء نفسک لا ابالک افجع [۱]

اگر تو زندہ رہتا تو سب دوستوں کی مفارقت کا صدمہ تجھ کو ہی اٹھانا پڑتا مگر آپ کا فوت ہونا ان سب سے دردناک ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ:۔

امام صاحب کا نام و نسب (علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ ہے اور کنیت ابوالحسن ہے شافعی المذہب تھے دارقطن بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے وہاں ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے ابوالقاسم بغوی، ابوبکر بن ابی داود، ابن صاعد، حسین بن محاملی اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین سے حدیث کی سماعت کی، بغداد، کوفہ، شام، مصر اور دوسرے اسلامی شہروں کا سفر کیا حاکم، عبدالغنی منذری صاحب ترغیب و ترہیب اور ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء، یہ سب محدثین کرام ان کے شاگرد ہیں۔ ایک روز امام دارقطنیؒ کی علمی وسعت دیکھ کر کسی آدمی نے پوچھا کیا آپ جیسا کوئی دوسرا شخص ہے تو خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا اور یہ آیت پڑھی (فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى) امام صاحب کی وفات ۳۸۵ھ ذی قعدہ کی آٹھویں تاریخ بروز جمعرات ہوئی حافظ ابونصر بن ماکولا کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں دارقطنی کا حال فرشتوں سے دریافت کر رہا ہوں۔ اور پوچھتا ہوں کہ امام دارقطنیؒ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا تو فرشتوں نے جواب دیا۔ کہ جنت میں انکا لقب امام ہے [۲]

[۱] بستان المحدثین [۲] بستان المحدثین

امام ابونعیم رحمۃ اللہ تعالےٰ:- نام احمد بن عبداللہ بن احمد ہے ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور تھوڑی عمر میں ہی مشائخ نے انکو حدیث کی اجازت دے دی تھی - جب جوان ہوئے تو بڑے بڑے مشائخ سے حدیث کا سماع کیا خطیب بغدادی انکے خاص الخاص شاگردوں سے ہیں انکے علاوہ ابوسعید مالینی، ابوصالح مؤذن ابوعلی حسن بن احمد حداد، ابوسعید محمد بن محمد بن المطراز، ابومنصور محمد بن عبداللہ شرطی اور انکے علاوہ بھی بہت سے محدثین کو انکی شاگردی کا شرف حاصل ہے انکی نادر کتابوں سے حلیۃ الاولیاء ایسی نادر کتاب ہے جو اپنے موضوع میں نہایت ہی اعلیٰ ہے اور امام صاحب کی زندگی میں ہی یہ کتاب اسقدر مشہور اور مقبول ہوئی کہ نیشاپور میں اس کا ایک نسخہ پانچ سو دینار میں خریدا گیا اس کے علاوہ انکی اور بھی بہت سی نادر کتابیں ہیں مثلاً کتاب معرفۃ الصحابۃ، دلائل النبوۃ، کتاب المستخرج علی البخاری، کتاب المستخرج علی المسلم، کتاب تاریخ اصفہان، کتاب صفۃ الجنۃ کتاب الطب، کتاب فضائل الصحابۃ اور ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اور بھی بہت سے رسالے ہیں آخر آپ نے اس دارِ فانی سے ۴۳۰ھ بیس محرم کو رحلت فرمائی عبدالملک بن بشر بغدادی جو عراق کے مسند محدث تھے - اور ابوعبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد الحیری جو مشہور محدث اور معتبر تھے۔ انہوں نے بھی اسی سال وفات پائی رحمہم اللہ تعالےٰ -

الاسماعیلی:- کنیت ابوبکر ہے اور احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیلی نام ہے جرجان شہر میں اپنے وقت کے امام تھے حدیث اور فقہ میں انکو لوگ مقتدا سمجھتے تھے امام بخاری کی وفات کے اکیس سال بعد ۲۷۷ ہجری میں پیدا ہوئے ابتداء میں ہی علم حدیث پڑھنے کا بے حد شوق تھا مگر ان کے عزیز واقارب پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور قسماں قسم کے حیلے بہانے کرکے انکو اس ارادہ سے روکتے تھے۔ آخر جس چیز کی محبت اور لگن دل میں بیٹھ چکی ہو وہ کب نکل سکتی ہے تو ایک دن ایسا ہوا کہ محمد بن ایوب رازی

جو اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے فوت ہوگئے جب احمد بن ابراہیم نے انکی وفات کی خبر سنی تو اپنے گھر میں رونے پیٹنے اور سر پر خاک ڈالنے لگے جب انکی یہ حالت دیکھی تو عزیز و اقارب سب جمع ہوگئے اور پوچھا کہ آپ کو کیا ہوا تو انہوں نے کہا مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ دیکھو ہمارے اس زمانہ میں اتنے بہت بڑے محدث کا انتقال ہوگیا ہے لیکن تمہاری اجازت نہ دینے کی وجہ میں ان کے اس علمی خزانہ سے محروم رہ گیا اور ان سے کچھ استفادہ نہ کرسکا تو جب ان کے رشتے داروں نے انکی یہ حالت دیکھی تو پھر انکو تسلی دی اور کہا کہ آپ زیادہ پریشان نہ ہوں کیونکہ ابھی تو بہت سے علماء زندہ ہیں لہذا آپ کو ہماری طرف سے بھی اجازت ہے کہ جہاں چاہیں آپ پڑھیں چنانچہ پھر آپ اُسی وقت ہی گھر سے نکلے اور (رلنی) حسن بن سفیان کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر وہاں سے بغداد، کوفہ، بصرہ، انبار موصل اور جزیرہ کا بھی سفر کرکے وہاں کے اکابر محدثین سے خوب پڑھا اور پھر اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں مصروف ہوگئے۔ معجم اسماعیلی کے علاوہ انکی اور بھی کتابیں ہیں (مسند کبیر) جو بہت ضخیم ہے جس کی تقریبًا ایک سو جلدیں ہیں وہ بھی انہی کی کتاب ہے آخر آپ نے ۳۷۱ھ معز کے شروع میں ہی اس دار فانی سے انتقال فرمایا رحمہ اللہ تعالیٰ [1]

امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ - کنیت ابو محمد ہے اور نام حسین بن مسعود البغوی ہے، بغو، یہ ایک شہر ہے جو ہرات اور مَرو کے درمیان واقع ہے اسکی طرف نسبت ہے اور انکو خاص کر تین علوم میں بیحد مہارت تھی۔ بے نظیر محدث تھے۔ بے عدیل مُفسر تھے اور بے مثال فقیہ تھے، شافعی مذہب رکھتے تھے، تمام عمر درس و تدریس اور تصنیف کرنے میں گزار دی ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے۔ اور کثرت سے روزے رکھتے تھے انکی بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے زیادہ مشہور و معروف کتاب المصابیح شرح السنۃ کتاب التہذیب فی الفقہ اور تفسیر معالم التنزیل ہیں آخر ۵۱۶ھ

---

[1] بستان المحدثین

میں انتقال فرمایا اور اپنے شیخ قاضی حسین کے مقبرہ میں دفن کئے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ

امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ :-

طبرانی کی کنیت ابو القاسم ہے اور نام سلیمان ہے احمد بن ایوب بن مطیر لخمی طبرانی کے بیٹے ہیں ملک شام کے شہر (عکہ) میں ماہ صفر ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم کے لئے بہت سے علاقوں کا سفر کیا طبرانیؒ کے والد بزرگوار کو بھی بیحد شوق تھا کہ میرا بیٹا اللہ تعالیٰ کا دین پڑھ جائے لہذا انکو خود لے کر شیوخ کی خدمت میں لے جاتے اور انکو تاکید کرتے اللہ تعالیٰ نے انکو حافظہ بھی بے بہا دیا تھا اسی لئے تحصیل علم کے بعد ہی متصل بہت سی نادر کتابیں لکھیں جن میں سے طبرانی زیادہ مشہور ہے اس کے متعلق خود امام صاحب کا بیان ہے کہ یہ میری جان ہے کتاب المناسک، کتاب الدعا، کتاب عشرۃ النساء، کتاب دلائل النبوۃ یہ بھی انہیں کی کتابیں ہیں اور انکے علاوہ قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ ابو العباس احمد بن منصور شیرازی فرماتے ہیں کہ میں نے امام طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ جو اسی زمانہ میں اہل سنت کے سخت دشمن تھے انہوں نے آخری عمر میں ان پہ اس غصے کی بناء پر جادو کر دیا تھا کہ انہوں نے اس حدیث سے انکے مذہب کا کیوں رد کیا ہے چنانچہ اسی وجہ سے انکی ظاہری بصارت چلی گئی تھی تو آنجناب کا انتقال ۳۶۰ھ ماہ ذیقعدہ میں ہوا رحمۃ اللہ تعالیٰ حافظ ابو نعیم اصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے نماز جنازہ پڑھائی دو ماہ اور ایک سو سال کی عمر پائی تھی۔

ابو یعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ :-

امام ابو یعلیٰؒ جزیرہ کے محدثین سے ہیں ان کا نام احمد بن علی بن المثنیٰ بن یحییٰ بن ہلال تمیمی موصلی ہے۔ موصل شہر کا نام ہے جس کی طرف نسبت ہے ۲۲۰ھ میں آپ پیدا ہوئے، علی بن الجعد، یحییٰ بن معین اور اکابر محدثین کے شاگرد تھے علم و حلم زہد و تقویٰ اور امانت و دیانت میں بے نظیر تھے مسند ابو یعلیٰ تحریر کی تو وہ تمام مسندات میں ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے نہریں اور ابو یعلیٰ کی

مسند دریا ناپید اکنار کی طرح ہے انکی ثلاثیات بھی ہیں محدثین کی اصطلاح میں ثلاثیات ان روایات کو کہتے ہیں جن میں اس محدث اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں آخر آپ نے ۳۰۷ھ میں انتقال فرمایا جب فوت ہوئے تو اسوقت موصل کے تمام بازار بند ہو گئے اور تمام لوگ روتے اور افسوس کرتے ہوئے انکے جنازہ میں شریک ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۱؎

ابن حبان:- انکی کنیت ابو حاتم اور نام محمد بن حبان ہے بیستان بن جو شہر بست تھا اس کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے بستی بھی کہلاتے ہیں امام نسائیؒ کے شاگرد ہیں اور حاکم کے استاذ ہیں ابن حبان کے بہت سے شیوخ تھے۔ جیسا کہ خود انکا بیان ہے۔ "لعلنا کتبنا عن الفی شیخ" خیال ہے کہ ہم نے دو ہزار شیوخ سے علم حدیث لکھا ہے ایک مرتبہ ان پر سخت مصیبت بھی آئی جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ کہہ دیا تھا (النبوۃ العلم والعمل) کہ نبوت علم وعمل کا نام ہے تو اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اور ان پر زندیق کا فتویٰ لگا دیا حتیٰ کہ یہ خبر خلیفہ وقت تک بھی پہنچ گئی تو اس نے قتل کا حکم صادر کیا۔ آخر بعض محدثین نے یہ کہا کہ (ذلك نفس فلسفی) یہ فلسفی آدمی ہے لیکن اس کا یہ قول عقائد حقہ سے دور بھی نہیں ہے کیونکہ اسکی مراد یہ نہیں کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے جسکو علم وعمل کی ریاضت سے حاصل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ فلاسفہ کا خیال ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے لئے ایک ایسا پاکیزہ نفس ہونا چاہیے جو علم وعمل میں اعلیٰ مراتب رکھتا ہو یعنی وہ مقام صدیقیت پر ہو تو پھر اسے طریق وہبی سے نبوت عطا کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے (اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) اللہ تعالیٰ نبوت اس شخص پر رکھتا ہے جسکی لیاقت کا اسے خوب علم ہوتا ہے) تو انہوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں جن سے زیادہ تر مشہور (صحیح ابن حبان) ہے آخر ۳۵۴ھ شوال کی بائیسں تاریخ کو وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ:-

---

۱؎ بستان المحدثین

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ: کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد بن عبداللہ بن محمد ابن حمدویہ ہے چونکہ یہ عہدہ قضاء پر مامور تھے۔ اسی وجہ سے انکا لقب حاکم پڑ گیا۔ تحصیل علم کے بعد بہت سی کتابیں لکھیں جن سے زیادہ مشہور (مستدرک حاکم) ہے مجموعی اعتبار سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔ لیکن اس میں بعض ایسی بھی روایات ہیں کہ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ صحیحین کی شرط پر ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کے زمانہ میں صرف چار شخص تھے جو مملکت اسلامیہ میں بڑے پایہ کے محدث تھے دارقطنی تو بغداد میں ابوعبداللہ بن مندہ، اصفہان میں عبدالغنی، مصر میں اور حاکم نیشاپور میں، حضرت حاکم کی ولادت ۳۲۱ھ ماہ ربیع الثانی میں ہوئی اور وفات ۴۰۵ ماہ صفر میں ہوئی تھی انکی وفات کا واقعہ بھی عجیب ہے کہ ایک روز حمام میں غسل کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ فارغ ہونے کے بعد جب باہر نکلے تو زور سے چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی۔

انتقال کے بعد کسی شخص نے انکو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا پوچھا کس سبب فرمایا حدیث لکھنے کی وجہ سے (رحمہ اللہ علیہ)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ: کنیت ابوبکر ہے نام و نسب احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی ۳۹۲ھ چوبیس ذیقعدہ کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے گیارہ سال کے تھے جب کہ علم کی تلاش شروع کردی پھر اس کے بعد بہت سے علاقوں کا حصول علم کے لئے سفر کیا پھر آخر بغداد میں مقیم ہو گئے۔ بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں جن سے زیادہ تر مشہور تاریخ بغداد ہے۔ جس کے جزو ثانی میں بغداد کی تعریف کی ہے اسکی بنیاد اور ساکنان شہر کے محاسن و اخلاق ذکر کئے ہیں پھر اس کے بعد بغداد کے دریائے فرات اور دجلہ کا ذکر کیا ہے۔

خطیب بغدادی کی تین دعائیں :-

خطیب بغدادی مستجابۃ الدعوۃ تھے جیسا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر جب کہ آب زمزم کے کنویں پر گئے۔ تو اسی وقت زمزم پیتے وقت تین دعائیں کیں پہلی یہ کہ تاریخ بغداد ایسی مقبول ہو کہ لوگ اس سے روایت کریں۔ دوسری یہ کہ بغداد کی بہترین جگہ جو جامع منصور ہے وہاں حدیث کی تعلیم اور اسکی املاء میں مشغول رہوں تیسری یہ کہ میری قبر بشر حافی کے متصل ہو تو اللہ تعالےٰ نے ان کی تینوں یہ دعائیں قبول فرمائیں چنانچہ پھر بغداد میں انکا اس قدر عروج ہوا کہ بادشاہ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ کوئی عالم کوئی خطیب اور کوئی واعظ اسوقت تک کوئی حدیث بیان نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اسکو خطیب پر پیش کر کے اس کے بیان کرنے کی ان سے اجازت نہ لے لے۔

یہودیوں کی ایک سازش :-

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بعض یہودی جو خیبر میں آباد تھے۔ عمر فاروقؓ کے زمانہ میں خیبر سے اٹھ کر ملک شام کے اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے۔ تو ایک مرتبہ یوں ہوا کہ یہ سب جمع ہو کر بغداد کے حاکم کے پاس آئے اور ایک خط لا کر پیش کیا جو جناب حضرت علی کا لکھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پر مہر بھی تھی۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے یہودیوں کے فلاں فلاں قبیلے سے جزیہ ساقط کر دیا ہے تو خلیفہ وقت نے جب وہ خط حضرت خطیب کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ یہ خط ایک سازش کے تحت لکھا گیا ہے کیوں کہ اس میں حضرت معاویہؓ اور سعد بن معاذؓ کی گواہی بھی درج ہے۔ حالانکہ جب خیبر فتح ہوا تھا تو اسوقت نہ تو حضرت معاویہ مسلمان ہوا تھا اور نہ ہی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا انکو شرف حاصل تھا اور سعد بن معاذؓ تو غزوہ خیبر میں موجود نہ تھے۔ کیونکہ وہ تو غزوہ خندق میں تیر لگنے کی وجہ سے بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد فوراً شہید ہو گئے۔ تو جو صحابہ اسوقت موجود ہی نہ تھے تو انکی شہادت کیسی

طرح ثبت ہوسکتی ہے تو پھر آخر وہ سب ناکام ہو کر واپس ہوئے حضرت خطیب کا انتقال ۴۶۳ھ سات ذوالحجہ کو ہوا رحمۃ اللہ تعالیٰ وفات کے بعد بغداد کے صالحین میں سے ان کو کسی نے خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا (اَنَا فِیْ رَوْحٍ وَرَیْحَانٍ وَجَنَّۃُ نَعِیْمٍ) میں راحت و آرام اور نعمتوں کے جنت میں رہتا ہوں، کبھی کبھی اشعار بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جن سے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

ان کنت تبغی الرشاد محضاً لامرك دنیاك والمعاد

اگر تو اپنی آخرت اور دنیا کے کاموں میں خالص ہدایت چاہتا ہے۔

تخالف النفس فی ھواھا ان الھوی جامع الفساد

تو چاہیے کہ تو اپنے نفسِ امارہ کی خلاف ورزی کر کیونکہ اسکی خواہش اپنے اندر ہر طرح کی برائی رکھتی ہے۔

حضرت خطیب کا کتب خانہ:-

خطیب کے فوت ہونے کے بعد ان کا تمام کتب خانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے بیمار ہونے کے وقت بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میرا کوئی وارث نہیں اگر اجازت ہو تو بیت المال کے علاوہ میں اپنی تمام جائیداد فی سبیل اللہ وقف کر دوں تو بادشاہ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ حضرت خطیب اپنی زندگی میں بے حد صدقہ خیرات بھی کیا کرتے تھے اور قرآن مجید کی اسقدر تلاوت کرتے کہ سفرِ حج کے موقع پر ہر روز ایک قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ اور اس ترتیل سے پڑھتے کہ سب لوگ لفظ بلفظ سنتے [1]

---

[1] بستان المحدثین۔

ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ:- انکی کنیت ابوبکر ہے اور نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ہے ابوبکرؒ کوفے کے رہنے والے تھے ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ ہمارے زمانہ میں چار شخص تھے جن کو علم حدیث کا منتہا سمجھا جاتا ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ حدیث بیان کرنے میں یکتا تھے احمد بن حنبلؒ حدیث اور فقہ دونوں میں کمال رکھتے تھے ابن معین جمع اور تکثیر حدیث میں ممتاز تھے علی بن مدینی، یہ حدیث کے مخرج اور اس کے علل کے علم میں یگانہ تھے۔ اور انکی بہت سی تصانیف بھی ہیں جن میں زیادہ تر مشہور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ ہے آخر ۲۳۵ھ ماہ محرم میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ

ابوبکر احمد بن علی المروزی رحمہ اللہ تعالیٰ:- حدیث کے حافظ تھے اور دمشق میں قاضی کے عہدے پر مامور تھے انکی تصانیف اور مسانید بھی ہیں آخر دمشق میں ہی ۲۹۲ میں وفات پائی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

احمد بن عمرو بن عبدالخالق رحمہ اللہ تعالیٰ:- انکی کنیت ابوبکر ہے، مسند بزار کے مصنف ہیں بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ہدبہ بن خالد، جو بخاری اور مسلم کے شیخ تھے اور عبدالاعلیٰ بن حماد، حسن بن علی بن راشد اور عبداللہ بن معویہ سے حدیث کا علم حاصل کیا ابوالشیخ، طبرانی، عبدالباقی بن قانع اور دیگر محدثین کے خود بھی استاذ ہیں۔ آخر ملکِ شام کے شہر رملہ میں ۲۹۲ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ

ابوعوانہ رحمہ اللہ تعالےٰ:- ان کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہے، اسفرائن کے رہنے والے تھے بعد میں نیشاپور میں رہائش پذیر ہو گئے تحصیل علم کے لئے بہت سے علاقوں کا سفر کیا، حدیث میں مسلم بن حجاج، یونس بن عبدالاعلیٰ، اور

محمد بن یحییٰ ذہلی کے شاگرد ہیں، طبرانی، ابوبکر اسمعیلی اور ابوعلی نیشاپوری اور دیگر محدثین کے خود بھی استاذ ہیں انکی مشہور کتاب صحیح ابوعوانہ ہے، حضرت حاکمؒ نے انکے بارے میں لکھا ہے (ابوعوانہ من علماء الحدیث و اثبا تھم سمعت ابنہ محمدا یقول انہ توفی سنۃ ست عشرۃ وثلث مائۃ) ابوعوانہ حدیث کے ثقہ علماء میں سے ہیں اور میں نے انکے بیٹے محمد سے سنا فرماتے تھے کہ ابوعوانہ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

ابوداؤد الطیالسی رحمۃ اللہ تعالےٰ:۔ نام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی ہے اصل میں فارس کے رہنے والے تھے بعد میں بصرہ میں رہائش پذیر ہو گئے تقریباً ایک ہزار شیوخ سے انہوں نے علم حاصل کیا خاص کر احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے تھے۔ اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور و معروف تھے۔ یحییٰ بن معین، ابن المدینی، فلاس، وکیع اور دوسرے بہت سے علماء نے فن رجال میں انکی بعید تعریف کی ہے اور حقیقت ہے کہ وہ واقع ہی اسی طرح کے آدمی تھے آخر اسّی سال کی عمر پا کر ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا یاد رکھنا کہ یہ ابوداؤد وہ ابوداؤد نہیں جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ یہ ان سے کافی عرصہ پہلے گزرے ہیں جیسا کہ انکی تاریخ وفات سے ظاہر ہے رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

عبداللہ بن مبارک:۔

حضرت عبداللہ کی ولادت ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ کو ہوئی سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ جب فوت ہو گئے تو پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر علم کی تکمیل کی اسی وجہ سے انکا اجتہاد بہیئت مجموعی دو طریق پر ہے یہی وجہ ہے کہ احناف انکو اپنی جماعت میں داخل کرتے ہیں اور مالکیہ انکو اپنے طبقات میں لاتے ہیں، حضرت عبداللہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسے محدثین کے استاذ ہیں۔

ابنِ مبارک اپنے شیخ کی نظر میں :- امام ثوری سے خود انہوں نے علم حاصل کیا باوجود امام ثوری شیخ ہونے کے فرمایا کرتے تھے میں نے بہت کوشش کی کہ ایک برس کے ہی شب و روز ابن المبارک کی وضع پر گزاروں مگر مجھ سے نہ ہو سکا اور کبھی کبھی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کاش میری تمام عمر حضرت ابن المبارک کے تین شب و روز کے برابر ہی ہوتی۔

ابن مبارک کے شیوخ :- حضرت ابن المبارک کا بیان ہے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا اور روایت صرف ایک ہزار سے کی ہے۔ علی بن حسن بن شفیق کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابن المبارک کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھکر باہر آیا تو ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا انہوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہوگئی اور مؤذن نے آکر صبح کی آذان دی حضرت فضیل بن عیاض حضرت ابن المبارک کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ ورب ھذا البیت ما رأیت عینای مثل ابن المبارک "، مجھے اس بیت اللہ کے رب کی قسم ہے کہ میری نظروں نے ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا ایک دن چند آدمی ابن المبارک کے پاس علمِ حدیث پڑھنے کے لئے گئے۔ اور کہا (یا عالم المشرق حدثنا) اے مشرق کے عالم حدیث سنا یئے۔ سفیان ثوری بھی اسی جگہ تشریف فرما تھے تو انہوں نے فرمایا (ویحکم عالم المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون) تم پر افسوس ہو تم نے کیا کہا وہ تو مشرق و مغرب اور اس کے مابین کے عالم ہیں اگر تم کچھ عقل رکھتے ہو۔

رقہ میں داخلہ :- ایک دن ابن المبارک جب رقہ شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت ہارون رشید خلیفہ عباسی بھی وہاں موجود تھا تمام شہر میں شور و غل برپا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ خراسان کے ایک محدث تشریف لائے ہیں جس کا نام عبداللہ بن مبارک ہے اس کے

استقبال اور زیارت کے لئے مخلوق کھنچی چلی آرہی ہے تو ہارون کی ایک کنیز نے کہا کہ درحقیقت بادشاہت تو یہی ہے جو عبداللہ بن مبارک کے پاس ہے۔ ہارون کی کیا جس کے لئے جب لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے تو بزور چوب اور چابک کے جمع کیا جاتا ہے تو پھر بھی بعض لوگ نہیں آتے۔

ابن المبارک کا ابتدائی زمانہ:۔ ایک دفعہ ابن المبارک کے والد نے اپنے بیٹے کو پچاس ہزار درہم دے کر کہا کہ جاؤ اس روپے کی تجارت کرو تو ابن المبارک ان درہموں کو لیکر چلے گئے اور سب علم حدیث کی طلب میں صرف کر دیئے۔ واپس آئے تو والد نے پوچھا ان درہموں کی کیا جنس لائے ہو اور کیا کچھ کمایا ہے تو بیٹے نے اس مدت میں جتنے حدیث کے دفاتر جمع کئے تھے۔ وہ سب باپ کے سامنے پیش کر دیئے اور کہا میں تو یہ جنس لایا ہوں۔ اور یہ ایسی تجارت ہے کہ جس میں دارین کا نفع ہے تو باپ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اپنی جیب سے تیس ہزار اور درہم دیئے اور کہا ان سے بھی وہ جنس لاؤ جو پہلے خرید کر لائے ہو تاکہ تم اپنی اس جنس کو مکمل کرلو۔

مبارکؒ کی امانت و دیانتداری:۔ تاریخ عامری میں ذکر ہے کہ حضرت مبارک بہت ہی متقی اور پرہیزگار تھے انکے مالک نے انکو اپنے باغ کا داروغہ مقرر کیا ہوا تھا ایک دفعہ ان کو مالک نے میٹھے انار لانے کا حکم دیا حضرت مبارکؒ جب لائے تو وہ ترش نکلے تو مالک نے اعتراض کیا کہ کیا آپ کو ابھی تک معلوم نہیں کہ کس درخت کے انار شیریں اور کس کے ترش ہیں تو حضرت مبارک نے جواب دیا کہ جس نے ان درختوں سے انار کھایا ہو۔ اسکو ہی معلوم ہوگا۔ دوسرے کو کیا تو مالک نے پوچھا کیا آپ نے ابھی تک اس باغ سے ایک بھی پھل نہیں کھایا تو حضرت مبارک نے کہا آپ نے تو مجھے اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی کے لئے مقرر کیا ہے تو پھل کیسے کھاؤں جب کہ آپ نے اجازت ہی نہیں دی

تو مالک حضرت مبارک کی اس امانت پر بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور باغ کی حفاظت کے لیئے میں کسی اور کو مقرر کرلوں گا۔ پھر ایک روز مالک نے حضرت مبارک سے اپنی لڑکی کے رشتہ کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت مبارک نے فرمایا کہ جاہلیت کے عرب تو لڑکی کا رشتہ حسب ونسب کے اعتبار سے کرتے تھے ۔ یہود مال کے عاشق تھے نصاریٰ جمال پر فریفتہ ہوتے تھے مگر اسلام نے تو صرف دین کا اعتبار کیا ہے اب ان چاروں سے جسے آپ پسند کریں اسی پر عمل کرلیں تو مالک کو یہ بھی انکی عاقلانہ بات بہت پسند آئی پھر اپنی بیوی سے مشورہ کیا اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے لڑکی کا رشتہ حضرت مبارک سے کردوں اگرچہ وہ غلام ہے مگر اسکی پرہیزگاری اور تقویٰ مسلم ہے تو لڑکی کی والدہ کو بھی یہ بات بہت پسند آئی تو پھر دونوں نے مشورے سے اپنی لڑکی کا نکاح حضرت مبارک سے کردیا۔ اور اپنی جائیداد سے بھی انکو بہت سی جائیداد کا وارث بنادیا ۔ پھر نکاح کے بعد حضرت مبارک کے ہاں یہی عبداللہ پیدا ہوا جو اپنے وقت کا بہت بڑا امام اور محدث تھا چنانچہ کتاب الزہد والرقاق انہی کی کتاب ہے جو اپنے موضوع میں بے نظیر ہے آخر آپ نے ۱۸۱ ہجری رمضان المبارک میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی حضرت عبداللہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے چنانچہ یہ اشعار انہی کے ہیں ۔

اری اناسا بادنی الدین قد قنعوا   ولا اراھم رضوا فی العیش بالدون

لوگوں کی میں یہ حالت دیکھتا ہوں کہ دین کی باتوں میں انہوں نے تھوڑی چیز پر ہی قناعت کرلی ہے ۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا کہ اسباب معیشت میں بھی وہ ادنیٰ درجہ پر راضی ہوگئے ہوں ۔

فاستغن باللہ عن دین الملوک کما   استغنی الملوک بدنیاھم عن الدین

جس طرح کہ بادشاہ اپنی دنیا کی وجہ سے دین سے مستغنی ہوگئے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کو سینے سے لگا کر انکی دنیا سے مستغنی ہوجا۔

لہ بستان المحدثین لعبدالعزیز محدث دہلوی

محمد بن عامر الانطاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ :- حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ یہ ثقہ آدمی ہے ابو عمر الرملی، نے الخلاصہ میں کہا ہے کہ امام نسائی نے بھی ان سے روایات ذکر کی ہیں اور انکو ثقہ قرار دیا ہے۔

ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ :- "ابو محمد عبد اللہ بن وہب الفہری" انکی ولادت ۱۲۵ھ کو ہوئی لیث بن سعد اور امام مالک کی طرح انکو بھی فقہی مسائل پہ کافی عبور تھا ابو سعد کا بیان ہے کہ ابن وہب روایت اور عبادت میں بھی یکتا تھے۔ احمد بن صالح کا بیان ہے کہ ابن وہب نے ایک لاکھ حدیثیں بیان کی ہیں اور ان سے بڑھکر میں نے کسی اور کو نہیں پایا کہ جس نے اسقدر روایات بیان کی ہوں۔ خالد بن خداش کا بیان ہے کہ ابن وہب کے سامنے احوال قیامت کے بارے میں چند روایات پڑھی گئیں تو دل میں اسقدر اثر ہوا کہ (فخر مغشیا علیہ فلم یتکلم بکلمۃ حتی مات) زمین پہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور کسی سے بات تک نہ کی یہاں تک کہ فوت ہو گیا تقریباً اس وقت آپ کی عمر بہتر سال تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

عبد اللہ بن یوسف الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ :- بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے جرجان میں پیدا ہوئے قاضی کے عہدے پر مامور تھے آخر ۴۸۹ھ ذی القعدہ میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ

آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ تعالیٰ :- آدم بن ابی ایاس ناصیۃ، ثقہ اور بہت بڑے عبادت گزار تھے امام بخاری اور دیگر محدثین رحمہم اللہ بھی ان سے روایات لائے ہیں آخر ۲۲۱ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

عبد الرحمٰن السلمی رح :- اصل میں ابو عبد الرحمن السلمی محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ بن خالد الازدی السلمی النیسابوری ہیں بہت

بڑے محدث، مفسر، مورخ اور صوفی تھے ۳۲۵ ہجری جمادی الآخرۃ میں پیدا ہوئے آخر ۴۱۲ ہجری شعبان کے مہینے نیساپور میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

ابو عبید نام قاسم بن سلام ازدی ہے بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ آدمی تھا۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ وہ امامت کا پہاڑ تھا۔ اسحاق بن راہویہ کا بیان ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم اور فقیہ تھا امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ ابو عبید تو استاذ تھا آخر ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوا رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

حامد بن یحییٰ البلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ:۔ ابوداؤد نے ان سے روایات ذکر کی ہیں ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ صدوق تھا (مطین) کا بیان ہے کہ ۲۴۲ ہجری میں انکی وفات ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ابو سعید نقاش:۔ نام اور نسب نامہ محمد بن علی بن عمرو بن مہدی الاصبہانی الخلیلی النقاش الحنبلی ہے بہت بڑے محدث، فقیہ، حافظ اور خاص کر اسماء الرجال کے علم میں یکتا تھے بصرہ بغداد کوفہ، جرجان، ہمدان، حرمین اور نیساپور کے محدثین سے سماع کیا آخر ۴۱۴ھ رمضان المبارک میں انتقال فرمایا رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ امام ذہبیؒ کا بیان ہے کہ یہ ثقہ اور صالح آدمی تھا۔

ابو عبد اللہ بن مندہ رحمۃ اللہ تعالیٰ:۔ نام اور نسب نامہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ الاصبہانی ہے یہ بھی محدث حافظ مؤرخ تھا امام ذہبی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سات سو شیوخ سے سماع کیا ابن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا شیخ الاسلام الانصاری کا بیان ہے کہ ابو عبد اللہ بن مندہ (سید اہل زمانہ) اپنے زمانہ میں لوگوں کا سردار تھا ولادت ۳۱۰ ہجری میں ہوئی اور وفات ۳۹۵ھ ذی قعدہ اصبہان میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ابن معین رحمۃ اللہ تعالےٰ:- نام یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد ہے حدیث کے امام تھے امام ذھبیؒ کا بیان ہے کہ ابن معین حفاظ کے سردار تھے۔ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ ابن معین جرح تعدیل کے امام تھے ابن معین کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیث لکھی، امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ ابن معین سے سننا (شفاء لما فی الصدور) سینے کی بیماریوں کی شفا ہے اور وہ ایسا آدمی ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اس شان سے پیدا کیا کہ اس نے جھوٹے آدمیوں کے کذب کو واضح کر دیا اور جو حدیث ابن معین نہیں جانتا وہ حدیث ہی نہیں شذرات، میں لکھا ہے کہ ابن معین نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا تو راستہ میں ایک جگہ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور نیند آگئی تو کیا دیکھا کہ خواب میں ایک ہاتف نے یوں کہا کہ اے معین کیا تو میرے پڑوس میں رہنا پسند نہیں کرتا تو پھر وہاں سے ہی مدینہ واپس آگئے اور تین دن زندہ رہ کر ۲۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

ابو الحسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ ابن حجرؒ نے لسان میں لکھا ہے کہ یہ حافظ اور ثقہ آدمی ہے اور ۳۵۳ ہجری میں فوت ہوا ہے رحمۃ اللہ تعالےٰ

سہل بن معاذ رحمۃ اللہ تعالےٰ: مصر میں رہتے تھے، ابن معینؒ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف تھا لیکن ابن حبان نے انکو ثقہ کہا ہے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ تعالےٰ:- نام احمد بن موسیٰ بن مردویہ ہے مفسر اور مورخ تھے ابن العماد نے شذرات میں لکھا ہے کہ یہ حدیث کا امام تھا آخر ۴۱۰ھ میں فوت ہوا (رحمۃ اللہ تعالیٰ)

حسن بن ضحاک رح :- بصرہ میں پیدا ہوا اور وہاں ہی جوان ہوا اسلامی شاعر تھا آخر بغداد میں ۲۵۰ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ

استدعا

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اسکی خصوصی اعانت سے کتاب ہذا کا اختتام ۱۴۰۶ ہجری ۲۶ شوال بعد نماز جمعہ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں ہوا آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو قبول و مقبول فرما کر ہمارے اور ہمارے والدین اساتذہ اقربا اور تمام احباب کے لئے ذریعہ نجات بنائے (آمین)

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (اٰمِيْن)

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

لہ جن چند محدثین کے واقعات کے حوالاجات نہیں دیئے گئے وہ الخصال المکفرہ مؤلف ابن حجر اللہ بستان المحدثین مؤلف شاہ عبدالعزیز رح میں ملاحظہ ہوں۔